نقاب پوش پیغمبر
صادق حسین صدیقی

اسلامی تاریخی ناول

مصنف

صادق حسین صدیقی

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ۷۳۱۶۹

تاریخ اشاعت	۲۰۰۰ء
سرورق	عبیداللہ
اہتمام	محمد نذیر' طاہر نذیر
کمپوزنگ	الاشراق کمپوزنگ سنٹر' لاہور
مطبع	رضا پرنٹرز' لاہور
قیمت	120 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ' اقرا سنٹر' اردو بازار لاہور
سعد پبلیکیشنز' فرسٹ فلور' میاں مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
میاں ندیم' مین بازار' جہلم
کشمیر بک ڈپو' تلہ گنگ روڈ' چکوال
نفیس اکیڈمی' اردو بازار' کراچی
مسلم بک لینڈ' بینک روڈ' مظفر آباد
کوالٹی ڈیپارٹمنٹل سٹور' کالج روڈ' بورے والا
ضیاء القرآن پبلشرز' اردو بازار' کراچی
ویلکم بک پورٹ' اردو بازار' کراچی
کتاب گھر۔ مین بازار' وہاڑی
یونیورسٹی بک ایجنسی' خیبر بازار' پشاور
رحمان بک ہاؤس' اردو بازار' کراچی

اسلامی کتب خانہ' فضل الٰہی مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
مکتبہ العلم' ۱۸/۷- اردو بازار لاہور
چوہدری بک ڈپو' مین بازار' جہلم
مکتبہ رشیدیہ' نیو جنرل' چکوال
اسلامک بک سنٹر' اردو بازار' کراچی
دارالادب' تلمبہ روڈ' میاں چنوں
ضیاء القرآن پبلشرز' گنج بخش روڈ' لاہور
اشرف بک ایجنسی' کمیٹی چوک' راولپنڈی
فرید پبلشرز' نزد مقدس مسجد' اردو بازار' کراچی
شمع بک ایجنسی' فیصل آباد
کتاب گھر' علامہ اقبال روڈ' راولپنڈی
ہاشمی برادرز' مشن چوک' کوئٹہ

عرض ناشر

دنیا میں عجیب عجیب لوگ ہوئے ہیں اور انھوں نے عجیب عجیب دعوے کئے ہیں۔ ان میں نمرود، فرعون اور شداد تھے۔ جنہوں نے خدائی دعوے کئے شداد نے اپنی جھوٹی خدائی کی دوکان داری چمکانے کے لئے بہشت بھی بنائی اور اسی طرح اس کی سنت کو تازہ رکھنے کے لئے اسی قسم کے کئی آدمی اس کے بعد بھی ہوتے رہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوئے نبوت کیا اور خدا کے باغی بندوں کو خدا کے سامنے جھکا دیا۔ بت پرستی کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا اور اس طرح ان کی عزت وعظمت شہنشاہوں سے کہیں سوا ہوگئی تو لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور لوگوں نے نبوت کے دعوے شروع کئے۔ لیکن جھوٹے مدعیان نبوت کو کوئی عزت وعظمت نہ ملی بلکہ ان کا انجام نہایت عبرت ناک ہوا۔

دوسری صدی ہجری میں ایک شخص ہاشم نے جو جرجرد کا باشندہ تھا نبوت کا دعویٰ کیا اور جب اس کی عزت وعظمت بڑھ گئی اور اس کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور خدا بن بیٹھا اس نے بہشت بھی بنائی اور دوزخ بھی۔ چاند بھی بنایا جو ماہ نخشب کے نام سے تاریخوں میں مشہور ہے اس نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کئے وہ نقاب پوش پیغمبر کے نام سے مشہور ہوا۔

اس کتاب میں مورخ اسلام نے وہ تمام حیرت ناک واقعات قلم بند کئے ہیں جو اس کے عہد میں ظہور میں آئے ۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جھوٹے نبی اور جھوٹے خدا نے مسلمانوں پر کیسے کیسے وحشیانہ مظالم کئے اور مسلمانوں نے کس قدر صبر و استقلال سے برداشت کیا مگر صراط مستقیم سے نہ ہٹے ، آخر میں اسلام کا بول بالا ہوا ۔ اور مسلمان خدا کی مدد سے فتح مند ہوئے ۔ اگر اسلام خدا کا سچا مذہب نہ ہوتا اور خدا اسلام کا محافظ اور مددگار نہ ہوتا ۔ تو اب تک کب کا اسلام مٹ گیا ہوتا اور مسلمانوں کا وجود بھی باقی نہ رہتا ۔

ناشر

(۱)

دن چھپ چکا تھا۔ لوگ مغرب کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ایک تو اندھیری رات تھی دوسرے عصر ہی کے وقت سے بادلوں کے دَل کے دَل امڈے چلے آرہے تھے اور مغرب سے پہلے ہی گھنگور گھٹا چھا گئی تھی مغرب کے بعد بوندیں پڑنے لگی تھیں بجلی کوندنے لگی تھی۔ یہ خیال ہو گیا تھا کہ بارش زور کی ہوگی ایسے وقت جنگل میں ایک جھونپڑی کے اندر ایک خاتون اور ایک لڑکی دونوں خاموش بیٹھی تھیں۔ ایک مدھم لو کا چراغ جل رہا تھا اور اس کی کانپتی ہوئی روشنی ان دونوں کے معصوم چہروں پر پڑ رہی تھی۔

خاتون عمر رسیدہ تھی لیکن اس کے چہرہ سے بزرگی شرافت اور رعب کے آثار ظاہر تھے وہ معمولی قسم کے سیاہ سوتی کپڑے کا لباس پہنے ہوئے تھی۔

لڑکی خاصی حسین تھی اس کے چہرے پر معصومیت اور حد درجہ دل کشی ٹپک رہی تھی اس کی آنکھیں بڑی اور سرمے گوں تھیں۔ مژگان نوکیلی اور بھویں گھنی اور سیاہ تھیں اور وہ بھی سیاہ لباس پہنے تھی اور اس لباس میں معصوم حور معلوم ہو رہی تھی۔ یا معصوم دوشیزہ صحرا تھی۔

جھونپڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور جب اس میں سے ہوا کا کوئی تیز جھونکا جاتا تھا تو چراغ کی لو کانپنے لگتی تھی اور کبھی کبھی چراغ بجھنے کے قریب ہو جاتا تھا۔

اب بارش ہونے لگی تھی، ہوا ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ دوشیزہ صحرا نے کہا۔

"امی جان کہیں طوفان نہ آجائے۔

خاتون نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا" خدا والی ہے"

دوشیزہ : کیا یہ ہلکی جھونپڑی طوفان کا مقابلہ کر سکے گی ؟

خاتون : معمولی طوفان کا مقابلہ کر لے گی۔ ایک مرتبہ . . . . ."

اس نے مغموم نگاہوں سے چراغ کی لو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" تیرے ابا کے سامنے ، خدا انھیں جنت نصیب کرے . . . . .

اس کی آواز گلے میں پھنس گئی جیسے اس کو شوہر کی یاد نے بے چین کر دیا ہو۔

دوشیزہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ خاتون کو فوراً خیال ہوا کہیں وہ بھی اس کی طرح غم زدہ نہ ہو جائے، اس لئے اس نے جلدی سے اپنی حالت سنبھالی چہرہ سے غم کی علامتیں دور کیں اور کہا" تیرے ابا جیسا کہ تجھے معلوم ہے بڑے دلیر، نڈر، بہادر اور مستقل مزاج انسان تھے ایک رات کو جب کہ تو صرف تین برس کی تھی۔ زبردست طوفان آ گیا۔ ہماری جھونپڑی اسی جنگل میں ایک ٹیلہ پر تھی۔ اس ٹیلہ پر چاروں طرف چھوٹے چھوٹے سبز پوش قطعات تھے اور قطعات سے ملا ہوا گھنا جنگل تھا ایسا جنگل جس میں سے سورج کی شعاعیں بھی مشکل ہی سے زمین تک پہنچتی ہیں۔

ہم یعنی میں، تیرے ابا اور تو تینوں جھونپڑی میں بیٹھے تھے، بارش موسلا دھار شروع ہو گئی تھی ہوا تیز چل رہی تھی۔ ایسی تیز کہ اس کے تند جھونکوں سے ہماری جھونپڑی بھی لرز اٹھی تھی۔ ہم دونوں کو تیرا فکر تھا تو میری گود میں گھسی بیٹھی تھی اور طوفان سے ڈر رہی تھی۔ رفتہ رفتہ ہوا اور تیز ہو گئی۔ بارش بھی زور زور سے ہونے لگی۔ جھونپڑی ٹپکنے لگی ہمیں بڑا فکر ہوا۔ ہم خدا سے بہتری کی دعائیں مانگنے لگے۔ لیکن ساری دعائیں تو قبول نہیں ہو جاتیں۔ ہوا کا ایک ایسا جھونکا آیا کہ اس نے جھونپڑی کو الٹ دیا ہم بغیر سایہ کے آسمان کے نیچے بیٹھے رہ گئے۔

طوفان میں اور شدت آگئی جیسے آسمان کی کھڑکیاں کھل گئی ہوں اور ان سے بے تحاشا پانی پھینکا جا رہا ہو۔ ہم دونوں پانی میں شرابور ہو گئے۔ تجھے میں نے اپنے سینہ سے لگا لیا اور تجھ پر جھک گئی۔ پانی مجھ پر پڑ رہا تھا تو بچی ہوئی تھی لیکن میرے اوپر سے

پانی بہہ بہہ کر تجھ پر بھی پڑ رہا تھا تو بھی بھیگنے لگی تھی ۔
ہوا ٹھنڈی ہو گئی تھی ہم دونوں ڈر رہے تھے کہ کہیں تجھے ٹھنڈک نہ لگ جائے ہمیں اپنی پرواہ نہیں تھی مگر تیری فکر تھی ۔ اولاد بھی کیا چیز ہے ۔ کئی گھنٹے تک ہم برابر بھیگتے رہے چونکہ ہوا اور بارش کا طوفان تھا اس لئے نہ جھونپڑی کھڑی کی جا سکتی تھی نہ کہیں پناہ لینے جا سکتے تھے ۔
خدا خدا کر کے کئی گھنٹے میں طوفان فرو ہوا ۔ تیرے آبا نے جھونپڑی کھڑی کرنی چاہی لیکن وہ اس قدر وزنی ہو گئی تھی کہ ان سے اٹھ نہ سکی ۔ تمام زمین پر پانی بھرا ہوا تھا ۔ فرش بھی بھیگ گیا تھا ۔ ہم نے باقی رات گیلی زمین پر ہی کاٹی مگر تجھے پیٹ پر سلایا ۔"
دوشیزہ : " مگر امی ، ہم اس تاریک جنگل میں کیوں رہتے ہیں ۔ ؟

خاتون : یہ ہمارا خاندانی راز ہے بس یہ سمجھ کر کہ ہم شہروں میں جا کر ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے جو اپنے آپ کو بڑے مہذب اور رحمدل کہتے ہیں لیکن خونخوار درندوں سے زیادہ وحشی اور ظالم ہیں ۔"

دوشیزہ : کیا وہ انسان نہیں ہیں ؟

خاتون : ان میں سے بعض تو انسانیت کے نام پر بدنما داغ ہیں ایسے وحشی اور ایسے خونخوار درندے بھی ان سے پناہ مانگیں ۔"

دوشیزہ : ایسے لوگوں میں آپ نے بھائی جان کو کیوں جانے دیا ۔

خاتون : مجبوری تھی ۔"

دوشیزہ : آپ تو کہتی تھیں وہ دن چھپنے سے پہلے ہی آجائیں گے ۔

خاتون : وہ ایسا ہی کہہ کر گیا تھا اور خود میرا بھی ایسا ہی خیال تھا ۔

دوشیزہ : آخر وہ کہاں گئے ؟

خاتون : ایک شہر جس کا نام صغد ہے ۔

دوشیزہ : انھیں کس نے بلایا تھا ؟

خاتون : اس کے ایک دوست نے جس کا نام سعید ہے ۔

دوشیزہ : لیکن امی ! بھائی جان کے دوست یہاں کبھی نہیں آئے "۔

خاتون : سعید کو میں نے بھی صرف دو چار مرتبہ ہی دیکھا ہے وہ یہیں آیا تھا۔ جب بھی وہ آیا تو اسے نہ دیکھ سکی۔ ایک مرتبہ جب وہ آیا تو تو باغیچہ میں تھی۔ دوسری مرتبہ جب وہ آیا تو تو چشمہ پر کپڑے دھونے گئی تھی۔ دو مرتبہ تو جنگل میں لکڑیاں چننے گئی تھی۔ میں نے سعید کو دیکھا ہے بڑا نیک اور شریف بچہ ہے"

بارش اور بھی شدت سے ہونے لگی بوندوں کے آپس میں ٹکرانے کا شور بڑھ گیا کبھی کبھی بادل گرجتے اور بجلی چمکنے لگتی ہوا بھی سرسرانے لگی۔ دوشیزہ نے کہا" امی طوفان کا آغاز ہو گیا ہے"۔

خاتون : تو نے سچ کہا عالیہ ! آؤ موم جامہ کی چادر میں سب کپڑے باندھ لیں کہیں طوفان سے جھونپڑی نہ الٹ جائے اور کپڑے خراب ہو جائیں"۔

اس دوشیزۂ صحرا کا نام عالیہ تھا۔ اس نے کہا" آپ نے ٹھیک کہا امی جان ! مگر آپ تکلیف کیوں کریں میں سب باندھ لوں گی۔

خاتون مسکرانے لگیں عالیہ اٹھی اس نے چادر بچھائی اور اس میں تمام کپڑے احتیاط اور سلیقہ سے رکھ کر اس طرح چادر لپیٹ دی جس سے پانی کپڑوں تک نہ پہنچ سکے خاتون نے مسکرا کر کہا۔

" ماشاء اللہ ! عالیہ تو سپاہی بن گئی ہے۔ سپاہی بڑا چست ہوتا ہے اور ہر کام جلدی اور سلیقہ سے کرتا ہے۔

علیہ بھی مسکرائی اس کا تبسم روح پرور تھا۔ ابھی وہ بیٹھی ہی تھی کہ جھونپڑی ٹپکنے لگی عالیہ نے کہا" لو ٹپکا شروع ہو گیا۔

خاتون : ہوا کا زور بھی بڑھ گیا ہے اب طوفان آیا ہی سمجھو"۔

عالیہ : بس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

واقعی طوفان شروع ہو گیا تھا۔ ہوا تیز ہو گئی تھی اور بارش زور شور سے ہونے لگی تھی ہوا کا ایک تیز جھونکا پانی میں ڈوبا ہوا آیا اور چراغ گل کر گیا اسی وقت ہولناک تڑاکے کی آواز

ہوئی اور بجلی آسمان پر لہرا کر غائب ہو گئی ۔

خاتون نے کہا " اَللّٰھُمَّ اَحْفِظْنَا مِنْ کُلِّ بَلِیَّات"

"اے خدا تمام بلاؤں سے محفوظ رکھ ۔"

اب طوفان کا زور بڑھ گیا ۔ جھونپڑی نازک شاخ کی طرح لرزنے لگی عالیہ نے کہا امّی جان ! جھونپڑی زیادہ عرصہ تک طوفان کا مقابلہ نہ کر سکے گی گر جائے گی ۔ آؤ اس کے گرنے سے پہلے ہی نکل چلیں اور کھلے میدان میں بیٹھ جائیں ۔"

خاتون : میرا بھی ایسا ہی خیال ہے ۔"

دونوں نے ایک چادر جو موم جامہ کی بنی ہوئی تھی اپنے جسموں سے اچھی طرح لپیٹ لی اور باہر نکل آئیں ان کے باہر نکلتے ہی ہوا نے جھونپڑی کو الٹ دیا اور وہ اپنی جگہ سے دور جا گری ۔

یہ دونوں بھیگتی ہوئیں ہوا کے تیز جھونکوں سے ٹکراتی چلیں ۔ انھوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹیلہ سے نیچے اترنے لگیں ۔

ہوا کا زور بڑھ گیا تھا ۔ بارش تیز ہو گئی طوفان کا شور کانوں کے پردے پھاڑنے لگا تھا ۔ جب وہ ٹیلہ سے نیچے اتر گئیں تو انھوں نے انسانوں کی آواز سنی انھوں نے آواز کی طرف کان لگا دیئے ۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ خراسان کی حور اسی ٹیلہ پر رہتی ہے ۔

دوسری آواز آئی " خراسان کی تھیں ، جنت ارضی کی حور ، جو حرم مقدس کی حوروں کو ماند کر دے گی ۔

خاتون نے آہستہ سے کہا " سونگھنے والے کتے یہاں بھی آپہنچے خاموشی سے بڑھی چلو عالیہ " عالیہ اور خاتون تیزی سے جنگل کی طرف بڑھنے لگیں ۔

(۲)

عالیہ اور خاتون دونوں ٹیلہ کے پیچھے والے سبزہ زار قطعہ کو طے کر کے جنگل میں گھس لیکن کنارہ پر ہی رہیں اندر نہیں گئیں اور ٹیلہ کی طرف دیکھنے لگیں ۔ ہر طرف اس قدر اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ آنکھ کو ہاتھ نظر نہ آتا تھا ۔ پانی موسلا دھار برس رہا تھا اور ہوا بھی چیختی پھر رہی تھی ۔ ان دونوں نے چادر کا پلہ سر کے اوپر آنکھوں کو بچانے کے لئے چھجہ کی طرح کر لیا تھا ، اس سے ان کی آنکھیں پانی سے محفوظ تھیں مگر بڑھے ہوئے اندھیرے کی وجہ سے انھیں نہ ٹیلہ نظر آ رہا تھا اور نہ ٹیلہ کے اوپر کی کوئی چیز ۔

انھیں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی درخت یا درختوں کے گدے اور شاخیں ٹوٹ کر ان کے اوپر نہ گر پڑیں اور وہ دب کر رہ جائیں لیکن لیکن ایک نامعلوم خوف سے درختوں کے سایہ میں پناہ لینے پر مجبور تھیں غالباً خوف ان مردوں کا تھا جن کی آوازیں انھوں نے سنی تھیں یہ دونوں بیٹھ گئیں ۔ پانی ان کے زور شور سے برس رہا تھا ۔ عالیہ نے کہا " نہ معلوم طوفان کب تک رہے گا "۔

خاتون : خدا ہی کو خبر ہے ۔ ابھی تو اس کا زور بڑھ رہا ہے ۔

عالیہ : ہماری زندگی بھی کیا زندگی ہے نہ گھر ہے نہ سر چھپانے کو کوئی جگہ ! جنگل ہے اور ہم ، خانہ بدوشوں کی زندگی ہے ہماری "۔

خاتون : اور اسی میں ہم خوش ہیں ۔ اسی میں ہماری زندگی ہے لیکن سونگھنے والے کتے یہاں بھی پہنچ گئے ہیں "۔

عالیہ : کون ہیں یہ لوگ ؟

خاتون : یہ وہ خونخوار بھیڑیے ہیں جو انسان کہلاتے ہیں لیکن جنہیں انسانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"

عالیہ : کیا وہ مسلمان ہیں ؟

خاتون : نہیں ! مسلمان ظالم اور بے رحم نہیں ہوتا۔"

عالیہ : اور کون ہیں یہ لوگ ؟

خاتون : تجھے کیا بتاؤں ؟

عالیہ : کیا میں ایسی بچی ہوں امی جان کہ بات نہ سمجھ سکوں گی ۔

خاتون : نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے تو نہ سمجھ سکے ، لیکن ....

عالیہ : میں اس بات کو سن کر ڈر جاؤں گی ۔

خاتون : میں جانتی ہوں کہ میری بیٹی بزدل نہیں ہے مگر میرا خیال ہے کہ تیری دلیری کے امتحان کا وقت آنے والا ہے۔"

عالیہ : آپ دیکھیں گی کہ انشاء اللہ میں اس امتحان میں کامیاب ہوں گی۔"

خاتون : مجھے بھی یہی توقع ہے اچھا تو یہ بتاؤ کہ جو لوگ ٹیلہ پر گئے ہیں کیا چاہتے ہیں ـــــ ؟"

خاتون : " یہ لوگ تجھے چاہتے ہیں۔"

مجھے چاہتے ہیں ـ ؟ عالیہ نے حیران ہو کر کہا ۔

خاتون نے سنجیدگی سے کہا " ہاں"

عالیہ : مجھے لے جا کر کیا کریں گے ؟

خاتون : یہ تو خدا ہی کو خبر ہے ۔ یہ انسان نہیں درندے ہیں۔

عالیہ : امی آپ مجھے سب کچھ کیوں نہیں بتا دیتیں ؟

خاتون : بات یہ ہے عالیہ ! خراسان کے علاقہ میں کسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اسی پیغمبر نے کوئی بہشت بنائی ہے ۔ اس جنت کے لئے حسین اور ماہ پیکر لڑکیوں کی ضرورت ہے میں نے سنا ہے کہ خراسان اور ماوراالنہر کے علاقہ سے اس پیغمبر کے معتقد خوب

صورت لڑکیوں کو بہکا کر، چرا کر، زبردستی اغوا کرکے لے جاتے ہیں۔

عالیہ : کتنی عجیب بات ہے یہ ؟

خاتون : نہایت عجیب ۔

عالیہ : کیا کوئی حکومت نہیں ہے ؟ کوئی حکمران نہیں ہے جو ان حسن کے ڈاکوؤں کو سزا دے سکے ۔"

خاتون : میری بچی سب کچھ ہے ، حکومت بھی ہے ، حکمران بھی ہے ، فوج بھی ہے لیکن معلوم نہیں کیوں ابھی تک یہ سب خاموش ہیں ۔"

طوفان کا زور بڑھ رہا تھا بارش موسلا دھار ہو رہی تھی اور ہوا زور شور سے چل رہی تھی ہوا کے تیز و تند جھونکے درختوں کو اس زور سے جھنجھوڑ رہے تھے کہ ہر لمحہ انکے تنڑ سے اکھڑ کر گر جانے کا احتمال ہوتا تھا ۔

یہ دونوں آفت زدہ زمین پر بیٹھی تھیں ۔ چادروں کی وجہ سے ان کے اوپر سے پانی نہیں آرہا تھا لیکن جنگل میں پانی ہی پانی تیرنے لگا اور اس لئے ان کے نیچے کے حصے پانی میں سرابور ہو گئے تھے ۔ عالیہ نے کہا " اگر اسی طرح پانی بڑھتا رہا تو یہ سارا جنگل زیرِ آب ہو جائے گا ۔"

خاتون : یہی میں بھی سوچ رہی ہوں ، پانی بڑھتا جا رہا ہے ۔"

عالیہ : ہمیں کسی درخت پر پناہ لینی پڑے گی ۔

خاتون : یقیناً ! مگر ہوا ہمیں درخت کے اوپر سے پھینک دیگی یا ممکن ہے وہ درخت ہی گر پڑے جس پر ہم سوار ہوں اور ہم پر موٹے گدے آ پڑیں ۔"

اب پانی اور بھی بڑھنے لگا اور ان دونوں کے ناف سے اوپر پانی پہنچ گیا عالیہ کھڑی ہوئی ۔ خاتون نے پوچھا " کھڑی کیوں ہو گئیں تم عالیہ ؟

عالیہ نے جواب دیا " اگر ہم نے پہلے سے کوئی انتظام نہ کیا تو یقیناً پانی ہمارے سروں کے اوپر سے گزر جائے گا ۔"

خاتون : کیا انتظام کرو گی تم ؟

عالیہ : کوئی تناور درخت دیکھتی ہوں اس پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے ۔

خاتون : اس وقت درختوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیا تم ان کے گرنے کی آوازیں نہیں سن رہی ہو ؟"

عالیہ :" سن رہی ہوں لیکن پانی سے بچنا بھی تو ضروری ہے ۔

خاتون : معلوم نہیں ٹیلہ کے اوپر سے لوگ چلے گئے یا ابھی وہیں ہیں "

عالیہ : اگر وہ کتے وہاں سے چلے گئے ہوں تو ہمیں وہاں چلنا چاہیئے ۔

اس وقت بادل گرجا اور بجلی چمکی ان دونوں کی آنکھیں جھپک گئیں لیکن پھر بھی عالیہ نے دیکھ ہی لیا ۔ ٹیلہ خالی تھا ۔ اس نے خاتون سے کہا ۔

ٹیلہ پر تو کوئی نظر نہیں آتا " ۔

خاتون : میں تو کچھ دیکھ نہیں سکی لیکن اگر تو نے دیکھ لیا ہے اور تیرا اطمینان ہو گیا ہو تو چلو ۔ ہمیں ٹیلہ پر ہی پناہ مل سکے گی ۔

عالیہ : میں نے دیکھ لیا ہے امی جان ۔

طوفان کے زور سے درخت برابر گر رہے تھے جب وہ گرتے تھے تو زور کا دھماکا ہوتا تھا اور جب کوئی گرا چرتا تھا تو اس کی آواز بڑی خوف ناک ہوتی تھی ۔ اس وقت کئی درخت ان کے قریب ہی آگرے ان کے گرنے کی پر شور آواز آئی اور ایک درخت کی پتلی شاخیں عالیہ کے سر پر آکر لگیں، عالیہ چونک گئی اس نے کہا " امی ہمارے قریب ہی درخت گرنے لگے ہیں "

خاتون : میں نے بھی ان کے گرنے کی آواز سنی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم جن درختوں کے سایہ میں ہیں وہ چھوٹے اور جھاڑ کی شکل میں بہت سے ایک جگہ ملے کھڑے ہیں ورنہ یہ بھی گر پڑتے ۔

عالیہ : ممکن ہے ایسا ہی ہو ۔ کس غضب کا اندھیرا پھیلا ہوا ہے کچھ نظر ہی نہیں آتا میرے سر پر کسی درخت کی شاخیں آکر لگی ہیں "

خاتون : بس اب تو یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے ۔ اٹھو اور تن بہ تقدیر ٹیلہ کی طرف چلو

زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ خونخوار انسان ہمیں پکڑ لیں "۔

عالیہ : امی ! آسانی سے تو ہم ان کے ہاتھ آنے سے رہے اگر انھوں نے سختی کی تو انشاء اللہ ان میں سے ایک دو کو تو ٹھنڈا کر ہی دوں گی ۔

خاتون : کیا خنجر تیری پیٹی میں اڑسا ہوا ہے ؟

عالیہ : جی ہاں

خاتون : بہت خوب کیا ، جو خنجر تو لے آئی ۔ اپنی حفاظت کا انتظام اپنے پاس ضرور ہونا چاہیئے "۔

عالیہ : " امی آؤ ، چلیں "۔

خاتون بھی اٹھی اور یہ دونوں چلیں اسی وقت پھر بجلی چمکی اور انھوں نے دیکھا کہ انکے سامنے ایک درخت گر گیا ہے ۔ دونوں بچ گئیں اور ٹٹولتی ہوئی اس درخت سے بچ کر چلنے لگیں ۔ بڑی مشکل سے وہ جنگل سے باہر نکلیں اور کھلے ہوئے قطعہ کو طے کرتے لگیں بارش بڑے زور کی ہو رہی تھی ۔ اگرچہ پہلے کے مقابلہ میں ہوا کچھ کم ہو گئی تھی مگر پھر بھی بہت تیز تھی ۔ تمام قطعہ میں پانی اس قدر بھرا ہوا تھا کہ گھٹنوں سے اوپر آرہا تھا وہ ہوشیاری سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے قدم قدم چل رہی تھی ۔ ایک مرتبہ نہایت ہولناک گرج ہوئی یہ دونوں اچھل پڑیں ۔ فوراً ہی بجلی چمکی انھوں نے ٹیلہ کی طرف دیکھا ٹیلہ صاف تھا مگر وہ ان سے دور تھا ۔

جوں جوں وہ آگے بڑھتی جاتی تھیں پانی زیادہ ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ کچھ دور چل کر دونوں کے گھٹنوں تک پانی آگیا اتنے گہرے پانی میں انھیں چلتے ہوئے اسلئے خوف معلوم ہو رہا تھا کہ کہیں پیر نہ پھسل جائے اور وہ گر کر غرق نہ ہو جائیں مگر وہ بڑی احتیاط اور پوری قوت سے چل رہی تھیں آخر وہ ٹیلہ کے قریب پہنچ گئیں اندھیرے میں ٹیلہ بڑا اونچا معلوم ہوتے لگا تھا مگر اس کی حقیقت سے واقف تھیں اگرچہ دونوں بہت تھک گئی تھیں لیکن اگر وہ ٹیلہ کے نیچے ہمت ہار کر رہ جاتیں تو یقیناً پانی میں غرق ہو جاتیں اس لئے جرأت و ہمت سے کام لیکر ٹیلہ پر چڑھنے لگیں ۔ پانی ابھی تک زور و شور سے برس رہا تھا ۔ البتہ ہوا بہت کم ہو گئی تھی وہ دونوں ٹیلہ پر پہنچ گئیں ٹیلہ خالی تھا البتہ ایک جھونپڑی پڑی تھی وہ تھک کر جھونپڑی کے اندر بیٹھ گئیں ۔

(۳)

خاتون اور عالیہ دونوں جھونپڑی کے اوپر بیٹھی رہیں ۔ انھوں نے موم جامہ کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں ۔ اگرچہ چادروں کے اندر پانی نہیں گیا تھا مگر جھونپڑی پانی میں تر تھی اور تمام ٹیلہ پر پانی ہی پانی تھا ۔ اس لئے نیچے سے پانی ان کے کپڑوں اور پیروں کو تر کر رہا تھا ۔

تقریبًا دو گھنٹے کے بعد طوفان کا زور کم ہوا ، ہوا رک گئی ، بارش میں بھی کمی ہونے لگی ہوا اور بارش کا شور بھی جاتا رہا ۔ خاتون نے کہا خدا کا شکر ہے طوفان دور ہو گیا ۔

عالیہ : جی ہاں طوفان دور ہو گیا ہے ۔ معمولی بوندیں رہ گئی ہیں لیکن اندھیرا کس قدر پھیلا ہوا ہے ۔"

خاتون : جب تک آسمان پر بادل چھائے رہیں گے اس وقت تک ایسا ہی اندھیرا رہے گا اور جب بادل چھٹ کر تارے نکل آئیں گے تب اندھیرا دور ہو جائے گا اگر عالیہ! تو جنگل میں رہنے کی عادی نہ ہوتی ۔ کسی بستی یا شہر میں رہتی ہوتی اور اتفاق سے رات کو جنگل میں رہنا ہو جاتا اور ایسا ہی طوفان آجاتا تو تیرا کیا حال ہوتا ۔

عالیہ : کیا حال ہوتا امی جان ؟

خاتون : ڈر ڈر کر مر جاتی ۔"

عالیہ : میرا خیال ہے کہ میں بالکل نہ ڈرتی ۔

خاتون نے ہنس کر کہا "نہ صرف ڈر جاتی بلکہ سہم کر نیم مردہ ہو جاتی جو عورتیں اور لڑکیاں بستیوں اور شہروں میں رہتی ہیں وہ دن میں جنگل کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتی ہیں رات کو تو ان کی روح تک کانپ جاتی ہے اور طوفان میں تو ان کا زندہ رہنا معجزہ سے کم نہیں ہوتا ۔

بات یہ ہے کہ وہ ایسے ماحول کی عادی ہوتی ہیں وہاں انھیں ہول ہوتے لگتا ہے ۔

عالیہ : ممکن ہے ایسا ہوتا ہو لیکن جنگل میں مجھے کبھی خوف نہیں معلوم ہوتا امی جان ۔

خاتون : اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے جنگل میں پرورش پائی ہے تو بستیوں اور شہروں کے ہنگاموں میں کبھی نہیں رہی ۔ تم ڈرنا جانتی ہی نہیں ۔

عالیہ : نامعلوم وہ کہاں گئے ؟ اور ان کا کیا حشر ہوا جن کی آواز سن کر ہم ٹیلہ سے بھاگی تھیں ۔"

خاتون : وہ بھی کہیں جنگل ہی میں بھٹک رہے ہوں گے بشرطیکہ درخت ان پر نہ جا پڑے ہوں اور وہ دب نہ گئے ہوں ۔

عالیہ : ہم نے ابھی تک عشاء کی نماز بھی تو نہیں پڑھی ہے امی جان :

خاتون : ذرا بوندیں رک جائیں تو پڑھیں ۔

عالیہ : مجھے بھائی جان کی طرف سے بڑا فکر ہو گیا ہے "۔

خاتون : فکر نہ کر خدا بہتر کرے گا ۔

عالیہ : اگر انھیں راستہ میں طوفان نے آلیا ہو"۔

خاتون : جن کا خدا پر اعتقاد ہے وہ ایسے فضول تفکرات میں مبتلا نہیں ہوا کرتے ۔

عالیہ : "ٹھیک کہا امی جان آپ نے ، خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے وہی ہماری رکھوالی کرتا ہے ۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے ۔ اس سے ہر وقت بھلائی ہی کی امید رکھنی چاہیئے اور اگر ہمیں کوئی برائی پہنچ جائے تو اسے ہماری بد اعمالی کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے ۔

خاتون : یہی بات ہے ۔

کچھ دیر کے بعد بوندیں بھی رک گئیں ان دونوں نے جھونپڑی پر ایک چادر بچھائی اور وضو کر کے نماز پڑھی ۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ اسی جگہ بیٹھ گئیں اتنی نوان میں طاقت نہیں تھی کہ وہ بھیگی ہوئی جھونپڑی کو جو بہت وزنی ہو گئی تھی کھڑی کر لیتیں نہ اس کے کھڑے کرنے کی کوئی ضرورت تھی کیونکہ طوفان جاتا رہا تھا اور بوندیں بھی رک گئی تھیں عالیہ نے کہا " امی جان ! آپ آرام کر لیں ، بہتر ہو گا کہ آپ کوئی اچھی جگہ دیکھ کر لیٹ جائیں ۔

خاتون نے پوچھا" اور تم"

عالیہ : میں بیٹھ کر حفاظت کرتی رہوں گی۔

خاتون : میں جانتی ہوں کہ تم نڈر اور دلیر ہو۔ پہلے بھی ایسے موقعوں پر جاگتی اور حفاظت کرتی رہی ہو۔ لیکن اب تمہارے جاگنے اور حفاظت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

عالیہ : ان انسان نما درندوں کی وجہ سے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں آئے ہوئے تھے اور ان کی آوازیں میں نے اور آپ نے سنی تھیں"۔

خاتون : ان کا خوف ضرور ہے مجھے بھی۔ اگر وہ زندہ ہیں اور درختوں کے نیچے دب یا پانی میں بہہ نہیں گئے۔ تو یہاں ضرور آئیں گے کیونکہ اس تمام جنگل میں کوئی اور ایسا ٹیلہ نہیں ہے جہاں انھیں پناہ مل سکے۔

عالیہ : لیکن اندھیری رات میں یہ ٹیلہ انھیں نظر کیسے آئے گا۔

خاتون : ہاں نظر آنا مشکل ہے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ اتفاق انھیں یہاں لے آئے۔

عالیہ : آجائیں گے آجانے دو۔ خدا مالک ہے۔ تم آرام کرو۔

خاتون نہیں چاہتی تھیں کہ لیٹ جائیں لیکن عالیہ نے اصرار کر کے انھیں مجبور کر دیا اور وہ چادر پر ایک طرف لیٹ گئیں۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ صرف کہیں کہیں سے پانی کے بہنے کی آوازیں آرہی تھیں یا کبھی کوئی چیز پانی میں گرتی تھی تو اس کی آواز آجاتی تھی یہ دونوں ماں بیٹی خاموش تھیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد انھوں نے ایسی آوازیں سنیں جیسے بہت سے زیادہ آدمی تیر رہے ہوں۔ خاتون نے کہا" وہی درندے معلوم ہوتے ہیں جو تھوڑی دیر پہلے یہاں آئے تھے

عالیہ : مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

دونوں نے آواز کی طرف کان لگا دیئے۔ تیرنے کی آوازیں برابر آرہی تھیں۔ کچھ وقفہ کے بعد ایک آواز آئی۔ ہم بہت تھک گئے ہیں۔ اگر کوئی پناہ گاہ کی جگہ نہ ملی تو یقیناً غرق ہو جائیں گے دوسرے نے کہا غرق کیسے ہو جائیں گے ہم اس کے بندے ہیں جس کے قبضہ میں آگ ہوا اور پانی ہے

تیسرا چیختے ہوئے بولا" میرا سانس پھول گیا ہے، پانی مجھے پکڑ رہا ہے بچاؤ، مجھے بچاؤ۔
دوسرا بولا ہمت کرو، تمہارا وہ خدا ہے جس نے تمہیں بھیجا ہے اور دیکھ رہا ہے۔
پہلے نے کہا تمہارا امتحان لیا جا رہا ہے۔ ثابت قدم رہو
پھر تیرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ عالیہ نے کہا۔ یہ کون لوگ ہیں امی جان! کس خدا نے انھیں بھیجا ہے۔؟

خاتون: ان کا خدا وہ نہیں ہے جو تیرا، میرا اور سارے جہان کا خدا ہے ان کا خدا اور ہے
عالیہ: کیا یہ بت پرست ہیں کوئی بت ان کا خدا ہے۔
خاتون: نہیں، بت ان کا خدا نہیں ہے۔ بلکہ یہ گم کردہ راہ ایک انسان کو خدا مانتے ہیں۔

عالیہ نے حیرت سے کہا" انسان کو خدا مانتے ہیں"۔
خاتون: ہاں، ہم سمجھے کہ کسی شہر میں چلے جاتے لیکن ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو خدا بن بیٹھا ہے۔ سنا ہے اس نے ایک بہشت بنائی ہے جو آدمی اس بہشت کی سیر کر لیتا ہے اس کا معتقد ہو جاتا ہے یہ تمام علاقہ اس کے ماننے والوں سے بھرا ہوا ہے اور اس کے ماننے والے بڑے ہی ظالم، سفاک، وحشی اور خون خوار ہیں وہ ان لوگوں پر بڑے ظلم کرتے ہیں جو ان کے خدا کو نہیں مانتے اور اسے سجدہ نہیں کرتے سب سے زیادہ دشمن وہ مسلمانوں کے ہیں۔ جب خیر سے بھائی جان آجائیں تب تو ان سے اس خدا کے حالات پوچھنا۔ وہ تجھے مفصل سنائیں گے۔
عالیہ: مگر میں نے پہلے کبھی اس خدا کا ذکر نہیں سنا"۔
خاتون: میں نے اور تیرے بھائی جان نے تیرے سامنے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے تو نے نہیں سنا"۔
عالیہ: لیکن امی، جب میں اور آپ آئی تھیں، پانی اتنا زیادہ نہیں تھا۔ جس میں سے تیرنا پڑتا۔ اب اتنا پانی کہاں سے آگیا ہے"؟
خاتون: چاروں طرف سے پانی آکر اس چشمہ کی طرف چلا جاتا ہے جس میں سے تو پانی

پانی لایا کرتی ہے۔ دور دور سے پانی بہہ کر آتا ہے۔ جب ہم آئے تھے تو پانی صرف اسی جنگل کا تھا اب دور دور سے بہہ کر آ گیا ہے اس لئے زیادہ ہو گیا ہے۔

اس وقت پھر کسی نے کہا "اب میں بالکل نہیں تیر سکتا۔ اوہ میں ڈوبا"

کچھ آوازیں مختلف آئیں اور پھر خاموشی چھا گئی۔ عالیہ نے کہا شاید کوئی ڈوب گیا ہے۔

خاتون نے نہایت ہی آہستہ سے کہا "چپ رہو بالکل نہ بولو۔ اگر وہ کتے یہاں آ گئے تو ہمیں پکڑ لیں گے۔

عالیہ چپ ہو گئی۔ فضا اب پھر خاموش ہو گئی تھی۔ اندھیرا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔

کچھ دیر کے بعد پھر تیرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ اب یہ آوازیں بہت قریب سے آنے لگی تھیں، خاتون بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دونوں نے اپنے کان آواز کی طرف لگا دیئے۔ عالیہ نے سرگوشی کے لہجے میں کہا امی یہ بدبخت تو بہت قریب آ گئے ہیں۔

خاتون : آنے دو۔ بولو نہیں، خاموش رہو۔

اب کسی نے خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔

یہ رہا ٹیلہ، ہم بچ گئے۔

خاتون نے بہت ہی آہستگی سے کہا "خدا ہم پر رحم کرے"

ان دونوں نے لوگوں کے پانی سے نکلنے کی آواز سنی اور ہوشیار ہو گئی۔

---

(۴)

چونکہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا اس لئے نظر کچھ نہ آتا تھا ۔ البتہ آوازوں سے احساس ہوجاتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے ۔ گویا اس وقت آنکھوں سے زیادہ کان کام دے رہے تھے خاتون اور عالیہ ہمہ تن گوش بنی ہوئی تھیں ۔ ان کی قوت سامعہ بہت تیز ہو گئی تھی ۔

کچھ وقفہ کے بعد لوگوں کے ٹیلہ پر چڑھنے کی آواز ہوئی ۔ خاتون نے کہا ۔ آ گئے خونخوار وحشی ۔ خدایا اب ہم کیا کریں ۔

عالیہ نے بہت ہی آہستگی سے کہا " امی ! اٹھو اور ٹیلہ سے اترنے کیلئے تیار ہو جاؤ ۔

خاتون : اس وقت ٹیلہ کے چاروں طرف پانی اس قدر زیادہ ہو گیا ہے کہ اگر ہم نے اس میں گھسنے کی جرأت کی تو بہہ جائیں گے ۔

عالیہ : انشاء اللہ پانی ہمیں بہا کر نہ لے جا سکے گا ۔ میں تیرنا جانتی ہوں امی جان

خاتون : تیرنا تو میں بھی جانتی ہوں عالیہ ! لیکن پانی کی روانی اس قدر تیز ہو گئی ہے کہ ہم جیسی کمزور عورتیں تو کیا طاقتور مرد بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ عجب نہیں کہ ان وحشی لوگوں میں سے کچھ آدمی ڈوب گئے ہوں ۔

عالیہ : پھر کیا ہوگا اب ؟

خاتون : خدا تمہارا محافظ اور نگہبان ہے ۔

عالیہ : یہ تو ٹیلہ پر چڑھ آئے ۔ شاید اسی طرف آ جائیں ۔

خاتون : آ جائیں گے آ جانے دو ۔ ہم دونوں ان کا مقابلہ کریں گی ۔

عالیہ : خدا مجھے معاف کرے میرے دل پر خوف کا غلبہ کیوں ہونے لگا تھا ۔

آنے دو ان وحشیوں کو۔ میں ان کا مقابلہ کروں گی۔ اپنے خاندانی ناموس، اپنی عصمت اور اپنا مذہب بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔"

خاتون: مرحبا، بیٹی مرحبا، تو مسلمان کی بچی ہے۔ تیری رگوں میں عربی خون ہے تو قبیلہ قریش کی حسین دختر ہے۔ تیرے خاندان کی یہ روایت مشہور ہے کہ اس قبیلہ کی دوشیزائیں اپنی جان سے زیادہ اپنے خاندان کی ناموس کی حفاظت کرتی اور اپنی عصمت کو عزیز رکھتی ہیں کوئی طاقت اور کوئی لالچ انھیں مذہب کے صراط مستقیم سے نہیں ہٹا سکتا اچھا اب چپ رہ وہ شاید اسی طرف آرہے ہیں۔

یہ دونوں خاموش ہوگئیں۔ اس وقت مردوں کے بھاری بھر قدموں کی چاپ ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا "جھونپڑی کے قریب چل کر بیٹھیں گے۔ وہ جگہ امن کی ہے۔

دوسرا بولا ہاں وہ جگہ نہایت مناسب ہے کاش ہم حور خراسان کی تلاش میں یہاں سے نہ چلے جاتے۔ اگر ہم یہیں رہتے تو ہمارے دو آدمی ضائع نہ جاتے۔ ایک اور نے کہا بزدل تھے وہ دونوں کم بخت پانی کا مقابلہ نہ کر سکے اور ڈوب گئے۔

پہلا: ڈوب گئے اچھا ہی ہوا۔ خدا کے حضور میں پہنچ گئے اور اس جنت میں داخل ہو گئے جس کا نظارہ ہم تم کر چکے ہیں۔ جسے ایک دفعہ دیکھا ہے اور دوبارہ دیکھنے کی تمنا ہے اب وہ اس جنت میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

دوسرا: اس طرح تو وہ دونوں منحوس ہم تم سے خوش قسمت نکلے لیکن ہم اپنے خدا کے حکم سے حور خراسان کی تلاش میں جو تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں خدا دیکھ رہا ہے عجب نہیں کہ وہ اس صلہ میں ہمیں ایک مرتبہ اور جنت کی سیر کرا دے۔

تیسرا: اگر حور خراسان مل گئی تو شاید ہماری یہ تمنا پوری ہو جائے۔

یہ لوگ باتیں کرتے جاتے تھے اور جھونپڑی کی طرف بڑھتے جاتے تھے اندھیرے کی وجہ سے انھیں جھونپڑی نظر نہیں آرہی تھی بلکہ وہ اسے ڈھونڈ رہے تھے۔

خاتون اور عالیہ کو بھی وہ نظر نہیں آرہے تھے البتہ وہ ان کی آوازیں سن رہی تھیں اور جوں جوں آوازیں قریب ہوتی جاتی تھیں وہ ہوشیار ہوتی جاتی تھیں ان کا ارادہ تھا کہ اگر

وہاں آجائیں تو وہ کسی اور طرف چلی جائیں۔

لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ آنے والے اندھیرے میں بھٹک کر دوسری طرف جا نکلے۔ انھیں سے ایک نے کہا بھئی جھونپڑی تو ملی نہیں۔ اندھیرا اس قدر ہے کہ کچھ نظر ہی نہیں آتا نہ معلوم کس طرف ہے جھونپڑی۔

دوسرے نے کہا بھئی، جھونپڑی ہی کو تلاش کر کے کیا کریں گے ٹیلہ پر آہی گئے ہیں یہیں پڑ جاؤ اور رات گزار دو۔"

تیسرا بولا" سچ پوچھو تو ہمارا خدا ہمیں ٹیلہ پر لے آیا ہے ورنہ ممکن تھا کہ ہم اندھیرے میں ٹیلہ کو تلاش کرتے تیرتے رہتے اور آخر تھک کر ڈوب جاتے۔"

پہلا : خدا کی قسم تم نے سچ کہا۔ ہمارا عظیم خدا اپنے معتقد بندوں کی خبر گیری کرتا ہے ورنہ ہم آج ضرور بہہ جاتے۔

دوسرا : لیکن مسلمانوں پر غصہ آتا ہے وہ کم بخت ہمارے خدا کو نہیں مانتے۔"

تیسرا : ایک دن ضرور مانیں گے۔ وہ خیالی خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ ضرور وہ دن آئے گا جب وہ خیالی خدا کو چھوڑ کر ہمارے خدا کے سامنے جھک جائیں گے۔ ساری دنیا میں ہمارے خدا کی پوجا ہوگی۔ ہر ملک میں ایک جنت ہوگی اور ہر شخص اس عارضی زندگی میں جنت کی سیر کرے گا۔ کیسا اچھا زمانہ ہوگا وہ!"

پہلا۔ اسی زمانہ کا انتظار ہے ہمیں۔ جب یہ دنیا ہمارے لئے جنت زار بن جائیگی ایک شخص چیخ کر بولا" ارے مجھے پکڑنا میں پھسلا۔

خاتون اور عالیہ دونوں خاموش بیٹھی ان کی باتیں سن رہی رہی تھیں۔ انھوں نے زور سے کسی چیز کے پانی میں گرنے کی آواز سنی۔ وہ سمجھ گئیں کہ کوئی شخص پانی میں گر گیا کسی نے چیخ کر کہا" مجھے بچاؤ۔"

وہ بھاری آوازیں آئیں" تیر کر نکل آؤ۔

تیرنے کی آواز آئی۔ کوئی شخص پانی سے کشتی لڑ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ کنارہ ملتا نہیں آتا۔ کئی آوازیں آئیں" ہم آوازیں دے رہے ہیں آواز پر چلے آؤ۔

وہ آوازیں دینے لگے ۔ تیرنے کی آواز برابر آرہی تھی ۔ تیرنے والے نے کہا کیسے
چڑھوں اس طرف کن رہ کٹا ہوا ہے"۔
کوئی بولا" دوسری طرف چلو' دوسری طرف ۔
اسی وقت ٹیلہ کا کچھ حصہ کٹ کر گرا ۔ ایک خوف ناک تڑملنے کی آواز کے ساتھ ہی انسانی
چیخ کی آواز آئی اور پھر خاموشی چھا گئی ۔ عالیہ نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا ۔
"معلوم ہوتا ہے تیرنے والے شخص پر کوئی مٹی کا تودہ گر گیا اور اسے لے بیٹھا"۔
خاتون : ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چپ رہو کہیں کتے ہماری بو نہ سونگھ لیں ۔
اب پھر آوازیں آئیں کوئی کہہ رہا تھا کہ ڈوب ہی گیا ہے چارہ
دوسرے نے کہا کم بخت مٹی کا تودہ جا پڑا ۔ اس پر ۔
پہلا : آؤ پیچھے ہٹ کر گیلی زمین پر ہی پڑ جائیں رات تو کاٹنی ہی ہے ۔
اس کے بعد آوازیں آنا بند ہو گئیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لوگ کسی جگہ پڑ
گئے ہوں ۔ کچھ دیر ان دونوں نے انتظار کیا کہ شاید کوئی آواز آئے جس سے معلوم
ہو کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں لیکن کوئی آواز نہ آئی ۔ خاتون نے کہا ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ پڑ گئے ہیں ۔
عالیہ : جی ہاں ۔ اب آپ بھی لیٹ جائیں امی جان !
خاتون نے لیٹتے ہوئے کہا" تو بھی لیٹ جا عالیہ ۔ رات زیادہ آگئی ہے ۔
عالیہ : میں بیٹھ کر اپنی اور آپ کی حفاظت کروں گی ۔
خاتون : فکر نہ کرو بیٹی ، میری اور تیری حفاظت وہ خدا کرے گا جس نے مجھے
اور تجھے اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور آج تک ہماری حفاظت کرتا رہا ہے ۔
عالیہ بھی خاتون کے پاس ہی لیٹ گئی اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں سو گئیں ۔ کیسی
عجیب بات تھی کہ ان دونوں کو معلوم تھا کہ ان کے دشمن ان کے قریب ہی موجود ہیں
رات کی تاریکی نے ان کے اور دشمنوں کے درمیان میں سیاہ پردہ حائل کر رکھا ہے ۔

جب ان کی آنکھ کھلی تو سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا سب سے پہلے ان کی نظر آسمان کی طرف گئی ۔ مطلع بالکل صاف ہو گیا تھا ۔ بادل چھٹ گئے تھے ۔ نیلا آسمان ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نہا کر نکھر گیا ہو ۔ کہیں کہیں کوئی تارا ابھی چمک رہا تھا یہ دونوں کلمہ پڑھ کر اٹھ بیٹھیں ۔

جوں ہی وہ اٹھیں اور ان کی نظر گھومی انھوں نے دو آدمی کھڑے دیکھے دونوں سفید لباس پہنے تھے ، وہ زمانہ عباسی خلافت کا تھا ۔ عباسیوں کا لباس سیاہ تھا ۔ عام اور خاص سب سیاہ لباس پہنتے تھے ۔ سفید لباس ان لوگوں کا تھا جو ایک انسان کو خدا مانتے تھے ۔ عالیہ اور خاتون ان کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں ۔

سفید پوش صرف دو ہی آدمی تھے ۔ ان میں سے ایک نے کہا " اوہ خدا ، تو نے سچ کہا تھا آخر ہمیں خراسان کی حور مل گئی ۔ یہی وہ حسینہ ہے جس پر نہ صرف خراسان بلکہ ساری دنیا کو ناز ہے اس کے رخسار سیب سے زیادہ دل آویز ہیں ۔ اس کی پیشانی چاند سے زیادہ روشن ہے اس کے رخسار گھٹے ابرو ہلال پر چشمک زنی کرتے ہیں اس کی آنکھیں خدا کی پناہ تارہ سے بہتر دل کش ہیں اس کی ٹھوڑی کس قدر مختصر اور دلفریب ہے اس کا دہن غنچہ اور اس کے لب گلاب کے پھول کی پتیاں ہیں ۔ دانت سچے اور شفاف موتیوں کی لڑیاں ہیں ۔ گیسو شب تاریک کی طرح سیاہ ، ریشم سے زیادہ ملائم اور گھٹنوں سے کچھ لمبے ہیں ۔

یہی وہ ماہ رو اور حور طلعت ہے جسے وہ ضدا بہشت کے لئے طلب کر رہا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے ، ہمارا اس ٹیلہ پر آنا ہی مبارک ثابت ہوا ۔"

سفید پوش کہہ رہا تھا وہ عالیہ سن رہی تھی اس کی مے گوں آنکھوں میں کچھ نیند کا خمار تھا اس سے اس کی آنکھوں میں اور بھی دلفریبی آگئی تھی ۔ اس نے ایک غلط انداز نظر سے سفید پوشوں کو دیکھا ان دونوں کے دل دھڑکنے لگے ۔ ایک کے پیروں میں کچھ لرزش بھی آگئی عالیہ کے سینہ سے دوپٹہ ڈھلکا ہوا تھا اور بروج حسن یعنی سینہ کا ابھار نمایاں ہو کر دیکھنے والوں کے سینوں میں نیر پیوست کر رہا تھا اس نے ادائے دلفریب سے دوپٹہ کا پلو سینہ پر ڈال دیا ۔

سفید پوش نے کہا " اے نازنین جس سے ارم مقنع کو زینت ہو گی صبح مبارک ۔"

عالیہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ۔ میں نہیں جانتی کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس لئے آئے ہو

سفید پوش : آہا ! آواز چاندی کی گھنٹیوں سے زیادہ دل کش اور حوروں کے ترنم سے زیادہ

دلفریب ہے ۔ اے وہ نازنین جس پر حوریں بھی رشک کریں گی تجھے اس نے بلایا ہے جو تیرا خالق ہے اور جس نے ہمیں تیرا پتہ بتا کر تیری تلاش میں بھیجا ہے ۔

عالیہ : میرا خالق وہ ہے جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا ۔ اگر وہ کسی کو بلاتا ہے تو موت کا فرشتہ لینے آتا ہے ۔ انسان نہیں ۔

سفید پوش : اس خیالی خدا کو بھول جاؤ جسے کبھی کسی نے نہیں دیکھا ۔ اب خدا خود ہماری ہدایت کے لئے ہم میں آگیا ہے وہ بڑی شان اور بڑی قدرت والا ہے ۔

عالیہ نے رات کے وقت اپنی امی سے سنا تھا کہ کسی شخص نے خراسان کے علاقہ میں پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے ۔ اس نے بہشت بھی بنائی ہے اس بہشت کے لئے حسین اور ماہ پیکر لڑکیوں کو بھگا کر، چرا کر اور زبردستی اغوا کر لیا جاتا ہے لیکن اب ایک سفید پوش اس کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا کہ خدا ان میں آگیا ہے اور وہ اسے اپنی بہشت کے لئے طلب کر رہا ہے وہ مسلمان تھی، مسلمان انسان کو خدا نہیں مان سکتا اور انسان کو خدا کیا مانتا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول اور پیغمبر ہی کا قائل نہیں ۔ عالیہ اس کا عقیدہ معلوم کر کے کانپ گئی اس نے کہا تم جسے خدا کہتے ہو وہ کھاتا پیتا ہے، سوتا جاگتا ہے اور اسے سردی گرمی کا احساس ہوتا ہے

سفید پوش ۔ گرمی سردی کے احساس کا تو مجھے علم نہیں ۔ البتہ سنا ہے کہ ہمارا خدا کھاتا پیتا بھی ہے اور جاگتا سوتا بھی ہے لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔

عالیہ : تعجب ہے، تعجب ہے جو انسانوں کی طرح کھاتا پیتا، اٹھتا بیٹھتا اور سوتا جاگتا ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا "

سفید پوش : ایسا نہ کہو، خدا کو ساری باتوں کی خبر ہو جاتی ہے میں جانتا ہوں کہ تم مسلمان ہو ۔ مسلمان عقل سے خارج ہوتے ہیں ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ خدا اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے انسان بن کر آ سکتا ہے ۔ کیا اسے اس بات کی قدرت نہیں ہے ؟

عالیہ : خدا میں قدرت سب کچھ ہے ۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے جب وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رسول اور پیغمبر بھیجتا ہے تو اسے خود دنیا میں انسان بن کر آنے کی کیا ضرورت ہے پھر وہ ایسا لامحدود ہے کہ انسانی قالب میں سما ہی نہیں سکتا ۔ کیا تم نے اس

ہستی کو دیکھا ہے جسے تم خدا کہتے ہو ؟

سفید پوش : کس کی مجال ہے کہ اسے دیکھ سکے ۔ کس کی ایسی نظر ہے جو اس کے جلوہ کو دیکھنے کی تاب لا سکے وہ دیباے حریر کے پردوں میں رہتا ہے ۔ اپنے روئے منور پر نقاب ڈالے رہتا ہے اسی لئے اسے مقنع یعنی پردہ پوش کہتے ہیں"۔

عالیہ : تم نے کبھی اپنے خدا کو نہیں دیکھا ۔

سفید پوش : کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ نہیں سکتی ۔

عالیہ : نہ تم کبھی اس کے حضور میں گئے ۔

سفید پوش : کئی مرتبہ مجھے یہ شرف حاصل ہوا ہے جب اس کے حضور میں گیا ہوں مجھے اس سے ہم کلام ہونے کا فخر بھی حاصل ہوا ہے لیکن میں نے کبھی اس کا جلوہ نہیں دیکھا ایک روز اس کے چند مخصوص بندوں نے اسے سجدہ کر کے نہایت عاجزی سے اس سے درخواست کی کہ وہ پردہ اٹھا دے اور اپنا جلوۂ جہاں آرا دکھا دے اس نے کہا " اے آب و گل سے بنے ہوئے میرے بندو ! تم میرا جمال دیکھنے کی تاب نہ لا سکو گے مگر جب بندوں نے زیادہ اصرار کیا تو پردے خود بخود اٹھنے لگے لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے ۔ جب سب پردے اٹھ گئے تو تخت نظر آیا ، خدا تخت پر بیٹھا تھا ۔ ایک ایسی تجلی ہوئی جس نے دیکھنے والوں کی نظریں خیرہ کر دیں لوگ پھر سجدہ میں گر گئے اور پکار اٹھے " بس اے خدا بس ، ہم اس سے زیادہ دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے اگر تو نے اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دیا تو ساری دنیا جل کر خاک ہو جائیگی ۔ پردے خود بخود گرنے لگے ۔

خدا نے کہا ، ناسمجھ بندو ! مجھے دیکھنے کی کوشش نہ کرو ۔ اگر میں بے نقاب ہو جاؤں تو دنیا نہ و بالا ہو جائے ۔ تم نے یہ گستاخی کی کہ مجھے دیکھنے کی آرزو کی ، جاؤ توبہ اور استغفار کرو ، میری رحمت بڑی ہے ، تمہارے گناہ معاف کر دوں گا ۔ اسی روز سے وہ سب گوشہ نشین ہو کر توبہ استغفار کرنے لگے اور انھیں تبلیغ کی خدمت عطا کی اب وہ خراسان اور ماوراالنہر کے علاقوں میں تبلیغ کر رہے ہیں

تم ان لوگوں میں نہیں تھے جنہوں نے خدا کو دیکھنے کی درخواست کی تھی ۔

سفید پوش : نہیں

عالیہ : تم نے کس سے یہ قصہ سنا "

سفید پوش : ان لوگوں سے جنہوں نے خدا کو دیکھنے کی درخواست کی تھی ۔

خاتون نے کہا ۔ عالیہ تم نے بہت کچھ باتیں معلوم کرلیں اب اس گفتگو کو بند کردو "

ٹھیک ہے گفتگو بند کردو ۔ اب تم خدا کے حضور میں چل رہی ہو ۔ تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگی ۔ اسے جنت الارض کی حور تم بڑی خوش قسمت ہو تمہیں خدا نے خود یاد کیا ہے تم پر اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی ۔

عالیہ : میں اپنے اس خدا کی رحمتوں اور برکتوں کی امیدوار ہوں ۔ جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی میں عبادت کرتی ہوں تمہارے خدا سے مجھے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتی ہوں ۔

سفید پوش نے جلدی سے کہا " توبہ کرو توبہ ۔ اگر وہ خدا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں تم سے ناراض ہو گیا تو اس کے قہر و جلال سے تمہیں دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکے گی ۔

عالیہ : میرا خدا مجھے اس کے شر سے بچائے گا ۔

سفید پوش نے ہنس کر کہا " تمہارا خیالی خدا ہمارے خدا کے غضب سے تمہیں کیا بچا سکے گا ۔ جس خیالی جنت کا وعدہ تم سے تمہارے خدا اور تمہارے نبی نے کیا ہے وہ جنت ہمارے خدا کے پاس ہے ۔ میں ایک مرتبہ اس کا نظارہ کر آیا ہوں ۔ میں نے وہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کے بیان کرنے کی میری زبان میں قوت نہیں ہے ۔ بس یہ سمجھو وہ ایسی جنت ہے جسے دیکھ کر میں ایسا از خود رفتہ ہو گیا ہوں کہ اسے حاصل کرنے کے لئے مشکل سے مشکل کام کرنے کے لئے تیار ہوں ممکن ہے کہ تم بھی اس جنت کو دیکھ سکو ۔ اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو "

عالیہ اٹھ کھڑی ہوئی ۔ اس نے کہا " اطمینان رکھو ، میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی "

سفید پوش : ہمارے خدا کا ہمیں حکم ہے کہ اگر رضامندی سے نہ چلو تو زبردستی لے چلیں تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم رضامندی سے چلو۔"

عالیہ : میں نے ایک مرتبہ کہہ دیا کہ میں نہ جاؤں گی۔ سن لو، میں ہرگز نہ جاؤں گی۔ اگر تمہارے خدا میں قدرت ہے تو تم اس سے جاکر کہہ دو کہ مجھے خود اپنے پاس بلا لے۔

سفید پوش : ہم تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں اور ضرور لے جائیں گے۔ رضامندی سے نہ چلو گی تو زبردستی لے جائیں گے۔"

عالیہ کو طرارہ آگیا۔ حسن برہم ہوگیا۔ غصہ کی حالت میں وہ پریرو اور بھی دلربا بن گئی۔ اس نے کہا تمہاری یہ جرأت نہیں ہوسکتی۔"

سفید پوش نے بڑھ کر اس سیم تن کا بایاں نرم و نازک ہاتھ پکڑ لیا۔ عالیہ کو جوش آگیا اس نے خنجر نکال کر پھرتی اور چابک دستی سے سفید پوش کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ اس نے چیخ ماری۔ وہ گرا۔ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں اور تڑپنے لگا۔

عالیہ جلدی سے دوسرے سفید پوش کی طرف جھپٹی۔ دوسرے سفید پوش کے حواس جاتے رہے وہ نازنین کو خنجر بکف دیکھ کر بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا۔ عالیہ اس کے پیچھے دوڑی لیکن وہ اس کی زد سے باہر نکل کر بھاگتا چلا گیا۔

(۶)

عالیہ اپنی امی کے پاس واپس آئی ۔ اب تک اس کے چہرہ سے غضب اور غصہ کے آثار ظاہر تھے وہ غیظ و جلال کی دیوی بنی ہوئی تھی ۔ سفید پوش پڑا تڑپ رہا تھا ۔ طرح طرح کے منہ بنا رہا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی روح رگوں سے کھینچ رہی تھی ۔

خاتون نے عالیہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا " میری بہادر بیٹی تیری یہ جرأت قابل داد ہے ۔ چلو اب نماز پڑھ لیں ۔

عالیہ : چلئے ۔

یہ دونوں چلیں ۔ ٹیلہ سے نیچے اتریں رات پانی نے سبزہ کو پامال کر دیا تھا گھاس بچھ گئی تھی ۔ اس پہ لہریں سی بن گئی تھیں ۔ زمین نم تھی اگر اس پر گھاس نہ ہوتی تو پیر دھنسنے لگتے وہ قطعہ اراضی کو طے کر کے جنگل میں پہنچیں ، وہاں بے شمار گدے ٹہنے اور درخت گر پڑے تھے وہاں کی زمین دلدل سی ہو گئی تھی ۔ وہ شاخوں اور ٹہنیوں پر احتیاط سے قدم رکھتی ہوئی بڑھیں اور چشمہ کے کناروں پر پہنچیں ۔ چشمہ بل کھاتا ہوا جنگل میں سے بہہ رہا تھا ۔ رات بارش ہو جانے کی وجہ سے اس کا پانی گدلا ہو گیا تھا ۔ ان دونوں نے ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا اور چشمہ کے کنارے پر ہی کھڑے ہو کر نماز ادا کی ۔ نماز پڑھ کر دعا مانگی یہ ان کے دل ہی جانتے تھے کہ انھوں نے کیا دعائیں مانگیں ۔

اب خاتون نے کہا " عالیہ ، خدا کا شکر ہے ۔ رات ہم دونوں سونگھنے والے کتوں سے محفوظ رہے معلوم نہیں کتنے آدمی تھے وہ ۔

عالیہ : خدا نے ہماری حفاظت کی ۔ میرا خیال ہے وہ چار آدمی تھے ایک تو وہ ان میں سے

تھک کران کے ٹیلہ پر چڑھنے سے پہلے ہی ڈوب گیا۔ دوسرا ٹیلہ پر آکر گرا اور غرق ہوگیا۔ دو باقی رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے مار ڈالا اور دوسرا بھاگ گیا۔

خاتون : کم بختوں نے ہماری قیام گاہ معلوم ہی کرلی۔ جو شخص بچ کر بھاگ گیا ہے وہ ضرور کوئی فتنہ کھڑا کرے گا۔ عجب نہیں وہ رات ہونے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو لے کر آدھمکے۔

عالیہ : میرا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ امی جان کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ ہم اس جنگل میں کسی اور طرف نکل جائیں۔

خاتون : ہمیں ضرور یہاں سے چل دینا چاہیئے لیکن تیرا بھائی نصیر ہمیں کہاں تلاش کرے گا وہ ہمیں ٹیلہ پر اور اس چشمہ کے کنارہ پر نہ دیکھ کر پریشان ہوگا۔

عالیہ کے ایک حقیقی بھائی تھے۔ ان کا نام نصیر تھا۔ وہ اپنے دوست سعید سے ملنے صفد گئے تھے۔ عالیہ نے کہا مجھے بھائی جان کی طرف سے فکر ہوگیا ہے۔ تم کہتی تھیں وہ دن چھپنے سے پہلے آجائیں گے طوفان رات کو آیا ہے اس وقت تک انھیں آجانا چاہیئے تھا۔

خاتون : بے شک آجانا چاہیئے تھا وہ پہلے بھی جب کبھی صفد گیا تھا۔ مغرب کی نماز سے پہلے واپس آگیا تھا۔ رات اس کا نہ آنا ضرور کوئی معنی رکھتا ہے۔

عالیہ : جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے ہمیں رات کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا جب کبھی شکار کو یا کسی شہر میں گئے دن چھپنے سے پہلے واپس آگئے مگر کل واپس نہیں آئے مجھے ساری رات ان کا خیال رہا ہے۔"

خاتون : مجھے بھی خیال رہا ہے میں تیری وجہ سے خاموش رہی مجھے خوف ہے کہ نقاب پوش پیغمبر کے آدمیوں کا تو کہیں سامنا نہیں ہوگیا۔

عالیہ : اوہ امی جان آپ کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ضرور اس بدبخت کے آدمی بھائی جان سے ملے ہوں گے اور ــــ خدا نہ کرے کہ انھوں نے انھیں گرفتار کرلیا ہو۔

خاتون : ایسی بدفال منہ سے مت نکالو بیٹی! میں نے سنا ہے کہ نقاب پوش پیغمبر کے آدمی جب کسی مسلمان کو گرفتار کرتے ہیں تو اسے اول اپنے پیغمبر کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ مسلمان اسے اپنا پیغمبر اور پیغمبر کیا خدامان کر سجدہ کرلیتا ہے تو وہ اسے اس امر کی مبہر کرادیتا ہے جو اس نے مسلمانوں

کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے بنائی ہے اور جو مسلمان سجدہ نہیں کرتا اسے آگ میں ڈلوا دیتا ہے تیرا بھائی یعنی میرا بیٹا نصیر ایسا سچا اور پکا مسلمان ہے کہ وہ اس رانڈ کی درگاہ کو سجدہ کرنا تو در کنار اس کے لئے کوئی تعظیمی لفظ بھی نہ کہے گا۔

عالیہ : خدا میرے بھائی جان کی حفاظت کرے گا لیکن اگر خدانخواستہ وہ گرفتار ہو گئے اور اس نقاب پوش پیغمبر نے انہیں جلوا دیا تو میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اسے بھی زندہ آگ میں جلا ڈالوں گی۔

اس وقت اس کا چہرہ جوش و غضب سے سرخ ہو گیا تھا۔ خاتون نے کہا "خدا تیرے اس جوش اور اس ہمت کو قائم رکھے۔ آؤ ہم ٹیلہ پر واپس چلیں۔

عالیہ : مگر امی جان ! ٹیلہ کو مرتد لوگوں نے دیکھ لیا ہے۔ انھیں ہماری رہائش گاہ کا پتہ لگ گیا ہے ایک آدمی ان میں سے بھاگ کر جا چکا ہے۔ یقیناً وہ اور آدمیوں کو لے آئے گا اس لئے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ٹیلہ پر جانے کی بجائے پوشیدہ رہیں۔

خاتون : تیرا مشورہ تو مناسب ہے لیکن اگر نصیر آگیا تو ہمیں کہاں تلاش کرے گا۔

عالیہ : یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ جب تو ہمیں ٹیلہ پر ہی بیٹھ کر بھائی جان کے آنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ آؤ چلیں۔

دونوں اٹھیں اور چلیں۔ جنگل سے نکل کر سبز قطعہ میں آئیں اور راستہ طے کر کے ٹیلہ پر چڑھ گئیں۔ سفید پوش کی لاش وہاں اب تک پڑی تھی۔ عالیہ نے کہا کیسی بھیانک صورت ہو گئی ہے اس مرتد کی۔

خاتون : تعجب یہ ہے کہ زیادہ تر مسلمان ہی بہک کر مرتد ہو گئے ہیں۔ پروردگار عالم کو چھوڑ کر ایک انسان کو خدا مان بیٹھے ہیں۔ اگر مرنے کے وقت ان کی صورتیں خوفناک اور بھیانک نہ ہوں گی تو اور کیسی ہوں گی۔"

عالیہ : میں اس کی لاش کھینچ کر ٹیلہ سے نیچے ڈال دوں۔

خاتون : ٹھیک ہے، ڈال دو۔

عالیہ نے سفید پوش کی ٹانگ پکڑ کر کھینچی اور ٹیلہ سے نیچے پھینک آئی۔

اس عرصہ میں خاتون نے اپنا وہ سامان تلاش کیا جو انھوں نے چادر میں بندھا ہوا چھوڑ دیا تھا وہ سامان جوں کا توں بندھا پڑا تھا۔ جس چادر میں وہ باندھا گیا تھا وہ بھی موم جامہ کی تھی اس لئے پانی اندر نہیں پہنچا تھا۔ رات اندھیرے کی وجہ سے شاید سفید پوشوں کو یہ سامان نظر نہیں آیا اور اس لئے وہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکے۔

خاتون نے سامان نکالا۔ عالیہ نے واپس آکر مشکیزہ تلاش کیا وہ جھونپڑی کے نیچے دبا پڑا تھا اس نے اسے نکالا۔ کچھ لکڑیاں بھی تھیں۔ اول عالیہ نے ہاتھ دھوئے پھر لکڑیاں سلگائیں۔ خاتون نے سوکھا ہوا گوشت پتیلی میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ دونوں چپ چاپ آگ کے پاس بیٹھ گئیں۔

تھوڑی دیر میں گوشت گل گیا۔ انھوں نے ایک رکابی میں نکال کر کھانا شروع کیا۔ کھا کر پانی پیا اور نصیر کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگیں۔

چونکہ مطلع صاف ہو چکا تھا۔ اس لئے آفتاب نکل آیا اور اس کی سنہری کرنیں تمام ٹیلہ اور جنگل میں پھیل گئی تھیں۔ رفتہ رفتہ آفتاب اونچا ہوتا گیا اور اس کی شعاعیں سنہری سے سفید ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور اب دھوپ چاروں طرف پھیل گئی۔ عالیہ نے کہا۔ امی — بھائی جان تو ابھی تک نہیں آئے۔

خاتون : مجھے طرح طرح کے واہمے ستانے لگے ہیں۔ خدا بہتر کرے۔

جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا ان دونوں کو غم و فکر لاحق ہوتا جاتا تھا۔ جب دوپہر ڈھلنے لگی تو عالیہ نے کہا " امی، اب مجھے بھائی جان کی تلاش میں جانا چاہیئے

خاتون نے حیرت سے عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا تو شہر جائے گی۔

عالیہ : جی ہاں، بھائی جان کے کپڑے موجود ہیں۔ میں مردانہ لباس پہن کر جاؤں گی۔

خاتون : مگر تو نسائیت اور اپنی رعنائی کو کیسے چھپا لے گی۔ خدا نظر بد سے بچائے تری صورت ایسی پیاری ہے کہ لاکھ لباس بدل کر جائے گی پہچان لی جائے گی۔

اس وقت دور سے ایک آدمی آتا ہوا نظر آیا۔ عالیہ نے کہا " دیکھئے وہ سامنے

سے کوئی آرہا ہے۔ خدا جانے کون ہے "۔

خاتون نے آنکھوں پر ہاتھ کی ہتھیلی کا چھجہ قائم کر کے غور سے دیکھا وہ ایک دم خوش ہو کر بولیں "یہی سعید ہے۔ سعید، خدا کا شکر ہے! اس سے نصیر کا پتہ چل جائے گا۔

دونوں آنے والے کو دیکھنے لگیں۔ وہ تیزی سے بڑھا چلا آرہا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹیلہ پر چڑھ آیا۔ عالیہ نے دیکھا وہ نوجوان تھا۔ نہایت خوبرو نوجوان، یہی سعید تھا۔ اس نے دعا دی سعید نے جب پیکر حسن و شباب عالیہ کو دیکھا تو لڑکھڑایا۔ خاتون نے جلدی سے پوچھا "نصیر کہاں ہے؟ سعید"

سعید ہوشیار ہو گیا۔ انھوں نے کہا میں بتاؤں گا۔ کیا آپ اس کا حال سننے کیلئے تیار ہیں۔؟"

خاتون سمجھ گئی کہ نصیر کو ضرور کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ اس نے کہا میں بری سے بری خبر سننے کے لئے تیار ہوں۔

سعید: افسوس میں بری ہی خبر لے کر آیا ہوں "۔

سعید بیٹھ گیا، عالیہ اور خاتون اس کو دیکھنے لگیں۔

(۷)

سعید نے خاتون سے مخاطب ہوکر کہا "آپ جانتی ہیں کہ نصیر سے میری پہلی ملاقات
اس جگہ سے کچھ فاصلہ پر جنگل میں ہوئی تھی ۔ وہ بھی شکار کھیلنے کے لئے گئے تھے اور میں بھی
شکار کھیلنے آیا تھا ۔ اتفاق سے دونوں مل گئے اور نصیر مجھے یہاں اپنی قیام گاہ پر لائے
مجھے انھوں نے بتادیا کہ وہ کون ہیں اور اس خوف ناک جنگل میں کیوں رہتے ہیں مجھے ان سے
ہمدردی ہوگئی اور میں نے یہ کوشش کی کہ وہ شہر صغد میں چل کر رہیں ۔ انھوں نے وعدہ
کرلیا اور اس شرط کے ساتھ کہ پہلے دارالخلافہ بغداد میں جاکر خلیفہ کو اپنی روداد سنالیں اس کے بعد
شہر سغد میں آکر رہیں گے ۔

وہ اکثر مجھ سے ملنے شہر صغد جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی میں بھی ان سے ملنے یہاں آ
جاتا تھا ایک عرصہ سے اہل صغد ایک شخص کے حالات سن رہے تھے ۔ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا
تھا اس کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ نقاب پوش رہتا ہے اور مقنع کے نام سے مشہور ہے ۔ مجھے یہ
بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ ملک خراسان کے لوگ ضعیف الاعتقاد ہیں وہ سچے اور پکے
مسلمان نہیں ہیں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی نے کسی قسم کا دعویٰ کیا لوگ بجائے تعداد میں اس
کے پیروکار ہوگئے گویا یہ سرزمین ریاکار لوگوں کے لئے بڑی سازگار رہی ہے ۔

مقنع نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کے با اثر لوگ اس کے پیرو
ہوگئے چنانچہ ماوراءالنہر کے علاقہ ہی میں اس نے قیام کر دیا اور نارسا شیق کش کے قلعہ جات
اور مستحبرہ میں اپنی رہائش گاہ قائم کرلی ۔ ہزاروں مسلمان مرتد ہوکر اس کے پیرو ہوگئے ۔
بخارا بھی بہک کر اس نبی کو ماننے لگے ۔

تھوڑے ہی عرصہ میں مقنع کے مبلغ شہر صغد میں بھی آگئے اور شہر کے بڑے لوگوں یعنی رئیسوں اور امیروں نے مقنع کا طریقہ قبول کر لیا۔ یہ بات عام مسلمانوں کو ناگوار ہوئی مگر وہ رئیسوں کے سامنے کیا بول سکتے تھے۔ پھر بھی عام مسلمانوں نے مقنع کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ لیکن رئیس اور امیر لوگ عوام کو بہکانے لگے۔

اس عرصہ میں معلوم ہوا کہ ترکوں کی بھاری تعداد نے مقنع کا مذہب قبول کر لیا ہے اور انکی وجہ سے مقنع کی قوت و طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اس نے سلطنت کے ٹھاٹھ پھیلا دیئے ہیں اور حکومت کرنے لگا ہے۔

اس کے چند ہی روز بعد مشہور ہوا کہ وہ نبی سے خدا بن گیا ہے اور اپنے آپ کو سجدہ کراتا ہے اس خبر سے شہر صغد کے وہ لوگ جو اس کے مذہب میں داخل ہو گئے تھے عجب کشمکش و پیچ میں پڑ گئے وہ انسان کو نبی تو مان سکتے تھے لیکن خدا ماننے کو تیار نہیں تھے۔ ابھی ایسے تذبذب کا لوگ کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ مقنع کے مبلغ آگئے۔ ان امیروں اور رئیسوں نے ان سے مباحثے شروع کر دیئے جنہوں نے مقنع کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ مبلغ ان میں سے کئی مشہور اور باا ثر لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئے جب وہ وہاں سے واپس آئے تو مقنع کے بندے بن چکے تھے۔

انھوں نے بتایا کہ مقنع واقعی خدا ہے۔ خدائی لوازمات اس کے ساتھ ہیں اس نے اپنی قدرت سے دنیا میں بہشت بنا لی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ تمام باتیں اس میں موجود ہیں۔ ایسی حوریں ہیں جن کا جلوہ دیکھ کر انسان بے خود ہو جائیں ایسے ایوانات ہیں جو فانی انسان نے فانی نظروں سے کبھی نہیں دیکھے ایسے باغات اور باغیچے ہیں جو دنیا میں کہیں نہیں مل سکتے۔

غرض ان لوگوں نے واقعات کچھ اس طرح بیان کئے کہ ہزاروں آدمی بہک گئے مگر پھر بھی جو پکے مسلمان تھے وہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

اب ان امیروں نے جو مقنع کو خدا مان چکے تھے یہ کوشش شروع کی کہ شہر کے تمام لوگوں کو اپنا ہم خدا بنا لیں لیکن مسلمان اس کے لئے تیار نہ ہوئے چنانچہ مقنع کے پیروؤں اور مسلمانوں میں مناقشے شروع ہو گئے اگرچہ مسلمان کمزور تھے لیکن وہ دبتے نہیں تھے۔

میں نے نصیر کو سمجھا دیا تھا کہ وہ پردہ پوش پیغمبر کے پیروؤں سے نہ الجھیں۔ وہ بڑے بد باطن اور شریر ہیں مسلمانوں پر الزام لگا کر انھیں گرفتار کر لیتے ہیں۔ اول تو نصیر جاتے ہی بہت کم تھے اور اگر جاتے بھی تو مریدوں میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ نکل گئے تو مقنع کے کئی مبلغ آئے ہوئے تھے انھیں نصیر کی تلاش تھی جب میں نے سنا تو مجھے بڑا تعجب ہوا۔ حیرت یہ تھی کہ وہ نصیر کو کس طرح جانتے ہیں اتفاق سے نصیر میرے پاس پہنچ گئے میں نے انھیں بتا دیا کہ مقنع کے مبلغ ان کی تلاش میں ہیں وہ قیام نہ کریں فوراً واپس چلے جائیں انھیں جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ میں نے خرید کر لا دیں وہ مجھ سے رخصت ہو کر چلے آئے مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں ان کے ساتھ شہر سے باہر تک نہیں آیا۔ مجھے یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ وہ مقنع کے مبلغوں کو مل جائیں گے۔

سعید بیان کر رہا تھا اور رضا خاتون اور عالیہ نہایت غور اور توجہ سے سن رہی تھیں کبھی کبھی سعید عالیہ کو بھی دیکھ لیتا تھا عالیہ جوں جوں اپنے بھائی کا حال سنتی جاتی تھی کچھ مضطرب ہوتی جاتی تھی۔ سعید جب کہتے کہتے رک گیا تو بے ساختہ عالیہ نے کہا پھر کیا ہوا؟۔ سعید نے کہنا شروع کیا "نصیر میرے پاس سے چلے آئے تھے مجھے اطمینان تھا کہ وہ شہر سے نکل گئے لیکن جب میں عصر کی نماز پڑھ کر لوٹ رہا تھا تو میں نے چند آدمیوں کو سرگوشیاں کرتے دیکھا۔

جب سے نئے مبلغ صغد میں آئے تھے اکثر لوگ بازاروں اور گزرگاہوں میں سرگوشیاں کرتے ملتے تھے چونکہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اس لئے میں نے کوئی زیادہ توجہ نہیں کی اور وہاں سے چل پڑا ایک شخص میرا واقف تھا اس نے مجھے آواز دی جب میں وہاں پہنچا تو اس نے کہا" ابھی معلوم ہوا ہے کہ نصیر گرفتار کر لئے گئے۔

مجھ پر بجلی گری۔ میں نے پوچھا "کس سے سنا ہے تم نے؟

انھوں نے جواب دیا میں نے کئی آدمیوں سے سنا تھا اور ایک مبلغ سے اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے"

میں نے کہا" مفصل سناؤ، کیا ہوا، کیسے ہوا؟

انھوں نے کہا" میں نے مبلغ سے پوچھا تھا کہ نصیر سے کیا قصور ہوا۔ انھیں گرفتار کر لیا۔ ہمیں یہ معلوم تھا کہ نصیر تمہارے دوست ہیں اور کہیں باہر رہتے ہیں کبھی کبھی تم سے ملنے آ جاتے ہیں مجھے اور دوسرے ان لوگوں کو جنھوں نے نصیر کی گرفتاری کی خبر سنی یہ خیال تھا کہ شاید انھوں نے بحث

مباحثہ کیا ہو۔ مقناحی مباحثہ نہیں کرتے تھے بلکہ مباحثہ کرنے والوں کو گرفتار کر لیتے تھے۔
مبلغ نے بتایا کہ نصیر نے مباحثہ نہیں کیا بلکہ ان کی ایک بہن ہے جو چندرے آفتاب اور چندرے ماہتاب ہے
مقنع اسے ارم میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ نصیر کو انکار ہے اس لئے وہ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ مجھے بڑا افسوس
ہے۔ میں نے اپنے اوپر نفریں کی انھیں شہر سے باہر پہنچا کر مجبوراً آیا میں اسی وقت امیر شہر کے پاس گیا۔
اس سے نصیر کے متعلق دریافت کیا وہ ہنسا اس نے کہا "نصیر گرفتار نہیں کئے گئے ہیں لیکن انھیں
بسیام میں خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لئے لیجایا گیا ہے۔
میں نے گھبرا کر پوچھا کب لے گئے ہیں انھیں ؟ اس نے کہا جب وہ مبلغوں کو ملے اسی وقت لیجائے
گئے ہیں لیکن تم کیوں دریافت کرتے ہو انھیں۔ میں نے بتایا کہ وہ میرے دوست ہیں۔
اس نے کہا جب تو تم ان کی بہن سے واقف ہو گے سنا ہے بڑی حسین اور پری رخسار ہے۔
میں نے کہا میں ان کی بہن سے واقف نہیں ہوں اسے بڑا تعجب ہوا۔ اس نے شاید میری بات کا
اعتبار نہیں کیا کہنے لگا "تم ان کی بہن کو نہیں جانتے حیرت ہے تمام خراسان اور ماوراء النہر میں اس کے
حسن کی شہرت ہے"۔
میں نے کہا "ہو گی"۔
میں وہاں سے چلا آیا۔ مجھے نصیر نے بتایا تھا کہ ان کے ساتھ جنگل میں ان کی والدہ اور بہن
رہتی ہیں۔ جب کبھی میں یہاں آیا آپ سے شرف ملاقات حاصل ہوا مجھے ادھر تو نصیر کا خیال تھا ادھر
آپ دونوں کا۔ بڑی دیر تک اسی کشمکش میں مبتلا رہا کہ پہلے نصیر کی خبر لینے بسیام جاؤں یا آپ پہلے اپنے
گھر سے آؤں آخر میں نے یہی طے کیا کہ پہلے آپ کو اپنے گھر لے آؤں پھر بسیام جاؤں میں رات
ہی کو آجاتا لیکن نصیر کے حالات دریافت کرنے اور یہ طے کرنے میں کہ پہلے کیا کروں مغرب کا وقت ہو
گیا اور جب مغرب کی نماز پڑھ کر آیا تو باد و باراں کا طوفان آگیا اس کے فرو ہونے کا انتظار رہا رات بڑی بے چینی
اور بے کلی میں گزاری۔ صبح کی نماز پڑھتے ہی چل پڑا اور یہاں آگیا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو پا لیا۔
خاتون نے ٹھنڈا سانس لیا۔ عالیہ کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں سعید ان کے غم کو سمجھ گئے انھوں
نے کہا "غم نہ کرو۔ خدا نے چاہا تو میں نصیر کو اپنے ساتھ لاؤں گا۔

(۸)

خاتون نے کہا" بیٹا، میں نے سنا ہے کہ مقنع جن آدمیوں کو گرفتار کر لیتا ہے اگر وہ اسے سجدہ نہیں کرتے تو انھیں جلا ڈالتا ہے۔"

سعید : یہ صحیح ہے لیکن نعیم کا معاملہ اور ہے وہ دراصل ان سے عالیہ کا پتہ معلوم کرنا چاہے گا۔ میرا خیال ہے وہ انھیں لالچ تو بہت کچھ دے گا لیکن ان پر سختی نہ کرے گا۔

عالیہ، سعید کو دلفریب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ سعید کی نظر اس بت سیم تن پر جا پڑی وہ کچھ محجوب ہو گئی۔

خاتون نے کہا" اس برقعہ پوش پیغمبر کے آدمی رات یہاں آئے تھے۔"

اس کے بعد خاتون نے سفید پوشوں کے آنے اور عالیہ کا ایک سفید پوش کو قتل کرنے کے واقعات سنائے۔

سعید نے کہا" خدا نے بڑا فضل کیا حقیقت یہ ہے کہ مسلم دوشیزہ کا جوش اور جرأت جوانوں ہی کے برابر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنی بیٹیوں کی بہادری پر ہمیشہ فخر ہوتا رہا ہے۔

خاتون : مجھے بھی عالیہ پر بڑا فخر ہے۔ میری بچی نہایت بہادر اور بڑی غیور ہے۔

سعید : جیسے بہادر اور نڈر بھائی ہیں ویسی ہی بہن بھی ہے اور یہ سب آپ کی تربیت کا نتیجہ ہے۔

خاتون نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا" میں اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت کیا دے سکتی تھی ان کے باپ نے انھیں ہر علم و فن کی تعلیم دی اور انھیں بہادر، نڈر، دلیر اور حسین بنایا۔"

سعید : اچھا تو اب آپ میرے ساتھ چلیں؟

خاتون : تمہیں شاید یہ بات معلوم نہیں کہ ہم شہر میں جا کر کیوں نہیں رہ سکتے۔

سعید : مجھے کچھ باتیں نصیر نے بتائی تھیں۔ لیکن مفصل حالات معلوم نہیں ہیں۔ میرا مکان ایسی جگہ واقع ہے کہ وہاں غیر مسلم تو کیا مسلمان بھی بہت کم پہنچتے ہیں۔ وہاں رہتے ہوئے تم دونوں کے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہ ہوگا۔

خاتون : مگر میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔

سعید : اب یہ جگہ خطرناک ہو گئی ہے سفید پوشوں نے اس مقام کو دیکھ لیا ہے ان کے دو آدمی یہاں غرق ہو گئے ہیں ایک کو عالیہ نے مار ڈالا ہے ایک بھاگ گیا ہے۔ وہ بھاگا ہوا شخص ضرور مدد لے کر آئے گا۔ شاید یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مقنع کی حکومت اس علاقہ میں قائم ہو گئی ہے۔ خراسان اور ماوراالنہر اس کے قبضہ میں چلے گئے ہیں۔ اس کی فوجیں بڑے بڑے شہروں میں آگئی ہیں۔ یہ فوجی یا تو وہ مرتد ہیں جو کبھی مسلمان تھے مگر ان کے عقائد پختہ نہیں ہوئے تھے اور اب وہ مقنع کے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں یا وہ ترک ہیں جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس نواح کے تمام مسلمان ان کے دین میں داخل ہو کر مرتد ہو جائیں۔ اسلئے وہ مسلمانوں پر بڑی بے رحمیاں اور سختیاں کرتے ہیں۔ خود مقنع ان مسلمانوں کو جو اسے سجدہ نہیں کرتے زندہ آگ میں جلوا دیتا ہے آپ مسلمان ہیں، عالیہ بھی مسلمان ہے اس کے علاوہ مقنع کو عالیہ کی تلاش بھی ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ سفاک سفید پوش آپ دونوں کو گرفتار کر کے لے جائیں گے۔

خاتون کچھ سوچنے لگیں۔ سعید نے کہا "اب سوچنے کا وقت نہیں ہے جلد چلئے کہیں ہمارے روانہ ہونے سے پہلے ہی دشمن یہاں نہ آجائیں"۔

خاتون نے عالیہ کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اس کی رائے معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ عالیہ نے کہا آپ شاید میری رائے معلوم کرنا چاہتی ہیں امی جان، لیکن بھلا میری رائے کیا۔ جو آپ کی رائے ہو، وہی میری رائے ہے۔

خاتون نے سعید سے مخاطب ہو کر کہا "بیٹا کہیں ہماری وجہ سے تم پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے"

سعید : اول تو اس بات کی امید نہیں اور اگر مجھ پر کوئی بلا آ بھی جائے تو مجھے اس کی مطلق

بھی پرواہ نہ ہو گی بلکہ یہ خوشی ہو گی کہ میں نے اپنے ایک دوست کے گھر والوں کی مدد کی۔"

خاتون : لیکن ہم کس طرح چل سکیں گے۔ کوئی سواری تو ہمارے پاس ہے ہی نہیں۔

سعید : میں دو خچر لایا ہوں دونوں ان پر سوار ہو لینا۔"

خاتون : اور تم بیٹا ؟

سعید : میں تمہارے جلو میں چلوں گا امی جان ۔ اگر نصیر ہوتے تو وہ بھی تو ایسا ہی کرتے۔

خاتون نے ٹھنڈا سانس لیا۔ عالیہ کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں ۔ سعید نے عالیہ کو دیکھا اس کا غمزدہ چہرہ انہیں اور بھی بھلا معلوم ہوا۔

خاتون نے کہا " نصیر — خدا اسے محفوظ رکھے میں اس کے ملنے سے مایوس ہو چلی ہوں۔"

سعید : مایوس نہ ہو جایئے ، خدا کی رحمت پر نظر رکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ یعنی " اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو۔"

خاتون : اللہ کا یہ فرمان ہی میری کچھ ڈھارس بندھائے ہوئے ہے ورنہ جب میں نے سنا تھا کہ نصیر گرفتار ہو گیا ۔ اسی وقت سینہ پھٹ جاتا اور کلیجہ کے ٹکڑے سینہ سے باہر نکل آتے۔ تم نہیں جان سکتے مجھے عالیہ اور نصیر سے کس قدر محبت ہے ۔ یہ دونوں میری دکھی زندگی کا سہارا ہیں ۔ میں نے انہیں بڑی تکلیفیں اٹھا کر پالا ہے۔

سعید : خدا کے فضل سے میری والدہ بھی زندہ ہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کس قدر مجھ سے محبت کرتی ہیں ۔ مجھے آپ کے غم اور دکھ کا احساس ہے میں آپ کا غم دور کرنے کے لئے وہ سب کچھ کروں گا جو میرے امکان میں ہے ۔

خاتون : میں جان گئی ہوں تم اپنے دوست کے لئے ہاتھ پیر مارو گے لیکن مقنع کا مقابلہ کیسے کرو گے ۔ تم نے ہی مجھے بتایا ہے کہ اس علاقہ میں اس کی فوج کی حکومت قائم ہو چکی ہے اس کے حکام سخت گیر ہیں ۔ اس کی فوجیں موجود ہیں وہ مسلمانوں پر سختیاں کرنا ثواب سمجھتے ہیں اوّل تو تم تنہا ہو۔ اگر چند اور مسلمان تمہارے ساتھی بھی ہو جائیں تو تمہاری تھوڑی سی جمعیت مقنع کے ساتھیوں کا کیا بنا لے گی ؟

سعید : میں یہ جانتا ہوں کہ میں اور میرے ساتھی مقنع کے سفید پوشوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے

لیکن میں نے جو تدبیر سوچی ہے۔ اگر خدا نے اس میں کامیاب کر دیا تو مجھے یقین ہے کہ سفید پوشوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ مقنع بھی گرفتار کر لیا جائے۔

خاتون اور عالیہ دونوں نے حیرت سے ان کی بات سنی۔ خاتون نے بے اعتباری کی نگاہوں سے انھیں دیکھ کر کہا "ایسا کیسے ہو سکتا ہے بیٹا؟"

سعید: میں آپ کی نظروں سے یہ بات سمجھ گیا کہ آپ کو میری بات سن کر سخت تعجب ہوا ہے، تعجب ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ میں نے ایسی بات کہی ہے جو یقین کے قابل نہیں ہے۔ لیکن میرے دل میں جو تجویز ہے اسے آپ نے ابھی نہیں سنا ہے اسے سنیئے میں نے سوچا ہے کہ یہاں سے آپ کو لے کر صغد میں یا کسی اور محفوظ مقام پر پہنچا دوں اور وہیں اپنی والدہ کو بھی لے جاؤں آپ سب کی حفاظت کا انتظام کر کے میں بغداد جاؤں اور خلیفہ مہدی عباسی کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کروں۔ وہ بڑے نیک، خدا ترس اور مسلمانوں کے ہمدرد ہیں۔ یقیناً میری فریاد پر لبیک کہیں گے اور خلیفہ کی اسلامی فوجیں اس علاقہ میں آ کر مرتدوں کا خاتمہ کر ڈالیں گی۔ مسلمانوں کو سفید پوشوں کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں گی اور مقنع کو گرفتار کر لیں گی۔

خاتون کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ انھوں نے کہا "یہ تجویز تمہاری نہایت مناسب ہے۔ بشرطیکہ خلیفہ مہدی تیار ہو جائیں۔

وہ زمانہ خلیفہ مہدی کا عہد تھا۔ عباسی خلافت قائم ہو چکی تھی اور سلسلہ عباسیہ میں مہدی تیسرے خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت کو قائم کئے ہوئے صرف ایک سال ہوا تھا۔

سعید نے کہا "کچھ مسلمان بغداد گئے تھے۔ وہ خلیفہ سے تو مل نہیں سکے وزیر اعظم وغیرہ سے ملے تھے انھوں نے بہت امید دلائی ہے۔ میرا خیال ہے خلیفہ نے خفیہ تحقیقات شروع کر دی ہے۔ جہاں انھیں تمام حالات معلوم ہوئے اور انھوں نے مقنع پر لشکر کشی کی۔

خاتون: خدا ایسا ہی کرے جب تک خلیفہ مہدی اپنی تمام قوت کے ساتھ حملہ نہ کریں گے اس وقت تک اس بدبخت مقنع کا قلع قمع نہ ہوگا۔

سعید: خلیفہ کی قوت بفضلہ تعالیٰ بہت بڑی ہے تمام قوت ایک معمولی غاصب کے

لئے استعمال کرنا کیا ضروری ہے ۔ تھوڑی سی فوج ہی اس کا خاتمہ کر ڈالیں گی ۔

خاتون :۔ انشاء اللہ

سعید : اچھا تو چلئے، تیار ہو جائیے ۔

خاتون : ہمیں تیاری ہی کیا کرنی ہے ہمارا مختصر سامان بندھا رکھا ہی ہے چلو اٹھالیں ۔

سعید نے وہ گٹھری دیکھی جو بندھی رکھی تھی ۔ اس نے گٹھری اٹھائی خاتون اور عالیہ ان کے ساتھ ہولیں ۔ تینوں ٹیلہ سے نیچے اترے ۔ سبزہ زار قطعہ کو طے کر کے جنگل میں گھس گئے تھے ۔

اس جنگل میں اس کثرت سے درخت تھے اور ان کی شاخیں اس طرح آپس میں گتھم گتھی تھیں کہ آدمی بڑی مشکل سے اس میں سے گزر سکتے تھے ۔ کسی جانور کا گزرنا دشوار تھا ۔

یہ لوگ جنگل کو طے کر کے میدان میں نکلے سعید دو خچر لے آئے ۔ ایک خچر پر خاتون اور عالیہ سوار ہو گئیں اور دوسرے پر سعید گٹھری لے کر بیٹھ گئے ۔ ان تینوں نے تھوڑا ہی فاصلہ کیا تھا کہ سامنے سے سفید پوش سواروں کا دستہ آتا نظر آیا ۔ یہ تینوں حیرت سے دستہ کی طرف دیکھنے لگے ۔

(۹)

اس وقت دوپہر ڈھل چکی تھی ۔ دھوپ میں حدت آگئی تھی سواروں کا دستہ گھوڑے دوڑائے چلا آرہا تھا ۔ سعید نے کہا "معلوم ہوتا ہے یہ آپ کی ہی تلاش میں آرہے ہیں "

خاتون : شاید"

سعید : غالباً انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے ۔

خاتون : میرا خیال بھی ایسا ہی ہے "

سعید : اگر ہم راستہ سے ہٹ کر کھیتوں میں گھس جائیں ۔

خاتون : یہ مناسب رہے گا ۔ کیونکہ اگر یہ ہماری تلاش میں ہیں تو ہمارے پیچھے ہی آئیں گے اور اگر ہماری تلاش میں نہیں ہیں تو سیدھے نکلے چلے جائیں گے ۔

سعید : ٹھیک ہے ۔

انھوں نے اپنے خچر کھیتوں کی طرف بڑھا دیئے ۔ سعید اپنے خچر سے نیچے اتر کر اس کی باگ کھینچتے ہوئے چلا ۔

دوسرا خچر اس خچر کے پیچھے چلا ۔ انھوں نے یہ کوشش کی کہ سامنے جو چند درختوں کے جھنڈ ہیں ان میں گھس کر چھپ جائیں ۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ سواروں کا دستہ سڑک کے کنارے پر آکر رک گیا اور چند سوار گھوڑوں سے اتر کر ان کے پیچھے دوڑے ۔ انھیں سب سے آگے وہ سفید پوش تھا جو عالیہ کے مقابلہ سے خوف کھا کر بھاگا تھا ۔

خاتون ، عالیہ اور سعید تینوں اس دستہ کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ انھوں نے اسے رکتے

اور ان میں سے چند آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

خاتون نے کہا۔ یہ لوگ ہمارے تعاقب میں ہی ہیں۔

سعید: مجھے پہلے ہی سے یہ خیال تھا۔ بڑھے چلے آؤ۔ وہ آ رہے ہیں آنے دو؟

سعید خچر کو کھینچتے ہوئے تیزی سے چلے۔ خاتون نے اپنا خچر بڑھایا اور کہا۔ مناسب یہ ہے کہ تم خچر پر سوار ہو کر نکل جاؤ۔ ورنہ سیاہ قلب اور سفاک لوگ تمہیں مار ڈالیں گے اور ہمیں گرفتار کر لیں گے۔

سعید: میں اپنی جان کے خوف سے بھاگ جاؤں اور تمہیں یہیں چھوڑ جاؤں کیا میری حمیت اس بات کو گوارا کرلے گی؟

خاتون: مناسب یہی ہے اگر تم ان سے لڑو گے تو چونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے تمہاری کامیابی کی کوئی امید نہیں ہے۔ بلکہ اندیشہ یہی ہے کہ وہ کہیں تمہیں قتل نہ کر ڈالیں۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو اپنے دوست نصیر اور ہمیں چھڑانے کی تدبیر کر لو گے۔

خاتون نے بات معقول کہی تھی سعید سوچنے لگا کہ کیا یہ مناسب ہے کہ وہ چلے جائیں اور خاتون اور عالیہ کو وحشی سفید پوشوں کے رحم و کرم پر چھوڑ جائے اسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ وہ چل دے مگر اتفاق سے ان کی نظر معصوم حور عالیہ پر پڑ گئی وہ حسین نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی فوراً ہی اس کا خیال بدل گیا۔ وہ اس دختر اسلام کو خونخوار انسانوں کے چنگل میں چھوڑنے کو تیار نہ ہوا۔ بلکہ وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ انھیں ان کے ہاتھ سے بچانے کے لئے جان کی بازی لگا دے۔ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس معرکہ میں ان کی جان کی خیر نہیں۔

چند سفید پوش گھوڑے دوڑاتے چلے آ رہے تھے انھوں نے اپنا خچر روک لیا خاتون نے بھی اپنا خچر روکا اور جلدی سے کہا بھاگ جاؤ سعید بھاگ جاؤ۔

سعید نے اطمینان کے لہجہ میں کہا میں تمہیں ان درندوں میں چھوڑ کر ہرگز نہ بھاگوں گا۔

خاتون: ایسی غلطی نہ کرو، وہ تمہیں ضرور مار ڈالیں گے۔

سعید: اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میری محبت اور غیرت اس بات کو گوارا نہیں کر سکتی کہ محترم خاتون اور ایک عرب دوشیزہ کو وحشی انسانوں میں چھوڑ جاؤں۔

عالیہ نے کہا "موقع اور وقت کو دیکھتے ہوئے یہی مناسب ہے کہ آپ چلے جائیں"۔
یہ مختصر فقرہ اس نے سعید کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سعید کی نظر بھی اس ماہ پارہ پر جا پڑی نگاہیں ٹکرا گئیں۔ عالیہ نے فوراً اپنی نظریں نیچی کر لیں سعید کو اس کی آواز ایسی دل کش معلوم ہوئی جیسے کوئی فردوسی حور بول رہی ہو۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ تم دونوں کی ماں بیٹی کی یہ دلی تمنا ہے کہ میں چلا جاؤں، بھاگ جاؤں۔ مگر اس سے میری دلیری پر بزدلی کا نہ دھلنے والا دھبہ لگ جائے گا۔ جو مسلمان سنے گا وہ مجھ پر نفریں کرے گا کہ میں اپنی جان بچا کر بھاگ آیا اور ایک لڑکی اور ایک خاتون کو درندوں کے حوالہ کر آیا۔ قیامت کے روز خدا بھی بازپرس کرے گا۔
اس لئے میں یہاں سے نہیں جا سکتا۔

عالیہ: لیکن وحشی بہت زیادہ ہیں اور بھاگم بھاگ چلے آ رہے ہیں۔

سعید: خدا میری مدد کرے گا۔

خاتون نے عاجزی سے کہا۔ بھاگ جاؤ سعید، بھاگ جاؤ۔ جان بوجھ کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

سعید: افسوس! کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کو تیار نہیں ہوں بلکہ آپ سے میری ایک التجا ہے"۔

خاتون: کیا؟

سعید: میں بڑھ کر ان درندوں کو روکتا ہوں۔ اس عرصہ میں آپ دونوں جھپٹ کر سامنے والے درختوں میں چھپ جائیں اور اگر ممکن ہو سکے تو اس جنگل میں پناہ لے لیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ضرور ان کے ناپاک ہاتھوں میں پڑنے سے بچ جائیں گی۔

خاتون: بات تو مناسب ہے لیکن!

عالیہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ہم بھی بھاگ کر اپنی جان نہ بچا سکیں گے۔ سعید نے اس حورِوش کے چہرہ پر نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔ مگر تم کیا کرو گی؟

عالیہ: ہم تمہاری مدد کریں گی۔

سعید نے متعجب ہو کر کہا کیا تم تلوار چلاؤ گی؟"

عالیہ : انشاء اللہ

سعید : ایسا خیال نہ کرو۔ مناسب یہ ہے کہ تم دونوں چلی جاؤ۔ میں بڑھ کر ان ناکسوں کو روکتا ہوں۔ جلدی کرو۔ دشمن قریب آگئے ہیں۔

خاتون : اب ہمارا بھاگنا بے سود ہے۔

عالیہ : بلکہ ہمیں بھی جنگ کی تیاری کر لینی چاہیئے۔

اب سفید پوش بہت قریب آگئے تھے۔ سعید گھوم کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے خاتون اور عالیہ بھی خچر سے اتر کر کھڑی ہو گئیں۔ سفید پوش ان کے قریب آکر گھوڑوں سے کودے اور جھپٹ کر ان کے پاس پہنچے۔ ان کی نظر عالیہ پر پڑی ان کے افسر نے کہا۔ یہ رہی ارضی حور۔ وہ حور جو ہمارے خدا کی ارم کی زینت بنے گی جس کا انتظار ہمارے خدا کو ہے۔ کس قدر خوش ہوگا ہمارا خدا جب ہم اس کے پاس لے جائیں گے۔ اس کے صلہ میں وہ ہمیں پھر باغ ارم کی سیر اب اس کی نظر سعید پر پڑی۔ اس نے برا سا منہ بنا کر کہا " ارے پھول کے پہلو میں یہ کانٹا کیسا "

یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے کھینچ لی اور کہا اس کانٹے کو فوراً دور کر دینا چاہیئے۔

اس نے سعید پر تلوار سے حملہ کیا سعید نے بھی حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ تلوار میان سے کھینچی اور ڈھال پر اس کا وار روکا۔ سفید پوش افسر کی تلوار ان کی ڈھال پر پڑی۔ لیکن ڈھال کو کاٹ نہیں سکی۔

سعید نے بھی تلوار بلند کی اور پرزور حملہ کیا۔ افسر نے بھی ڈھال پر ان کا وار روکا۔ اب واروں کی رد و بدل شروع ہوئی۔ افسر بھی تجربہ کار اور جنگی فن سے خوب واقف تھا۔ بڑی ہوشیاری سے وار کرنے اور روکنے لگا۔

سعید نے ایک مرتبہ تلوار افسر کے بائیں شانہ کی طرف جھونکی۔ افسر نے اس طرف ڈھال کر دی۔ سعید نے بجلی کی سی تیزی سے درمیان ہی سے تلوار روکی اور بڑی پھرتی اور قوت سے داہنے شانے پر تلوار ماری۔

جس پھرتی سے سعید نے حملہ کیا۔ اس پھرتی سے افسر اس کو روک نہ سکا۔ تلوار شانہ کو چیرتی

کو چیرتی ہوئی پسلیاں کھول کر زیر ناف تک پہنچی - افسر نے ہولناک چیخ ماری اور مردہ ہوکر گرا۔

کئی سفید پوش آکر جنگ گاہ کے قریب کھڑے ہو گئے تھے - ان کا خیال تھا کہ افسر سعید کو مار ڈالے گا - اس لئے وہ چپ چاپ کھڑے تھے مگر جب سعید نے افسر کو مار ڈالا تو انھیں بڑا غصہ آیا اور انھیں تلواریں نکال کر سعید پر حملہ کردیا -

سعید جانتا تھا کہ اس پر حملہ کیا جائے گا اس لئے وہ ہوشیار تھا - اس نے پینترے بدل کر ان کے وار روکے اور خود بھی ان پر حملہ کیا - اس کی تلوار ایک سفید پوش کی گردن پر پڑی اور اس کا سر اڑ گیا - اس نے جھپٹ کر دوسرے پر وار کیا - وہ بھی زخمی ہو کر گرا۔

اب سفید پوشوں کو غصہ آگیا انھوں نے پھر اس پر یلغار کی کئی تلواریں اس پر پڑیں - انھوں نے چند تلواریں اپنی ڈھال پر روک لیں مگر وہ تلواریں ان کے بازو اور شانہ پر چرکے لگا گئیں -

اس سے سعید کو جوش آگیا - اس نے بڑھ کر پر زور حملے کر کے تین سفید پوشوں کو اور مار گرایا -

جب وہ جوش اور غصہ سے ان پر حملے کر رہے تھے تو ایک سفید پوش نے ان کے پیچھے پہنچ کر ان پر حملہ کیا - اگر اس کی تلوار سعید پر پڑتی تو ان کا سر اڑ جاتا - لیکن عالیہ نے اس سفید پوش پر خنجر سے حملہ کر کے اس کے ایسا کاری زخم لگایا کہ وہ چیختا ہوا گرا اور تڑپنے لگا -

سعید نے جلدی سے گھوم کر دیکھا - اس نے عالیہ کو خنجر بکف دیکھا وہ اس بت سیم تن کے بہت زیادہ مشکور ہوئے اور نظروں میں اس کا شکریہ ادا کیا -

لیکن اس ذرا سے ہی وقفہ میں سفید پوشوں نے اس پر پھر تلواروں کا مینہ برسا دیا - سعید نے ان کے وار روکے اور ان میں سے دو کو زخمی کر کے گرا دیا - اور فوراً ہی جھپٹ کر ایک پر حملہ کر کے اس کی کھوپڑی کو پھاڑ ڈالا -

سفید پوش برابر گر رہے تھے - زخمی ہو رہے تھے اور مر رہے تھے - زخمی ہو رہے تھے اور مر رہے تھے لیکن وہ کافی تعداد میں تھے اس لئے غضبناک ہو ہو کر حملے کر رہے تھے وہ سعید کو مار ڈالنا چاہتے تھے -

سعید ان کے قابو میں نہ آتا تھا وہ بڑی جوانمردی ، دلیری اور پھرتی سے لڑ رہا تھا - اس کی تلوار برابر کاٹ رہی تھی اور اس کی ڈھال دشمنوں کے وار روک رہی تھی -

ایک مرتبہ پھر ایسا ہوا کہ ایک سفید پوش نے سعید کی پشت پہ حملہ کرنا چاہا۔ عالیہ نے اس کی پشت میں بھی خنجر گھونپ دیا اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔

خانون کو بھی جوش آگیا۔ انھوں نے بھی ایک سفید پوش کی تلوار اٹھا کر سعید کی حفاظت شروع کر دی۔

اب اور بھی بہت سے سفید پوش راستہ سے بھاگ کر وہاں آگئے۔ ان میں سے کئی اور عالیہ اور خانون کو گرفتار کرنے کے لئے ان پر حملہ آور ہوئے۔ سعید نے دیکھ لیا وہ تڑپ کر اس طرف گھوم گیا اور پہلے ہی حملہ میں اس نے دو سفید پوشوں کو مار ڈالا۔

لیکن افسوس وہ اپنی حفاظت نہ کر سکا۔ دوسری طرف سے کئی سفید پوشوں نے اس پر حملہ کیا۔ اس کے کاری زخم آئے اور وہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

(۱۰)

سفید پوشوں نے سعید کو ہلا جلا کر دیکھا انھیں اس میں زندگی کی رمق معلوم نہ ہوئی وہ اسے مردہ سمجھ کر عالیہ اور خاتون کی طرف بڑھے ۔

وہ دونوں بھی سمجھ گئی تھیں کہ سعید شہید ہو گیا ۔ انھیں بڑا صدمہ ہوا ۔ انھوں نے بھی اپنی جان پر کھیل جانے کا ارادہ کر لیا ۔ عالیہ نے بھی لپک کر تلوار اٹھالی ۔ خاتون پہلے ہی تلوار اٹھا چکی تھیں ۔ وہ دونوں مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئیں ۔

ایک سفید پوش نے ان سے مخاطب ہو کر کہا ۔

تمہیں کوئی اذیت نہ دی جائے گی ۔ تم تلواریں پھینک دو ۔

خاتون نے کہا " ہم ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کو پسند کریں گے ۔

دوسرا سفید پوش : اطمینان تمہاری عزت میں کوئی فرق نہ آئے گا ۔

خاتون : گرفتاری کی ذلت کچھ کم نہیں ہوتی ۔

پہلا : ہم یقین دلاتے ہیں کہ تمہیں گرفتار نہ کریں گے ۔ بلکہ بڑی عزت کے ساتھ اپنے ہمراہ لے جا کر خدا کے سامنے پیش کر دیں گے ۔

خاتون کو جلال آگیا اس نے کہا " بے وقوفو ! اتنا نہیں سمجھتے کہ انسان خدا نہیں ہو سکتا ۔

دوسرا ۔ ہم بحث کرنا بھی نہیں چاہتے ۔ جب تم ہمارے خدا کے حضور میں پہنچو گی خود ہی اس کے خدا ہونے کی قائل ہو جاؤ گی ۔

ایک اور سفید پوش نے جو مقنع کا زیادہ عقیدت مند اور جوشیلا تھا کہا " حجت کیوں کرتے ہو ، بڑھ کر ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھین لو ۔

یہ کہتے ہی وہ عالیہ کی طرف جھپٹا اور اس نے اسے تلوار سے ڈرانا چاہا۔ عالیہ نے تلوار کے کئی ہاتھ نکالے اور جلدی سے اس کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی۔ بے چارہ جوشیلا سفید پوش چیخ مار کر گرا۔ ایک دوسرے سفید پوش پر خاتون نے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔

اب تو سفید پوشوں کو بڑا غصہ آیا وہ چاروں طرف سے ان پر یلغار کر کے بڑھے لیکن خاتون اور عالیہ پران کا کوئی نہیں ہوا۔ ان کے پر جلال چہروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ موت کا استقبال کرنے کو تیار ہو گئی ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی بھی مرنے سے نہیں ڈرتا وہ کسی بات سے بھی خائف نہیں ہوتا۔ وہ دلیر اور اس کا دل شیر ہوتا ہے وہ ایسے کام کر گزرتا ہے جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں اور جو موت سے ڈرتا ہے وہ بزدل پست ہمت اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔

جوں ہی سفید پوش کمزور عورتوں کی طرف بڑھے۔ انھوں نے اس طرح تلواریں اپنے ہاتھوں میں لے لیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے ہی کوئی ان کے پاس جائے گا وہ فوراً اس پر حملہ کر دیں گی اور ایسا ہی ہوا جوں ہی سفید پوش ان کے قریب پہنچے انھوں نے جھپٹ کر ان پر وار کئے خاتون کی تلوار نے ایک دشمن کا کان اڑا دیا وہ کراہتا ہوا پیچھے ہٹا اور عالیہ نے دوسرے پر کاری زخم لگایا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

لیکن کئی سفید پوشوں نے ان کی پشت کی طرف سے ان پر حملہ کیا۔ عالیہ بجلی کی طرح پلٹی اس نے ایک سفید پوش پر اپنی پوری قوت سے حملہ کیا۔ اس کا بازو کٹ کر جھول گیا مگر جوں ہی عالیہ پینترا بدل کر پیچھے ہٹی۔ دو سفید پوشوں نے لپک کر اسے قابو کر لیا۔ وہ بہت تلملائی تڑپی مگر ان کے ہاتھوں سے چھٹکارا نہ پا سکی۔ ایک سفید پوش نے کہا "اے حور عرب، ہم تیری تلاش میں تھے۔ تو مل گئی تیرا بڑا اعزاز ہوگا۔ تیری قسمت اچھی ہے۔ تو رہائی کی جدوجہد کر عالیہ پہلے ہی رہائی جدوجہد کر کے تھک چکی تھی۔ اب اس نے اپنے آپ کو قسمت کے سپرد کر دیا۔ خاتون کو بھی کئی سفید پوشوں نے اپنے قابو میں کر لیا۔ ان دونوں سے تلواریں چھین لیں۔ اور انھیں اور ان کے دونوں خچروں کو ساتھ لے کر چل پڑے۔

وہ کھیتوں میں سے نکل کر راستہ پر آئے۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے دو گھوڑوں پر عالیہ اور خاتون

کو سوار کرایا اور وہاں سے شہر صفد کی طرف روانہ ہوئے۔

اب آفتاب نصف النہار سے بہت دور نکل گیا تھا۔ دھوپ کی تیزی کم ہونے لگی تھی اس کھیت میں جس میں یہ ہنگامہ ہوا تھا لاشیں پڑی ہوئی تھیں زخمی بھی پڑے سسک رہے تھے، سفید پوش اپنے زخمی ہمراہیوں کو بھی اٹھا کر نہیں لے گئے تھے۔

سعید کی لاش بھی پڑی ہوئی تھی۔ ان سفید پوشوں میں ایک سیاہ پوش تھا اس کے زخموں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک دہقان کندھے پر کلہاڑی رکھے اس طرف سے گزرا اس نے زخمیوں اور لاشوں کو دیکھا ان میں ایک سیاہ پوش کو دیکھ کر اس نے حیرت سے کہا، اس نواح میں مسلمان کہاں سے آ گیا؟

اس نے جھک کر سعید کو دیکھا۔ ان کا جسم ٹٹولا اور بڑبڑایا" اس میں زندگی کی رمق باقی ہے اس کا جسم گرم ہے ممکن ہے دوا دارو کرنے سے بچ جائے۔ اس کے لئے پانی لاؤں!"

یہ دہقان بھی سفید پوش تھا۔ مقنع خود اور اس کے مرید یا معتقد سفید لباس پہنتے تھے اور یہ سفید پوش مسلمانوں کے بڑے دشمن ہوتے تھے نہ معلوم کیوں اس سفید پوش دہقان کو سعید کی تیمارداری کا خیال پیدا ہوا۔ وہ کلہاڑی وہیں رکھ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر میں تانبے کے لوٹے میں پانی لے کر آ گیا۔

لیکن جس وقت وہ وہاں آیا تو اس نے ایک درویش کو جو سیاہ فرغل اوڑھے ہوئے تھے، سعید پر جھکے ہوئے دیکھا۔ درویش اس کے قدموں کی چاپ سن کر سیدھے کھڑے ہوئے انھوں نے پلٹ کر دہقان کو دیکھا۔ وہ کچھ گھبرا گئے۔ دہقان نے جلدی سے کہا گھبرائیے نہیں میں بھی وہی ہوں جو تم ہو۔ میں نے بے رحم سفاکوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ لباس پہنا رکھا ہے۔

درویش کو اطمینان ہوا۔ انھوں نے سعید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس نوجوان میں زندگی کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔

دہقان۔ مجھے بھی یہ شبہ ہوا میں پہلے ہی دیکھ گیا تھا اور ان کے لئے پانی لینے چلا گیا تھا۔

کیا تم پانی لے آئے؟ درویش نے جلدی سے پوچھا
دہقان نے جلدی سے کہا "جی ہاں لے آیا ہوں۔"
درویش : پانی مجھے دو۔"

انھوں نے پانی لے کر سعید کے منہ پر چھینٹے دئیے۔ ان کے حلق میں پانی ٹپکایا لیکن سعید نے کوئی حرکت نہیں کی۔ شاید وہ دونوں یہ سمجھ رہے تھے کہ پانی کے چھینٹے دینے سے انھیں ہوش آجائے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ درویش نے کہا "آؤ انھیں اٹھا کر سامنے والی پہاڑی پر لے چلیں۔

دہقان : کیا آپ اس پہاڑی پر رہتے ہیں؟"
درویش : ہاں ــــ پہاڑی کے ایک غار میں ان درندوں سے چھپا پڑا ہوں۔

دہقان نے سعید کو اٹھانا چاہا۔ درویش نے کہا" ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں اس کے زخموں کو باندھ دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ چلنے میں ٹھسک لگنے سے خون زیادہ نکلنے لگے۔"

درویش نے سعید کا عمامہ پھاڑ کر اس کی دھجیاں سعید کے زخموں پر باندھ دیں اور اس کے بعد وہ دونوں انھیں اٹھا کر پہاڑی کی طرف لے چلے۔

(۱۱)

پہاڑ وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ یہ دونوں تیزی سے چل کر پہاڑ پر پہنچے بڑی مشکل سے اس پر چڑھے اور کئی گھاٹیوں اور چٹانوں کو طے کرکے ایک غار میں داخل ہوئے یہ غار سرنگ کی طرح لمبا چلا گیا تھا۔

دہقان نے درویش سے پوچھا "کیا آپ یہاں رہتے ہیں۔

درویش نے جواب دیا "جی ہاں"

دہقان : اس تیرہ و تار غار میں کیسے زندگی گزار رہے ہو۔

درویش : مجھے یہاں رہتے ہوئے کئی برس گزر گئے ہیں۔ جب میں شروع میں یہاں آیا تھا تو مجھے بڑی الجھن ہوئی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس ماحول کا عادی ہوگیا۔ اب مجھے نہ کوئی الجھن ہوتی ہے اور نہ کوئی تکلیف۔ ان وحشیوں سے بچنے کے لئے جو ایک انسان کو خدا مانتے ہیں اور جو ان کی بات نہ مانے وہ اسے زندہ آگ میں جلا دیتے ہیں یہ اچھی پناہ گاہ ہے۔

دہقان : مگر یہ ایسی تاریک پناہ گاہ ہے جہاں جانور بھی رہنا پسند نہ کریں۔

درویش : اس کے شروع میں ایسا ہی اندھیرا ہے لیکن آگے بڑھ کر کافی روشنی ہو جاتا ہے

درویش نے ٹھیک ہی کہا تھا کیونکہ یہاں سے کچھ روشنی شروع ہو گئی تھی پہلے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا مگر اب کچھ کچھ نظر آنے لگا تھا۔

جوں جوں یہ لوگ آگے بڑھتے گئے اجالا بھی بڑھتا گیا۔ کچھ دور چل کر درویش ٹھہر گئے یہاں ایسی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے کسی تاریک تہ خانہ میں روشن دانوں سے روشنی آرہی ہو۔

یہاں خشک گھاس پر کمبل بچھا ہوا تھا۔ درویش کا یہی بچھونا تھا۔ انھوں نے سعید کو نہایت

احتیاط سے بستر پر لٹا دیا۔ اور دونوں ان کے قریب بیٹھ گئے دہقان نے کہا بڑی خوفناک جگہ رہتے ہیں آپ کیا گزندہ جانوروں کا ڈر نہیں ہے۔ درویش نے جواب دیا۔ اس پہاڑ پر بڑے زہریلے سانپ اور بچھو رہتے ہیں۔ لیکن میں نے غار کے اندر کوئی سانپ اور بچھو نہیں دیکھا۔ میں نے خدا سے التجا کی تھی کہ میں تیرے ان بندوں سے ڈر کر جو تجھے بھول کر ایک انسان کو خدا مان بیٹھے ہیں۔ آ چھپا ہوں، تو حشرات الارض سے میری حفاظت کر میرا خیال ہے کہ میری دعا خدا نے قبول کر لی ہے مجھے کوئی گزندہ جانور یہاں نظر نہیں آیا۔ میرا خیال ہے خدا کے حکم پر یہ خطرناک مخلوق یہاں سے چلی گئی ہے۔

دہقان : یقیناً چلی گئی ہوں گی ورنہ اس پہاڑی پر اسی لئے لوگ آتے ڈرتے ہیں کہ سب جانتے ہیں کہ اس پہاڑی کے چپہ چپہ پر حشرات الارض رہتے ہیں۔

درویش : معلوم نہیں کہ انھیں سفید پوشوں نے کیسے گھیر لیا اور راستہ سے ہٹ کر جنگ کیوں لڑی

دہقان : میرا خیال ہے کہ یہ کہیں جا رہے تھے۔ سفید پوشوں نے دیکھ لیا ہے۔ یہ ان سے بچنے کیلئے کھیت میں جا گھسے، سفید پوش بھی وہیں پہنچ گئے اور وہیں لڑائی ہوئی۔

درویش : ممکن ہے یہی بات ہوئی ہو۔

دفعتہً دہقان کو کوئی بات یاد آئی۔ انھوں نے کہا "مجھے اس کھیت کے کچھ فاصلہ پر سفید پوش جاتے ہوئے ملے تھے ان کے ساتھ ایک معمر خاتون اور ایک حسین دوشیزہ تھی۔ میرا خیال ہے وہ دونوں عورتیں اس نوجوان کے ساتھ تھیں۔ بے رحم انسان نما درندے انھیں زخمی کر گئے اور ان عورتوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ درویش بڑے غور سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ انھوں نے جلدی سے پوچھا "کیا وہ لڑکی بہت زیادہ حسین تھی۔؟

دہقان نے جواب دیا میں نے اسے دور سے دیکھا ہے۔ اس کی صورت دھوپ میں چمک رہی تھی میرا خیال ہے وہ بہت زیادہ خوب صورت تھی۔

درویش : وہ عالیہ ہو گی۔

دہقان نے درویش کی طرف دیکھ کر کہا "کون عالیہ"

درویش : اس نواح میں یعنی خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں ایک لڑکی کے حسن و

وجمال کا بڑا شہرہ ہے۔ اس کا نام عالیہ بتایا جاتا ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ عالیہ کو کسی نے نہیں دیکھا ہے صرف اس کی تعریف سنی ہے۔"

دہقان : مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی نے اسے دیکھا نہ ہو اور اس کی خوب صورتی کی شہرت ہو جائے۔

درویش : میں نے اکثر لوگوں کو اس کی دلربائی اور اس کے جمال جہاں سوز کا ذکر کرتے سنا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس نے اس حور جمال کو دیکھا ہے صرف ایک شخص مجھے ایسا ملا تھا جو کہتا تھا کہ اس نے عالیہ کو دیکھا ہے اس کا بیان ہے کہ وہ شکار کیلئے گیا ہوا تھا۔ اتفاق سے ایک جنگل میں گھس گیا اور راستہ بھول گیا وہ بھٹکتا، بھٹکتا ایک چشمہ کے کنارہ پر جانکلا۔ اس نے وہاں ایک حسین اور دلربا لڑکی کو چشمہ کے کنارہ پر بیٹھا دیکھا وہ اس کا حسن وجمال دیکھ کر ششدر رہ گیا نظارہ جمال کی تاب نہ لا سکا۔ لڑکھڑا کر بیٹھ گیا۔ لڑکی اس کی طرف دیکھنے لگی وہ شخص کہتا تھا کہ اس کی مست ونشیلی آنکھوں نے مجھے بے خود کر دیا میں یہ سمجھا کہ یا تو یہ قاف کی پری ہے یا جنت کی حور ہے وہ دوشیزہ اٹھی اور وہاں سے چلی گئی اسے اس کو روکنے یا اس سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس واقعہ کے چند روز بعد اس نے عالیہ کے حسن کی شہرت سنی تب اس نے سمجھا کہ جس دوشیزہ کو دیکھ کر اس نے قاف کی پری یا جنت کی حور سمجھا تھا وہ عالیہ تھی۔

دہقان : مجھے بھی یاد آیا اس لڑکی کا شہرہ میں نے بھی سنا تھا نام نہیں سنا تھا مگر وہ عالیہ ہی ہوگی اس کے حسین چہرہ سے حسن کی شعاعیں پھوٹتی رہتی ہیں۔

درویش : میں نے بھی یہی سنا تھا کہ مقنع نے بھی عالیہ کے حسن وجمال کا تذکرہ سنا ہے اور وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش میں ہے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بت طناز ہے کہاں! ورنہ میں وہاں پہنچ جاتا اور اس کی حفاظت میں اپنی جان تک دے ڈالتا۔

دہقان : یہ نوجوان عالیہ کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔

درویش : میرا بھی یہی خیال ہے یہ نوجوان کافی حسین ہے بہادر بھی معلوم ہوتا ہے سفید پوشوں کو اس نے ہی موت کی آغوش میں پہنچایا ہے آؤ اسے پھر ہوش میں لانے کی کوشش کریں۔

دونوں پھر سعید کی طرف متوجہ ہو گئے۔ درویش نے اول اس کے جسم کو ٹٹولا اس کا جسم گرم تھا۔ اس نے کہا میں بوٹیوں کا عرق نکال کر لاتا ہوں اتنے میں تم پانی گرم کر لو"۔

درویش نے ایک کیتلی پانی بھر کر دی۔ آگ بھی جلادی۔ دہقان پانی گرم کرنے لگا درویش چلا گیا اور تھوڑی دیر میں ایک کاٹھ کے پیالہ میں عرق لے کر آ گیا۔ اس عرصہ میں پانی گرم ہو چکا تھا درویش نے بستر ہٹا کر سعید کے زخموں سے پٹیاں کھولیں اور انھیں اچھی طرح دھو کر ان پر عرق ملا اور پھر پٹیاں کس دیں اس کے بعد انھوں نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ان کے منہ پر مارے کچھ دیر تک یہی عمل کرتے رہے آخر عصر کے وقت اس کا سانس چلتا ہوا معلوم ہوا۔ درویش نے خوش ہو کر کہا "اب امید بندھ گئی ہے۔ یہ ہوش میں آجائے تو معلوم ہو کون ہے۔ جنگل میں کیوں رہتا تھا۔ اب کہاں جا رہا تھا؟

دہقان: مجھے بھی یقین ہو چلا ہے کہ اب اسے ہوش آجائے گا۔ عصر کا وقت ہو گیا ہے آؤ پہلے نماز پڑھ لیں"۔ درویش بولے، "ٹھیک کہا تم نے، آؤ میرے ساتھ چلو"۔

درویش دہقان کو غار کے اندر ہی ایک طرف لے گیا۔ دہقان نے قدرت کا عجب نظارہ دیکھا ایک چشمہ غار سے ٹکراتا ہوا بہہ رہا تھا۔ دونوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر دہقان نے کہا۔ اگر اجازت دیں تو میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے آؤں۔

درویش: تمہارا مکان کہاں ہے؟

دہقان: یہاں سے قریب ہی ایک گاؤں امینیہ ہے میں وہاں رہتا ہوں۔

درویش: میں کئی مرتبہ اس گاؤں میں جا چکا ہوں وہاں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

دہقان: وہاں مسلمان کافی ہیں لیکن سب لباس سفید ہی پہنتے ہیں۔ اس لئے آپ شناخت نہ کر سکے۔

درویش: ٹھیک کہتے ہو۔ اگر تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔

دہقان: میں بھی مصیبت زدہ ہوں واپس آ کر آپ کو اپنی داستان سناؤں گا۔ دہقان چلا گیا۔ اور درویش سعید کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

(۱۲)

درویش سوچنے لگا کہ دہقان بھی مصیبت زدہ ہے، ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ مسلمان ہے اور یہ زمانہ اس نواح کے مسلمانوں کے لئے بڑا اذیت رساں ہے مقامی مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ ایسے ایسے مظالم کرتے ہیں کہ سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں

وہ سوچتے رہے۔ نہ معلوم اور کیا کیا خیالات ان کے دماغ میں آتے رہے کبھی کبھی وہ سعید کو بھی دیکھ لیتے تھے۔ سعید ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ درویش نے جھک کر اس کا جسم دیکھا نبض دیکھی اور ناک کے سامنے ہاتھ کر کے سانس کا اندازہ کیا اس کے چہرہ سے کچھ اطمینان اور کچھ مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔

تھوڑی دیر میں دن چھپ گیا انھوں نے مغرب کی نماز پڑھی چونکہ اس وقت غار کے اندر بہت زیادہ اندھیرا پھیل گیا تھا اس لئے درویش نے ایک موم بتی روشن کر کے ایک چھوٹی سی چٹان پر رکھ دی۔ اسی روشنی میں غار ایسا روشن ہوگیا کہ اس کی ہر چیز صاف نظر آنے لگی۔

اس غار میں چھوٹی بڑی اور اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ سعید جس بستر پر پڑا ہوا تھا وہ بھی ایک چٹان ہی تھی۔

کچھ رات گئے دہقان آگیا وہ کھانا اور دودھ لایا تھا دونوں نے مل کر کھانا کھایا جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو سعید نے حرکت کی۔ درویش جلدی سے ان کے پاس جا بیٹھا اور انھوں نے یہ کوشش شروع کی کہ سعید کروٹ نہ لینے پائے۔

سعید کروٹ ہی لینا چاہتا تھا وہ داہنے پہلو کی طرف جھکا۔ درویش نے اسے روک دیا۔ وہ کراہنے لگا۔ دہقان نے کہا "خدا کا شکر ہے اس کی حالت بہتر ہوتی لگی ہے۔

درویش : یہ ان بوٹیوں کے عرق کا اثر ہے جو میں نے ان کے زخم پر ملا ہے مجھے خدا کی ذات سے توقع ہے کہ یہ جلد ہوش میں آجائے گا اور ہوش میں آنے پر اسے تکلیف بھی نہ ہوگی۔"

دہقان : خدا ایسا ہی کرے۔ نہ معلوم کیوں۔ مجھے اس کی ذات سے کچھ ہمدردی ہو گئی ہے۔"

درویش : کیا یہ وجہ کچھ کم ہے کہ تم بھی مسلمان ہو اور یہ بھی مسلمان ہے مسلمان کو مسلمان سے ہمدردی ہوتی ہی ہے اور جس مسلمان کو مسلمان سے ہمدردی نہ ہو اس کے ایمان میں خامی ہے۔

دہقان : دراصل میں اپنا مفہوم اچھی طرح ظاہر نہیں کر سکا۔ ہمدردی تو مجھے اس کا اسلامی لباس دیکھ کر اور مسلمان سمجھ کر ہی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن اب یہ ہمدردی محبت میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔

درویش : یہ کلیہ ہے کہ جب کسی سے ہمدردی بڑھ جاتی ہے تو محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات مظلوموں سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس وقت سعید نے آنکھیں کھول دیں اور بے مدعا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ درویش نے کہا پروردگار عالم تیرا شکر ہے۔ حقیقت میں تو اس بات پر قادر ہے کہ مردہ میں بھی جان ڈال دے دہقان بھی اسے دیکھنے لگا اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے ہوش میں آنے اور آنکھیں کھولنے سے انھیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ وہ بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اس نے درویش سے کہا "یہ تو دیکھ رہے ہیں لیکن بے مدعا کیا انھیں ابھی ہوش نہیں آیا ہے۔

درویش : ہوش میں آنے لگا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ انسان کے ہوش میں آنے کے کچھ عرصہ بعد حواس ٹھکانے آیا کرتے ہیں۔

دونوں سعید کو دیکھنے لگے۔ سعید کبھی کبھی کراہنے لگتا تھا اور کبھی کبھی کروٹ لینے کی بھی کوشش کرتا تھا۔ درویش اسے کروٹ نہیں لینے دیتے تھے۔

کافی رات گزرنے کے بعد سعید نے آہ کی اور ایک دم اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر نحیف آواز میں پوچھا میں کہاں ہوں — ؟

درویش نے جلدی سے جواب دیا" تم دوستوں میں ہو۔ کوئی فکر نہ کرو۔"

سعید : "اور عالیہ ــــ ؟"

درویش نے دہقان کی طرف اور دہقان نے درویش کی طرف دیکھا۔ گویا ایک دوسرے سے نگاہوں ہی نگاہوں میں کہہ رہے تھے کہ وہ دوشیزۂ جمال" علیہ" ہی تھی۔ درویش نے کہا "عالیہ ــــ وہ بھی یہاں ہے ابھی تم اپنے دل و دماغ پر غم و فکر نہ ہونے دو۔

سعید : اور وہ سفاک سفید پوش کیا ہوئے ؟

درویش : بھاگ گئے۔ ان میں سے کئی کی لاشیں اسی کھیت میں پڑی ہیں جہاں تم سے ان کا مقابلہ ہوا تھا۔

سعید نے دہقان کو سفید لباس میں دیکھ کر کہا" اور یہ ــــ"

درویش : یہ بھی مسلمان ہیں۔ ان کی ہمدردی ہی نے تمہیں مرنے سے بچا لیا اب تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ لو، تھوڑا سا دودھ پی لو۔"

درویش نے دہقان کو اشارہ کیا۔ وہ دودھ اٹھا لایا۔ درویش نے سہارا دے کر سعید کو کچھ اٹھایا اور دودھ پلا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد سعید پر پھر غفلت طاری ہو گئی اب یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اسے نیند آگئی ہے یا ضعف کی وجہ سے غافل ہو گیا ہے۔

درویش نے کہا" اچھا ہی ہوا کہ ان پر غفلت طاری ہو گئی۔ ورنہ اگر یہ عالیہ کے متعلق کچھ اور پوچھتا تو یا توان کی حالت دیکھ کر جھوٹ بولنا پڑتا یا تمام واقعات سچ کہنے پڑتے اب آؤ پہلے عشاء کی نماز پڑھ لیں۔"

دہقان : میں خود یہی کہنے والا تھا کہ رات زیادہ گزر گئی ہے نماز سے فراغت کر لیں"

دونوں نے چشمہ کے کنارہ پر جا کر وضو کیا اور سعید کے قریب ہی ایک چٹان پر نماز پڑھی نماز پڑھ کر وہ پھر سعید کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

رفتہ رفتہ رات آدھی کے قریب آگئی۔ سعید اب بھی غفلت میں تھا۔ درویش نے دہقان سے کہا" اچھا ہو کہ آپ آرام کر لیں۔

دہقان : نہیں آپ آرام کریں اور میں ان کی تیار داری کروں گا۔

درویش : میں رات کو جاگنے کا عادی ہوں ۔ آپ کو دن بھر کام کرتے اور رات کو سونے کی عادت ہوگی ۔ بہتر یہی ہے کہ آپ آرام کریں ۔

دہقان : میرا دل نہیں چاہتا کہ میں انھیں (سعید کی طرف اشارہ کر کے) اس غفلت کی حالت میں چھوڑ کر پڑ جاؤں مجھے یقین ہے کہ اگر میں ایسا کروں بھی تو مجھے نیند نہ آئے گی ۔

درویش : تب آؤ باتیں ہی کریں ۔ آپ نے اپنی داستان سنانے کے لئے کہا تھا ۔

دہقان : جی ہاں میں نے خود ہی اپنی داستانِ مصیبت سنانے کو کہا تھا ۔ لیکن اس وقت طبیعت زیادہ مغموم اور پریشان ہے کچھ کہنے کو جی نہیں چاہتا ۔ دوسرا یہ بھی خوف ہے کہ کہیں ہماری باتوں سے اس مجروح کی آنکھ نہ کھل جائے اس لئے اب مناسب نہیں "

درویش : ٹھیک کہتے ہو ۔ تمہارا نام کیا ہے بھائی ۔

دہقان : میرا نام سلیمان ہے ۔

درویش : کاشتکاری کرتے ہو !

دہقان : جی ہاں چند کھیت ہیں ۔ ایک کھجوروں کا باغ ہے ، کبھی کبھی جب تنگدست ہو جاتا ہوں تو جنگل سے لکڑیاں بھی کاٹ کر ذخیرہ کر لیتا ہوں ۔ سردی کے موسم میں سوکھی لکڑیاں اچھی قیمت دے جاتی ہیں "

درویش : آج بھی شاید آپ لکڑیاں کاٹنے ہی آئے تھے ۔

سلیمان : جی ہاں "

درویش : میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس نوجوان کی خوش قسمتی آپ کو وہاں لے آئی "

سلیمان : لیکن میرے پہنچنے کے فوراً بعد آپ بھی پہنچ گئے تھے "

درویش : میں بھی اتفاقیہ پہاڑی سے نیچے اترا تھا ، میں نے سفید پوش سواروں کا ایک رسالہ کھڑے دیکھا ۔ میں بہت فاصلہ پر تھا ۔ درختوں کی آڑ لے کر چلتا رہا جب میں چند کھیت کے فاصلہ پر تھا تو میں نے چند سفید پوشوں کو کھیت کی طرف آتے ہوئے دیکھا ۔ قبل اس کے کہ میں معاملہ کی نوعیت سمجھوں وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے بھی گئے میں تیزی سے چل کر کھیت میں پہنچا اور وہاں اس نوجوان کو زخموں سے

چور پڑا دیکھا ۔"

سلیمان : یہ نوجوان ہیں خوش قسمت ادھر آپ پہنچ گئے ۔ ادھر میں آگیا ۔

درویش ، تمہارے بچے کتنے ہیں ؟

سلیمان نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا "صرف ایک بچی ہے ، بلکہ سہے کیا "تھی ۔"

درویش : کیوں ۔ کیا ہوئی وہ بچی ؟

سلیمان : ظالم سفید پوش ہی اسے پکڑ کر لے گئے ۔ میں انشاءاللہ صبح آپ کو اپنی داستان مفصل سناؤں گا ۔

درویش : نہ معلوم کتنی دوشیزگان اسلام کو یہ وحشی پکڑ کر لے گئے ہیں ۔

سلیمان : خدا ہی کو ان معصوم لڑکیوں کی خبر ہے ۔

درویش : معلوم ہوا ہے کہ بدبخت مقنع نے کوئی بہشت بنائی ہے ، حسین لڑکیوں کو منگا کر اس بہشت میں رکھتا ہے ۔

دہقان : میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے ۔"

اس وقت سعید نے پھر آنکھیں کھول دیں اور درویش کو غور سے دیکھا ۔ درویش نے پوچھا ۔ اب کیسی طبیعت ہے ؟

سعید نے جواب دیا ، اچھی ہے ۔"

درویش : ابھی رات کچھ اور باقی ہے ۔ تم آرام کرو ۔"

سعید نے کچھ بولنا چاہا ۔ درویش نے اشارہ سے اسے منع کر دیا ۔

(۱۳)

اب سعید کو اچھی طرح ہوش آچکا تھا۔ وہ درویش کے اشارہ پر خاموش تو ہو گیا لیکن اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ کچھ دریافت کرنا چاہتا ہے۔

رات بہت تھوڑی باقی رہ گئی تھی۔ کائنات سو رہی تھی۔ ایسا سناٹا چھایا ہوا تھا کہ کسی قسم کی کوئی آواز ہی نہیں آرہی تھی۔ ہوا تک ساکت تھی بالکل ایسا سکون چھایا ہوا تھا جیسا طوفان آنے سے پہلے چھا جاتا ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ اس وقت تمام ذی روح آرام کر رہے تھے درختوں اور پودوں کے پتے تک ساکت تھے۔ گھاس کے تنکے ایسے چپ چاپ کھڑے تھے جیسے وہ بھی کھڑے کھڑے سو گئے ہوں۔ فضا کا یہ سکون اور کائنات کا یہ سناٹا طوفان آنے کی پیشین گوئی کر رہا تھا۔

سعید کچھ دیر خاموش پڑا رہا۔ درویش اور سلیمان بھی چپ رہے۔ لیکن سعید سے چپ نہ رہا گیا۔ اس نے کہا" میرے ساتھی کیا ہوئے؟

درویش: عزیزمن صبح قریب ہے صبح ہونے پر تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔

مجبور ہو کر سعید پھر چپ ہو گیا۔ لیکن اب اس کی آنکھ نہیں لگی۔ وہ کچھ سوچنے لگا موم بتی آدھی سے زیادہ جل چکی تھی۔ اب بھی اس کی تیز روشنی غار میں پھیلی ہوئی تھی۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی۔ طیور زمزمہ سنجی کرنے لگے ہوا سرسرانے لگی۔ جوانان کوہ بھی انگڑائیاں لے کر بیدار ہو گئے درختوں کی شاخیں اور پودوں کی ڈالیاں جھومنے لگیں پھولوں نے شبنم سے منہ دھو لیا۔ کائنات کی حیات کا طوفان شروع ہو گیا۔

درویش نے کہا "صبح ہو گئی ۔ اس خالق ارض و سما کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے جس کی مہربانی سے رات بخیریت گزر گئی ۔

سلیمان ؛ چلئے اس شکریہ میں نماز ادا کریں ۔"

دونوں نے وضو کیئے اور سعید کے قریب آکر نماز پڑھی ۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر سعید کے پاس آئے تو سعید نے کہا مجھے بھی وضو کرا دیجیئے میں بھی نماز پڑھوں گا ۔

درویش ؛ تیمم کر کے لیٹے ہی لیٹے نماز ادا کر لو ۔

سعید ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے کہا نہیں میں لیٹ کر نماز ادا نہیں کر سکتا خدا نے مجھے طاقت اٹھنے کی دی ہے ، میں بیٹھ کر نماز پڑھوں گا ۔

درویش اور سلیمان دونوں کو ان کی اس جسارت پر حیرت ہوئی ۔ درویش نے پانی لا کر دیا ۔ انھوں نے بیٹھے ہی بیٹھے نماز ادا کی ۔

نماز پڑھنے کے بعد اس نے پوچھا " یہاں مجھے کون لایا "

درویش نے جواب دیا اتفاق سے ہم دونوں پہنچ گئے تھے ۔ ہم تمہیں وہاں سے یہاں اٹھا کر لائے ۔"

سعید ؛ عالیہ کیا ہوئی ۔۔ کیا ظالم سفید پوش اسے پکڑ کر لے گئے ؟

درویش ؛ ان باتوں سے تمہارے دل اور دماغ پر اثر پڑے گا ابھی تم یہ باتیں دریافت نہ کرو ۔"

سعید ؛ آپ مت ڈریں میں بری سے بری خبر سننے کو تیار ہوں ۔

درویش ؛ اچھا ۔۔ سن لینا ۔ پہلے اس کا (سلیمان کا) حال سن لو ۔ یہ بڑے مصیبت زدہ ہیں ۔"

سلیمان ؛ جی ہاں میری داستان نہایت دردانگیز ہے ۔

سعید ؛ اچھا تو پہلے آپ ہی اپنی داستان سنائیے ۔

درویش ؛ لیٹ جاؤ ۔ تمہارے لئے بیٹھنا مناسب نہیں ہے ۔

سعید ؛ میں بڑا سخت جان ہوں ۔ میری سخت جانی کا اسی سے اندازہ کر لیجئے ۔

کہ سفید پوش اپنے خیال میں مجھے مار کر گئے تھے لیکن میں مرا نہیں (سلیمان سے)، شروع کیجئے آپ اپنی داستان۔"

سلیمان نے اپنی داستان بیان کرنی شروع کی۔ اس نے کہا۔

"میں امینیہ کا رہنے والا ہوں۔ کاشتکاری میرا پیشہ ہے۔ دہقان کہلاتا ہوں ایک دفعہ قفقار کی طرف لشکر کشی ہوئی۔ اس وقت میں جوان تھا۔ میری رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا تھا۔ میں شکار کا دھنی تھا۔ لیکن مجھے جہاد کی بھی بڑی آرزو تھی چاہتا تھا کہ دشمنانِ اسلام سے جہاد کروں۔ اتفاق سے قفقاز کے کافروں نے مسلمانوں پر لشکر کشی کر دی اسلامی لشکر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔

جب مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو میں بھی فوج میں بھرتی ہو کر چلا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہو گیا۔ کئی معرکے نہایت گھمسان کے ہوئے، ہر معرکہ میں کافروں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

ہم فتوحات کرتے ہوئے قفقاز میں گھس گئے اور اس علاقہ کی بستیوں کو تاراج کرنے لگے قفقازی کافر ہمارا مقابلہ نہ کر سکے وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

ایک روز ہم نے ایک بستی پر تاخت کی اور وہاں کے مردوں کو گرفتار کر لیا۔ عورتوں اور بچوں کو حراست میں لے لیا جو دستہ عورتوں کی حراست پر تعینات ہوا ان میں میں بھی تھا۔ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا۔ نہایت حسین اور مہ جبیں تھی وہ بہت زیادہ غمزدہ تھی۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی میرا جی چاہتا تھا کہ میں اس سے باتیں کر کے اسکی دلی اذیت کا حال معلوم کروں

چنانچہ میں اس کے پاس گیا۔ اسے تسلی دی اور اس کے قلبی صدمہ کی وجہ پوچھی اسے میرے اس رویہ پر بڑا تعجب ہوا۔ اس نے کہا میرے غم کی وجہ یہ ہے کہ میرا بھائی مسلمانوں کا دشمن ہے گرفتار ہو گیا ہے مجھے خوف ہے وہ ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ مجھے اپنے بھائی سے بڑی محبت اگر وہ قتل کر دیا گیا تو میں بھی زندہ نہ رہوں گی۔

میں نے اس کی تشفی کی اور وعدہ کیا کہ میں اس کے بھائی کی رہائی کی کوشش کروں گا۔

چنانچہ میں نے اس کے بھائی کا نام دریافت کیا اور افسر کے پاس جا کر اس کی اور اس لڑکی

کی رہائش کی کوشش کی ۔ افسر نے زر فدیہ پر رہائی کا وعدہ کیا ۔ مجھے پچھلے معرکوں میں مال غنیمت میں سے بہت کچھ مل چکا تھا ۔ میں نے اپنے پاس سے زر فدیہ ادا کر کے ان دونوں کی رہائی کا حکم حاصل کر لیا اور اس کے بھائی کو چھڑا کر اپنے ساتھ لے کر چلا ۔ اس گل اندام کے پاس پہنچا وہ بھائی سے لپٹ گئی ۔ اس کی پیشانی چومنے لگی مجھے بھائی بہن سے اس کی محبت دیکھ کر بڑا رشک آیا ۔

اس کا بھائی اس سے دو یا تین برس چھوٹا تھا لیکن بہن کی طرح وہ بھی خوبصورت نوجوان تھا جب اس دلربا کی طبیعت کو سکون ہوا تو وہ میری طرف متوجہ ہوئی ۔ اس نے مشکورانہ نظروں سے مجھے دیکھ کر کہا " تم نے بھائی سے مجھے ملا دیا میں تمہاری بہت زیادہ مشکور ہوں ۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں مرنے سے پہلے ہم دونوں نہ مل سکیں اب ہم مل گئے اب ہمیں مرنے کا خوف نہیں رہا ۔

میں نے کہا " اب تمہیں کوئی بھی خوف نہیں رہنا چاہیئے "۔

اس نے کچھ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا " کیوں "

میں : اس لئے کہ میں نے تم دونوں بہن بھائی کی رہائی کا حکم حاصل کر لیا ہے تم آزاد ہو جہاں چاہو جا سکتے ہو "

وہ دونوں اس بات کو سن کر بڑے متعجب ہوئے اسکے بھائی نے پوچھا ۔ کیا تم نے ہماری رہائی کا پروانہ حاصل کیا ہے ؟

میں : جی ہاں

وہ : وہ کیوں ؟

میں : میں تمہاری بہن کو غم زدہ نہ دیکھ سکا ۔ مجھے اس پر رحم آ گیا ، چنانچہ میں نے افسر سے مل کر تم دونوں کی رہائی کا حکم حاصل کر لیا ۔

وہ : مگر میں نے تو سنا تھا کہ مسلمان بڑے ہی بے رحم اور سفاک ہوتے ہیں تمہارے دل میں رحم کا جذبہ کیسے پیدا ہوا ۔

میں ۔ ہمارے دشمن ہمارے متعلق اسی قسم کا پروپیگنڈہ کیا کرتے ہیں مگر حقیقت یہ نہیں

ہے مسلمان بڑے خدا ترس اور رحمدل ہوتے ہیں۔ وہ دشمن کو بھی تکلیف اور اذیت میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔

وہ: مگر میں نے تو سنا تھا کہ بغیر فدیہ لئے مسلمان کسی جنگی قیدی کو رہا نہیں کرتے۔

میں۔ یہ سچ ہے ہمارا جنگی قانون یہی ہے میں نے تم دونوں کا زر فدیہ اپنے پاس سے ادا کر دیا ہے۔

وہ دونوں میرے بڑے مشکور ہوئے اور مجھے دعائیں دیتے چلے گئے وہ دلربا چلی گئی اور میں اسے یاد کرتے لگا۔ کئی روز گزر گئے ایک دن میں بستی میں سے گزر رہا تھا وہ سیم تن مجھے نظر آئی وہ جلدی سے میرے پاس آ گئی۔ اس نے کہا تم نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہم تمہارا ذکر اکثر کرتے رہتے ہیں۔

بے ساختہ میری زبان سے نکلا "اور میں ہر وقت تمہیں یاد کیا کرتا ہوں۔"

اس نے عجیب دلفریب نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ برہم ہو گئی یا اسے میری بات ناگوار گزری۔ وہ چلی گئی، میں بھی فرودگاہ پر چلا آیا۔

چند ہی روز کے بعد ہمیں وہاں سے کوچ کرنے کا حکم ہوا۔ مجھے بڑا افسوس تھا اس لئے کہ وہاں رہتے ہوئے اس مہوش کو دیکھنا ممکن تھا اور وہاں سے کوچ کر جانے پر دیدار نصیب ہونے کی کوئی امید ہی نہیں تھی۔ کوچ کا حکم ایسے تنگ وقت میں دیا گیا کہ بستی میں جانے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ میں اپنے دستہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

سلیمان اتنا بیان کر کے خاموش ہو گیا۔

(۱۳)

درویش اور سعید دونوں بڑی توجہ سے ان کی داستان سن رہے تھے اب آفتاب نکل آیا تھا۔ درویش نے موم بتی گل کردی غار کے اندر بھی کچھ اجالا سا ہو گیا۔ ایسا کہ یہ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھ سکتے تھے۔ درویش نے کہا "آپ کی داستان تو رومانی ہے۔"

سلیمان : جی ہاں میرا خیال ہے نوجوانی کے عالم میں ہر انسان کو رومانی واقعات پیش آتے ہیں میری یہ داستان بھی رومانی ہے۔

درویش : اچھا تو سناؤ۔

سلیمان نے بیان کیا۔

ہمارا رسالہ اس بستی سے ایک گم نام مقام کو بھیج دیا گیا۔ گم نام مقام میں نے اس لئے کہا کہ ہمیں کوچ کے وقت یہ نہیں بتایا کہ کہاں جانا ہے۔ کئی روز کے سفر کے بعد ہم ایک بستی میں پہنچے وہاں اس وقت تک جنگ ہو رہی تھی۔ ہمارا رسالہ عصر کے وقت وہاں پہنچا ہمیں لشکر کے ایک طرف ٹھہرایا گیا۔ دوسرے روز ہم بھی لڑائی میں شریک ہوا اس مقام پر قفقازی لوگ بڑی تعداد میں آ گئے تھے کئی روز تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر انھیں شکست ہوئی۔ ان کے بے شمار آدمی مارے گئے اور وہ بہت کچھ مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ہم نے بستی پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے مرد و زن کو گرفتار کر کے حراست میں لے لیا ان میں جو ذی استطاعت تھے انھوں نے زر فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کر لی مگر جو مفلس اور غریب تھے وہ باقی رہ گئے یا وہ جنگی قیدی رہ گئے جن کا ہم زر فدیہ نہیں لے سکتے تھے۔

یہ تمام قیدی میرے ہمراہ پہلی بستی میں۔ جہاں ہمارا صدر مقام تھا بھیجے گئے میں اپنے رسالہ

کے ساتھ وہاں پہنچا۔ قیدی میں نے وہاں کے امیر عسکر کے سپرد کئے اور اپنے مقام پر فرو کش ہو گیا۔

اس عرصہ میں میں نے لڑکی کو بھولنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جتنا میں اسے بھولنے کی کوشش کرتا اتنا ہی وہ مجھے اور یاد آتی۔ یہاں تک کہ مجھے اس کی یاد نے بے چین اور پریشان کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ غیر کفو ہے غیر مذہب ہے۔ فدیہ لے کر آزاد کر دی گئی ہے نہ میں اسے کچھ کہہ سکتا ہوں، نہ وہ میری ہو سکتی ہے، ہر چند دل کو یہ باتیں سمجھاتا تھا لیکن دل تھا کہ کسی طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس سے پہلے میں محبت کی باتوں کو دماغی خلل کا نتیجہ سمجھتا تھا لیکن اب خود اس دماغی خلل میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اب مجھے ان لوگوں کے وہ واقعات یاد آنے لگے جو وہ مجھے اپنی محبت کی داستانیں سنایا کرتے تھے اور میں ان کی داستانیں سن کر ہنس دیا کرتا تھا اب مجھے ان پر رحم آنے لگا تھا میرا دل بھی چاہتا تھا کہ کسی کو اپنا ہمدرد و دلساز بناؤں مگر مشکل یہ تھی کہ میرے اس رسالہ میں کئی وہ آدمی موجود تھے جن کی داستان محبت کا میں مذاق اڑا چکا تھا۔ چونکہ مجھے اس کو دیکھنے کی لگن تھی اس لئے کئی بار بستی میں جا چکا تھا مگر اس کا دیدار میسر نہیں ہوا تھا۔ مجھے اپنی اس حماقت پر بڑا افسوس ہوا کہ میں نے اس سیم تن کا مکان بھی معلوم نہیں کیا تھا۔

وہ بستی کچھ زیادہ بڑی نہیں تھی۔ میں قریب قریب اس کے ہر کوچہ میں جا چکا تھا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ وہاں سے کہیں اور چلی گئی ہے۔ لیکن کمبخت دل اس بات کو باور نہیں کرتا تھا۔ وہ بستی میں چلنے کا تقاضا کرتا اور میں چلا جاتا۔ کئی کئی گھنٹے کوچہ نوردی کرتا اور واپس آ جاتا۔ اکثر رات گئے تک بستی میں اس گل اندام کو تلاش کرتا رہتا۔ لیکن وہ ایک روز بھی نہ ملی۔

ایک روز جب میں نے عصر کی نماز پڑھ لی تو دل نے پھر بستی میں چلنے کا تقاضا کیا میں بہت جھنجلایا میں نے تہیہ کر لیا کہ ہرگز نہ جاؤں گا مگر چند ہی لمحے بعد میرا ارادہ بدل گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ دل کچھ ایسا بے چین ہوا کہ میں رہ ہی نہ سکا۔ فوراً ہی اٹھ کر بستی کی طرف چل دیا۔

بستی فرودگاہ سے تقریباً ایک میل یا اس سے کچھ کم فاصلہ پر تھی۔ راستہ میں کچھ مسلمان ادھر آتے ہوئے ملے عام طور پر وہ تمام مسلمان جو بستی میں جاتے تھے مغرب سے پہلے واپس چلے آتے تھے انھوں نے مجھے مغرب سے ذرا کچھ پہلے بستی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے پوچھنے لگے اس

دفت بستی میں کیوں جار ہے ہو ؟

غنیمت تھا کہ میری مجنونانہ حالت کی کسی کو خبر نہیں تھی ورنہ ضرور میرا مذاق اڑاتے میں
کہہ دیا میں ایک ضرورت سے جا رہا ہوں "۔

دن ڈوبتا جا رہا تھا مغرب کا وقت تھا اور میں بستی کی طرف جا رہا تھا۔ جب بستی کے قریب
پہنچا تو ایک نوجوان حسین کا نام عظیم تھا مجھ سے کہنے لگا" استاد" اسوقت کہاں چلے تم ؟"
میں نے اسے تلوار کے چند ہاتھ سکھائے تھے وہ میرا ہم وطن تھا۔ میرا بڑا ادب و لحاظ کرتا
مجھے ہمیشہ استاد کہا کرتا تھا میں نے کہا" ایک ضرورت سے جا رہا ہوں "۔

اس نے کہا تنہا جانا ٹھیک نہیں میں ساتھ چلوں گا "۔

میں کسی کو بھی اپنے ساتھ نہ لے جانا چاہتا تھا مجھے تو اور ہی دھن تھی۔ اگر کوئی میرے ساتھ
ہوا اور وہ ماہ رخ مل جائے تو میں اس سے بات نہ کر سکوں گا حالانکہ میں اس سے بہت کچھ باتیں کرنا
تھا۔ میں نے ہر چند اسے ٹالنا چاہا۔ لیکن وہ نہ ٹلا اس نے صاف کہہ دیا کہ میں ہرگز تمہیں نہ اکیلا جا
دوں گا۔ مجبوراً میں نے اسے ساتھ لیا اور بستی میں پہنچا جب ہم بستی میں داخل ہوئے تو مغرب
وقت ہو گیا تھا ہم نے وضو کر کے نماز پڑھی اور چل پڑے۔ بازاروں اور کوچوں میں سے گزرتے رہے
لیکن افسوس جسے دیکھنے کی آرزو تھی وہ نہ ملی ہم نے عشا کی نماز بھی وہیں پڑھی نماز پڑھ کر ہم چل پڑے
چاندنی رات تھی آسمان سے نور کی بارش ہو رہی تھی دودھیا چاندنی چھٹکی ہوئی تھی ۔ ہم ایک کوچہ میں
گزر رہے تھے کہ ایک مکان سے چیخ کی آواز آئی۔ میں نے عظیم کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا "کسی ا
کی چیخ کی آواز ہے "۔

میں نے کہا " آؤ اندر چل کر دیکھیں "۔

اس نے کہا " ہمیں کیا ضرورت ہے یہ کافروں کی بستی ہے "۔

میں : لیکن یہ لوگ ہماری ذمہ داری میں ہیں ہم نے ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے
صلہ میں زر فدیہ لیا ہے۔ ان کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔

اسی وقت مدد، مدد کی آواز آئی مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ میں دروازہ میں گھس کر مکان کے اند
پہنچا میں نے دیکھا ایک مرد ایک لڑکی کو ستا رہا ہے میں نے للکارا " خبردار "

مرد سیدھا کھڑا ہو گیا۔ لڑکی اس کی گرفت سے آزاد ہو کر دوڑی اور میری آغوش میں آ گئی۔
میں نے پہلی ہی نظر میں اسے پہچان لیا۔ وہ وہی دوشیزہ تھی جس کی یاد نے مجھے بے چین کر رکھا تھا۔
مرد جلدی سے میرے قریب آیا اس نے کہا "تم خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ"۔
میں نے اس سے پوچھا "کیا تو نے زرِ فدیہ ادا کر دیا ہے ؟
اس نے کہا نہیں۔ میں زرِ فدیہ ادا کرنے سے مر جانا اچھا سمجھتا ہوں" میں نے کہا "اب میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ یہ لڑکی ہماری ذمہ داری میں ہے، اگر تم اسے ستاؤ گے تو ہمیں اس کی مدد کرنی ہو گی۔
وہ۔ میں کچھ نہیں جانتا صرف ایک بات کہتا ہوں۔ مجھے اس لڑکی سے بہت زیادہ محبت ہے اگر یہ خوشی سے رضامند نہ ہوئی تو زبردستی رضامند کی جائے گی۔
میں: تب تمہاری موت تمہیں پکار رہی ہے تلوار لو اور مقابلہ کرو"۔
اس نے تلوار کھینچ لی میں نے آہستہ سے دوشیزہ کو پیچھے کیا۔ اس مردِ ناہنجار نے مجھ پر حملہ کیا میں نے اس کا حملہ روک کر اس کی تلوار پر اپنی تلوار ماری اس کی تلوار کے دو ٹکڑے ہو گئے وہ گھبرا کر بھاگا۔
میں نے اس کا پیچھا کیا مجھے دوشیزہ نے روک لیا اور کہا "نہ جاؤ۔ اس ظالم کے پیچھے نہ جاؤ"۔
میں رک گیا۔ عظیم بھی مکان کے اندر آ گیا تھا۔ اس ماہ پارہ نے مجھے مشکورانہ نظروں سے دیکھ کر میرا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ "خوب وقت پر آئے تم"۔
میں نے پوچھا "یہ کون تھا ؟"
اس نے بتایا وہ شہر کا رہنے والا ہے بڑا ظالم اور سفاک ہے آج بھیا گھر نہیں تھے وہ آ گیا اگر تم نہ آ جاتے تو یہ بے رحم میری آبرو لے لیتا اور پھر میں زندہ نہ رہتی چاندنی میں اس کا سفید چہرہ جس پر سرخی غالب تھی چمک رہا تھا اس نے ہمیں بٹھایا اور خاطر مدارات میں لگ گئی۔ مجھے یہ فکر ہوا کہ اس کا بھائی موجود نہیں ہے وہ گھر میں تنہا ہے اگر میں بھی چھوڑ کر چلا جاؤں تو کہیں وہ وحشی پھر رات کو نہ آ گھسے۔ میں نے اس سے اپنا اندیشہ بیان کیا اس نے کہا یہ خوف مجھے بھی ہے۔" میں نے کہا "پھر کیا کرنا چاہیئے ؟"
اس نے کہا "اگر ممکن ہو تو رات کو تم یہیں ٹھہر جاؤ"۔
اس کی حفاظت کیلئے ہمارا وہاں ٹھہرنا ہی مناسب تھا چنانچہ ہم ٹھہر گئے۔

(۱۵)

سلیمان نے بیان کیا۔

ہمارا اندیشہ ٹھیک ہی نکلا۔ آدھی رات کے بعد وہ شخص پھر آدھمکا میں اس وقت جاگ رہا تھا اور نہ معلوم کیا کیا سوچ رہا تھا وہ دیوار پر سے کودا۔ اگرچہ اس طرح کودا تھا کہ کھٹکا بالکل نہ ہو مگر میں نے اس کے کودنے کا دھماکہ سن لیا اور ہوگیا۔

لڑکی برابر کے دوسرے کمرہ میں سو رہی تھی عظیم برآمدہ میں تھا۔ چاند اب بھی بڑی آب و تاب سے نکلا ہوا تھا اور چاندنی چھٹک رہی تھی۔ میرا بستر کمرہ کے اندر عین سامنے تھا اور میں لیٹا ہی لیٹا صحن کے کچھ حصہ کی ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔

وہ دبے قدموں بڑھ رہا تھا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ عظیم پر حملہ نہ کر دے میں اٹھا اور دیوار سے لگ کر اس طرح کھڑا ہو گیا کہ جب وہ حملہ کرے میں جھپٹ کر عظیم کی مدد کر سکوں۔ غالباً اس نے عظیم کو سوتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ بڑی آہستگی سے بڑھ رہا تھا آخر اس نے عظیم کے قریب آکر تلوار بلند کی اور حملہ کرنا چاہا میں جھپٹا اور میں نے للکار کر کہا "خبردار"

وہ گھبرا گیا۔ ساتھ ہی عظیم بھی اٹھ بیٹھا، وہ حملہ نہ کر سکا، بھاگ کھڑا ہوا، میں اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا میں بھی باہر نکلا وہ بھاگنے لگا اور بھاگتے بھاگتے کہا تم اس کی حفاظت نہ کر سکو گے۔ یاد رکھو اگر اسے اپنے ملک میں بھی لے جاؤ گے تو میں پیچھا کروں اور یا تو اسے میرے ساتھ آنا پڑے گا یا میں اسے مار ڈالوں گا۔"

میرے تن بدن میں آگ لگ گئی میں اس کا خاتمہ کرنے یا اسے گرفتار کر لینے کیلئے اس کے پیچھے دوڑا۔ مگر وہ بہت تیز بھاگتا تھا میرے ہاتھ نہ آیا۔

کافی دور تک میں اس کا تعاقب کر کے لوٹ آیا عظیم مجھے راستہ میں ملا۔ اس نے بتایا کہ جس وقت وہ کودا تھا اس کی بھی آنکھ کھل گئی تھی۔ ہم دونوں جب مکان کے اندر پہنچے تو ہم نے اس حور قفقاز کو صحن میں کھڑے دیکھا وہ چاندنی میں نہا رہی تھی اور آسمانی مخلوق معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے پوچھا" کیا بات تھی؟

میں نے اسے سب حال سنایا اور جو دھمکی وہ دے گیا تھا وہ بھی سنائی، اس نے کہا وہ جو کچھ کہہ گیا ہے وہی کرے گا۔ وہ بڑا ظالم اور سفاک ہے وہ اس بات سے چڑ گیا ہے کہ تم میری حفاظت کر رہے ہو۔

میں نے کسی قدر جوش سے کہا" انشاء اللہ وہ تمہارا بال بھی بیکار نہ کر سکے گا اگر آئندہ وہ سامنے آگیا تو میں اسے ضرور مار ڈالوں گا۔"

میں نے دیکھا وہ قفقاز کی پری کچھ خوف زدہ ہو رہی تھی میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا" تم بالکل نہ گھبراؤ۔ وہ اب یہاں نہیں آسکے گا۔"

اس نے کہا" تم اسے نہیں جانتے وہ ضرور یہاں آئے گا۔

میں: تم آرام سے سو جاؤ۔ میں اور عظیم بیٹھ کر تمہاری حفاظت کریں گے۔

وہ: میں بھی تمہارے ساتھ بیٹھی رہوں گی۔

میں نے اور عظیم نے ہر چند اسے سمجھایا، تسلی دی اور آرام کرنے کو کہا۔ مگر وہ نہ مانی ہمارے پاس ہی بیٹھ گئی باتیں کرنے لگی اور ہم تینوں نے باتیں کرتے ہی کرتے باقی رات گزار دی۔

جب مرغانِ سحر نے خدائے قدوس کی تسبیح میں زمزمہ سنجی شروع کی تو میں ضروریات سے فراغت کرنے کے لئے اٹھا اور صحن میں آیا۔ اس وقت چاند چھپ گیا تھا اور جھٹ پٹا سا ہو رہا تھا۔ جوں ہی میں صحن میں آیا۔ کوئی لپکا، میں نے غور سے دیکھا وہی بدمعاش جا رہا تھا جو دوشیزۂ قفقاز کو اڑا لے جانے کی فکر میں تھا گویا وہ رات بھر اسی مکان میں اور ہمارے قریب ہی رہا تھا۔ اس کی طرف سے دوشیزہ کا اندیشہ حق بجانب تھا۔ اگر وہ ماہ طلعت سو جاتی تو شاید ہم لوگ بھی اونگھنے لگتے اور ممکن تھا وہ کوئی ایسی حرکت کر جاتا جس سے ہمیں پچھتانا پڑتا، اس کے جاگنے اور بیٹھے رہنے کی وجہ سے ہم بھی جاگتے اور بیٹھے رہے اور یہ اچھا ہی ہوا۔

میں اس بدمعاش کے پیچھے جھپٹا لیکن وہ پھر مکان سے باہر گیا۔ اور اس نے جاتے جاتے کہا " میں کہہ چکا ہوں تم اس کی حفاظت نہ کر سکو گے "

وہ بھاگ گیا۔ میں لوٹ آیا۔ ہم نے ضروریات سے فراغت کی اور میں نے اور عظیم نے وضو کر کے صبح کی نماز پڑھی۔ وہ ماہ پارہ ہمیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد اس نے ناشتہ تیار کیا اور ہم تینوں نے ناشتہ کیا جب دن چڑھ گیا اور دھوپ پھیل گئی تب میں نے اور عظیم نے اس سے رخصت ہونا چاہا وہ زبان سے تو کچھ نہ کہہ سکی لیکن اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ ہمیں روکنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا " کیا تمہیں دن میں بھی اس کی طرف سے کوئی اندیشہ ہے ؟

اس نے کہا " بھیا نہیں ہیں۔ اور وہ بڑا بدمعاش ہے "

میں : گویا تم چاہتی ہو کہ ہم تمہارے بھیا کے آنے تک رہیں "

وہ : میں ایسا کیسے کہہ سکتی ہوں۔ آپ فوجی آدمی ہیں۔ فوج میں جانا آپ کا ضروری ہے۔

میں اس کی باتوں سے سمجھ گیا کہ وہ ڈرتی ہے اور نہیں چاہتی کہ ہم وہاں سے چلے جائیں۔ میں نے عظیم سے کہا " میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔ تم چلے جاؤ اور امیر عسکر سے تمام واقعات بیان کر کے درخواست کرو کہ وہ مستقل طور پر چند جوانوں کو اس لڑکی حفاظت کیلئے متعین کر دیں۔

عظیم چلا گیا۔ میں اور وہ لڑکی دونوں وہاں رہ گئے میں نے اسے بتایا کہ میں عرصہ سے اس کی تلاش میں تھا اور وہ نہ مل سکی تھی۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ بھی میری تلاش میں رہی۔ مگر ملنے کا اتفاق نہ ہوا اس کے بعد وہ کسی دوسری بستی میں اپنے رشتہ داروں میں چلی گئی تھی اور دو دن ہوئے جب وہاں سے واپس آئی ہے۔ دورانِ گفتگو میں اس نے یہ بھی بتایا کہ اس بدمعاش نے اسے اس کے رشتہ داروں کے یہاں ہی دیکھا تھا اس نے تحائف دینے چاہے مگر اس نے نہیں لئے اس نے اس کی منتیں کیں اور اپنے ساتھ لے جانا چاہا وہ آمادہ نہ ہوئی اس کے رشتہ دار وہاں اس کی حفاظت کرتے رہے اور اپنی حفاظت میں یہاں تک پہنچا گئے۔ اس کی گفتگو سے میں یہ سمجھ گیا کہ جن ایام میں میں محاذِ جنگ پر بھیجا گیا تھا۔ ان دنوں وہ مجھے تلاش کرتی رہی اور پھر اپنے رشتہ داروں میں چلی گئی۔

دوپہر کے وقت چار جوان اس کے مکان پر اس کی حفاظت کیلئے آگئے اور میرے لئے بھی یہ حکم آیا کہ میں بھی یہاں رہوں، میں تو چاہتا ہی یہ تھا۔

ہم سب تین روز تک وہاں رہے اس عرصہ میں وہ گل رو مجھ سے بہت کچھ مانوس ہو گئی۔ مذہب اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی اور میرے دل میں اس کی محبت اور پختہ ہوتی چلی گئی اس تین روز کے عرصہ میں وہ بدمعاش پھر وہاں نہیں آیا۔ اگر آیا بھی ہو تو فوجی سپاہیوں کو دیکھ کر واپس چلا گیا ہوگا۔ چوتھے روز اس کا بھائی آگیا مگر وہ زخمی تھا حور قفقاز اپنے بھائی کو زخمی دیکھ کر بہت زیادہ غمگین ہوئی اس کے بھائی نے بتایا کہ وہی بدمعاش جو لڑکی کے پیچھے پڑا ہوا تھا اسے راستہ میں مل گیا اور اس سے لڑکی کے متعلق نامناسب گفتگو کرنے لگا وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی بہن کو اس کے حوالے کر دے اس نے بڑے بڑے لالچ بھی دیئے اور جب وہ تیار نہ ہوا تو اس نے اسے قتل کر ڈالنے کیلئے اس پر حملہ کیا اتفاق سے دو مسلمان وہاں آگئے اور انھوں نے اس موذی سے اس کو بچایا، دوشیزہ نے یہاں کے تمام واقعات اپنے بھائی کو سنائے اس کے بھائی نے کہا "اب ہمارا یہاں رہنا خطرہ سے خالی نہیں۔ لڑکی نے کہا" اگر یہ نیک دل مسلمان میری حفاظت نہ کرتے تو یا تو وہ بدمعاش مجھے لے جاتا یا مار ڈالتا۔ اس نے وہ دھمکی بھی بیان کی جو وہ دے گیا تھا اس کے بھائی نے کہا " مجھ پر مسلمانوں کی مہربانی کا بڑا اثر ہوا ہے میں انھیں نہایت شریف اور رحمدل انسان سمجھتا ہوں "

دوشیزہ : ایسا ہی میرا بھی خیال ہے میں ان کے مذہب سے بھی متاثر ہوں "

میں نے اس کے بھائی کا علاج شروع کیا زخم معمولی تھے چند ہی روز میں مندمل ہو گئے اس عرصہ میں ہم وہیں مقیم رہے کبھی کبھی میں اپنی فرودگاہ پر بھی ہو آتا تھا اور امیر سے مل کر انھیں بھی حالات بتا دیتا تھا۔ جب اس کے بھائی کو آرام ہو گیا تب ہم نے واپس آنا چاہا۔ اس کے بھائی نے کہا میں نے اور میری بہن نے بہت کچھ غور و خوض کے بعد یہ طے کر لیا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہی رہیں گے اور تمہارے ہمراہ تمہارے ملک کو چلیں گے۔ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ وہ دونوں ہمارے ساتھ فرودگاہ میں آگئے اور چند ہی روز کے بعد مسلمان ہو گئے میں نے اس کے بھائی کو اس کی بہن کے ساتھ عقد کا پیغام دیا۔ اس نے منظور کر لیا اور ہمارا عقد ہو گیا۔

میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بھی کئی لڑکیوں نے مسلمانوں سے شادیاں کر لی تھیں۔ ہم دونوں لطف سے رہنے لگے۔ لیکن اس حور قفقاز کو اس بدمعاش کی طرف سے خوف لگا رہتا تھا۔ میں اسے تسلی دیتا رہتا تھا۔

(۱۹)

سلیمان نے بیان کیا۔

"حور قفقاز جب مسلمان ہوئی تھی تو اس کا نام لبنیٰ رکھا گیا تھا۔ لبنیٰ بڑی اطاعت گزار اور وفادار تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب میں نے اس کا اور اس کے بھائی کا زر فدیہ دیکر انھیں رہا کرایا تھا اسی وقت اس کے دل میں میرے لئے جگہ ہوگئی تھی اور جب میں نے اسے اس بدمعاش کے ہاتھ سے بچایا جو اس کی عصمت کا دشمن تھا اس وقت سے وہ میری بڑی شکر گزار تھی۔ دراصل وہ میری ہمدردی سے متاثر ہو کر مجھ سے محبت کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

ہم دونوں بڑے آرام سے گزر کر رہے تھے مجھے تو دنیا ہی میں جنت مل گئی تھی لیکن کبھی کبھی لبنیٰ کا خوف جو اسے بدمعاش کی طرف سے تھا کانٹا بن کر کھٹکنے لگتا تھا۔

میں اسے تسلی دیا کرتا۔ میرے تسلی دینے سے اس کی کچھ تسکین ہو جاتی۔ لیکن پھر اس پر خوف چھا جاتا۔ اس کا خوف کس قدر درست تھا یہ مجھے چند ہی روز بعد معلوم ہوا۔

ہوا یہ کہ ایک روز لبنیٰ اپنے بھائی کے ساتھ گل گشت کو گئی تھی۔ فرودگاہ سے کچھ فاصلہ پر ایک چمن زار تھا۔ وہاں سیر کرنے کے لئے لبنیٰ کبھی میرے ساتھ اور کبھی اپنے بھائی کے ہمراہ چلی جایا کرتی تھی۔ اس روز جب وہ وہاں گئی تو دفعتہ وہی بدمعاش جو اس کی کھوج میں تھا جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ دونوں اس دیو ہیکل کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اس نے کہا "بتاؤ۔ اب تمہیں کون طاقت در ہاتھوں سے بچا سکے گا۔"

لبنیٰ کے ذہن میں ایک تجویز آگئی۔ اس نے مسکرا کر کہا "ہمیں تمہارے ہاتھ سے بچنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے حیرت سے لبنیٰ کو دیکھ کر پوچھا "کیوں"

لبنیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اس لئے کہ جس مسلمان نے اس روز مجھے تمہارے ہاتھوں سے بچایا تھا وہ اچھا آدمی نہ نکلا۔ زبردستی مجھے اور میرے بھائی کو فرودگاہ میں لے آیا اور اب یہ کوشش کر رہا ہے کہ میں مسلمان ہو کر اس سے عقد کر لوں۔

اس نے کہا "اور تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

لبنیٰ: میں مسلمان ہونا نہیں چاہتی۔ اسی فکر میں تھی کہ اپنا کوئی ہم قوم مل جائے تو اس سے مدد کی درخواست کروں تم مل گئے ہو میں بڑی خوشی سے تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔

بدمعاش یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا۔ بس تو موقع ہے چلو میرے ساتھ۔"

لبنیٰ: ضرور چلوں گی۔ مگر ایک اقرار کرو کہ تم مجھے دھوکا نہ دو گے۔

اس نے سخت قسمیں کھا کر اسے اطمینان دلایا۔ لبنیٰ نے اپنے بھائی سے کہا "خوش قسمتی سے ہمیں بھاگنے کا موقع مل گیا ہے۔ میں ان کے ساتھ جا رہی ہوں تم میرے زیورات لے کر آجانا۔"

اس کا بھائی سمجھ گیا کہ وہ اسے جل دینا چاہتی ہے۔ اس نے کہا "میں زیور لے کر کہاں آجاؤں؟"

لبنیٰ نے بدمعاش کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔ گویا وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اسے کہاں آنا چاہیئے۔ ایک وہ حسینہ جسے وہ پیار کرتا تھا اور اس کے ساتھ ہی قیمتی زیورات اسے مل رہے تھے۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اس نے اس کے بھائی سے پوچھا "تم کتنی دیر تک یہیں آجاؤ گے؟"

اس کے بھائی نے کہا بہت جلد آؤں گا۔"

بدمعاش: میں اور تمہاری بہن اسی جگہ انتظار کریں گے"۔

اس کا بھائی چل پڑا۔ وہ سیدھا میرے پاس آیا اور تمام واقعہ سنایا میں مضطرب ہو گیا۔ مجھے خوف ہوا کہیں وہ بدمعاش اسے لے کر چلتا نہ بنے میں تنہا چلنے لگا اس کے بھائی نے مجھ سے کہا ایک دو آدمیوں کو اور ساتھ لے لو ممکن ہے اس کے ساتھی کہیں چھپے ہوں۔"

اس کی بات میری سمجھ میں آگئی۔ میں نے تین دوستوں کو تمام حال سنا کر اپنے ساتھ لیا اور چلا۔ میرے دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس کے بھائی کو آگے بھیجیں اور ہم پیچھے چلیں۔ یہ رائے مناسب تھی۔ میں نے اس کے بھائی کو آگے چلتا کر دیا۔ اور خود اپنے دوستوں کے ساتھ جھاڑیوں کی آڑ لے کر چمن زار کی طرف چلا۔

اس کا بھائی ہم سے پہلے وہاں پہنچ گیا، ہم بھی تیزی سے چل کر چمن میں داخل ہو گئے۔ میں نے دور سے لبنیٰ کو اس بدمعاش کے ساتھ دیکھا، خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ ابھی تک وہاں ہیں۔ وہ تینوں چلے۔ دفعتہً ہم نے للکارا، بدمعاش نے لبنیٰ کے بھائی سے کہا 'دغاباز' اس نے جلدی سے اس کے تلوار کا ہاتھ مارا تو لبنیٰ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا ورنہ اس کا بھائی مارا جاتا۔ بدمعاش نے خود لبنیٰ پر وار کر دیا۔ اس عرصہ میں میں ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے تلوار پر اس کی تلوار روکی اور جلدی سے اس پر حملہ کیا۔ اس کے شانہ پر زخم آگیا۔ وہ بھاگا اس نے بھاگتے ہوئے مجھے اور لبنیٰ کو غلیظ گالیاں دیں اور کہا "سنو میں اس لڑکی کو ہرگز نہ چھوڑوں گا چاہے تم سات سمندر پار بھی کیوں نہ چلے جاؤ اور آئندہ جب میں اس لڑکی سے ملوں گا تو وہ اس کا آخری دن ہو گا اور کافر مسلمان تیرا بھی آخری دن ہو گا۔

میں نے اس کا تعاقب کرنا چاہا۔ لبنیٰ نے مجھے روک کر کہا "اس کے پیچھے مت جاؤ وہ کہتا تھا اس کے کئی ساتھی قریب ہی موجود ہیں۔

ہم سب وہاں سے لوٹ آئے، میں لبنیٰ کا بے حد شکر گزار تھا، اس روز سے ہم نے احتیاط شروع کر دی اور اس چمن زار میں جانا بند کر دیا۔

اب لبنیٰ کو اور بھی زیادہ خوف رہنے لگا۔ میں جس قدر اسے سمجھاتا اور تسلی دیتا وہ اتنا ہی خوف زدہ ہوتی۔ ایک روز اس نے مجھ سے کہہ ہی دیا کہ اس ملک میں رہتے ہوئے اس بدمعاش کے شر سے بچنا مشکل ہے وہ جو کچھ کہتا ہے وہی کرتا ہے اب جب کبھی وہ مجھ سے ملے گا ضرور مجھے مار ڈالے گا۔ اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو مجھے اپنے ساتھ اپنے ملک میں لے چلو۔

میں نے امیر عسکر سے تمام واقعات کہے وہ اس بات پر تیار ہو گئے کہ مجھے میرے وطن

بھیج دیں ۔ لیکن ایک اور معاملہ پیش آگیا اور ہم وہاں چند روز اور ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے۔
ہوا یہ کہ اس کے بھائی کو کسی لڑکی سے محبت ہو گئی اور وہ بغیر اسے ساتھ لئے ہمارے ساتھ چلنے پر تیار نہیں تھا۔ لبنیٰ اس کے بغیر جانے پہ آمادہ نہ تھی ۔ میں نے اس لڑکی کے باپ کو اس کی طرف سے پیغام دیا اس کا باپ بہت بگڑا اور اس نے صاف انکار کر دیا ۔ اگرچہ وہ ہمارے محکوم تھے لیکن ہماری ذمہ داری میں بھی تھے اس لئے ہم ان پر کوئی سختی نہ کر سکتے تھے ۔
لیکن ایک روز اس لڑکی کا باپ خود بخود میرے پاس اور اس نے لبنیٰ کے بھائی سے اپنی لڑکی منسوب کرنی منظور کرلی ۔ مجھے اس کے خیال کی اس تبدیلی پر بڑا تعجب ہوا اس نے خود ہی مجھے بتایا کہ وہی بدمعاش جو لبنیٰ کی تاک میں تھا اس لڑکی کو اڑا لے جانے کی فکر میں بھی ہے میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ لڑکی کو لیکر اسلامی فرودگاہ میں آجائے وہ آگیا اور مع اپنی لڑکی کے مسلمان ہو گیا۔ اس لڑکی کا عقد لبنیٰ کے بھائی سے کر دیا گیا۔
اب میں نے اپنے وطن چلنے کی تیاری شروع کر دی مگر لبنیٰ کو امید ہو گئی تھی ۔ وہ سفر کے قابل نہیں رہی تھی ۔ بچہ پیدا ہونے تک مجبوراً وہاں قیام کرنا پڑا ہماری شادی کو آٹھ ماہ ہو چکے تھے ، نو مہینے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی نہایت حسین اور ماہرو تھی ۔ ماں سے بہت زیادہ خوبصورت ، میں نے اس کا نام عذرا رکھا ۔
اب جب تک زچہ اور بچہ سفر کرنے کے قابل نہ ہو جاتے میں اپنے وطن کیسے آسکتا تھا ۔ چند مہینے اور وہاں ٹھہرنا پڑا ۔
ایک روز میں بستی سے واپس آرہا تھا کہ بدمعاش مجھے ملا ۔ اس نے کہا "او کافر مسلمان ۔ تو نے میرا دل جلایا ہے "میں تیرا دل جلاؤں گا ، میں تجھے آج قتل کر سکتا ہوں مگر ابھی قتل نہ کروں گا ۔ پہلے میں اسے ماروں گا جس پر تو دل و جان سے شیفتہ ہے ۔ بدبخت تو نے میری عداوت کی آگ کو اور تیز کر دیا ہے تو نے اس دوسری لڑکی کو بھی اڑا لیا جسے میں دل بہلانے کے لئے لے جانا چاہتا تھا اور اس کا عقد اپنی چہیتی کے بھائی سے کر دیا ہے ۔ تو مجھ سے ڈر کر اپنے وطن بھاگ جانا چاہتا ہے مگر میرے

انتقام سے وہاں بھی نہ بچ سکے گا۔"

میں اس کی یا وہ گوئی سے تنگ آ کر اس کی طرف لپکا۔ مگر وہ تیزی سے جھاڑیوں میں گھس کر غائب ہو گیا میں وہاں سے چلا آیا۔ اس نے لبنیٰ کے قتل کی پھر دھمکی دی تھی۔ اب مجھے بھی واہمہ ستانے لگے۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر لبنیٰ سے نہیں کیا۔ اگر میں اس سے ملاقات کا حال بیان کر دیتا تو وہ ضرور اور بھی خوفزدہ ہو جاتی۔ البتہ اس کے بھائی سے میں نے ضرور ذکر کر دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ وہ تنہا کہیں نہ جایا کرے۔

لبنیٰ سوا مہینے کا چلّہ نہا چکی تھی اور اب چلنے پھرنے لگی تھی۔ بچہ ہونے سے اس کے چہرہ کی رعنائی اور جاذبیت اور بڑھ گئی تھی جس طرح شبنم سے نہا کر پھول نکھر جاتے ہیں ایسا وہ نکھر گئی تھی۔ اور عذرا ـــــ وہ بالکل پھول تھی۔

ایک رات کو شاید لبنیٰ نے کوئی خواب دیکھا وہ سخت خوفزدہ ہو گئی اور اس نے مجھ سے وطن چلنے کے لئے اصرار کیا۔ میں خود وہاں سے چلا آنا چاہتا تھا۔ امیر عسکر سے اجازت لے چکا تھا صرف یہ انتظار کر رہا تھا کہ کوئی دستہ واپس ہو یا کچھ لوگ چھٹی لے کر چلیں تو میں ان کے ساتھ چل پڑوں۔

خوش قسمتی سے چند ہی روز کے بعد ایک دستہ مالِ غنیمت اور قیدی لے کر چلا۔ میں بھی اس دستہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ لبنیٰ اس کا بھائی اس کی بیوی اور اس کی بیوی کا باپ سب میرے ساتھ چلے۔

(۱۷)

سلیمان نے بیان کیا۔

"میں اپنے وطن میں پہنچ گیا۔ عذرا ایک سال کی ہو گئی بڑی پیاری اور حسین بچی تھی۔ جو کوئی اسے دیکھتا ضرور پیار کرتا۔ لبنیٰ اس کی شیدا اور میں اس کا گرویدہ تھا اگر ذرا بھی اس کا کان گرم ہو جاتا تو ہم دونوں بے چین ہو جاتے۔

معاف کرنا میرا افسانہ ذرا لمبا ہو گیا ہے۔

درویش: کہتے جاؤ، خاصا دلچسپ ہے"

سعید کو بھی ان کے افسانے سے کافی دلچسپی ہو گئی تھی وہ بڑے غور سے سن رہا تھا۔

سلیمان نے بیان کیا۔

"ہم وطن میں اطمینان سے رہنے لگے میں نے واپس آ کر اپنا کام سنبھال لیا کاشتکاری کرنے لگا۔ ایک باغ کھجوروں کا خرید لیا۔ میں لبنیٰ کا اور لبنیٰ میرا بڑا خیال رکھتی۔ ہم ایک دوسرے کو آرام و راحت پہنچانے کی کوشش کرتے۔

اگرچہ لبنیٰ کو آرام تھا، راحت تھی، بے فکری تھی، لیکن اسے اب بھی اس بدمعاش کا خوف ستاتا رہتا تھا جو اس کے وطن میں تھا میں اس کے خوف کو ہنسی میں اڑا دیتا اور اسے تسلی دیتا رہتا۔

اس طرح کئی سال گزر گئے اور اب عذرا پانچ برس کی ہو گئی۔ جوں جوں وہ بڑی ہوتی جاتی تھی اور بھی نکھرتی جاتی تھی۔ اس کی پیاری پیاری باتیں ہمیں ہنساتی رہتیں۔

لبنیٰ اکثر کھجور کے باغ میں چلی جاتی اور بعض روز تو دن بھر وہیں رہتی عذرا کو ساتھ لے

جانی - ایک روز جب وہ گئی تو میرا دل کچھ بے چین ہو گیا اس روز میرا ارادہ شکار کو جانے کا تھا
میں شکار کے سامان سے لیس ہو کر باغ میں پہنچا - دیکھا تو لبنیٰ کا چہرہ زرد تھا اور وہ کانپ
رہی تھی۔ میں گھبرا گیا - میں نے پوچھا "کیا ہوا ؟"
اس نے جواب دیا " وہ — منحوس آ گیا ہے "۔
مجھے بڑا تعجب ہوا - میں نے کہا " کہاں دیکھا ہے تم نے اسے
؟
لبنیٰ : وہ یہیں آیا تھا - مجھ سے کہنے لگا میں تجھے بھولا نہیں ہوں اپنے ساتھ لے چلنے کے
لئے آیا ہوں " میں ہول ہو گئی - لیکن خوش قسمتی سے چند لوگوں کے بولنے کی آواز آئی - میں نے
اس سے کہا " خیریت چاہتے ہو تو چلے جاؤ ورنہ میں شور کر دوں گی اور تم پکڑے جاؤ گے - اسی وقت
کئی آدمی باغ میں آ گئے - اس نے چلتے چلتے کہا میں یہاں آ گیا ہوں - تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا - وہ
چلا گیا اس کے جاتے ہی عظیم اپنے چند دوستوں کے ساتھ آ گئے - مجھے پریشان دیکھ کر پریشانی کی وجہ
پوچھنے لگے - میں نے ان سے اس بدمعاش کا ذکر کیا وہ اس کی تلاش میں گئے ہیں۔
میں : کتنا عرصہ ہوا اس بدمعاش کو گئے ہوئے ؟
لبنیٰ : ایک گھنٹہ کے قریب ہو گیا ہے -
میں نے دیکھا عذرا بھی گھبرائی گھبرائی اور پریشان تھی میں ان دونوں ماں بیٹی کو لے کر مکان پر
آیا اور انھیں وہاں چھوڑ کر بدمعاش کی تلاش میں تھا - مجھے یقین نہیں تھا کہ لبنیٰ کو دیکھ کر ہر وقت اس کا
خوف دامن گیر رہتا ہے اس لئے اس کے خیال نے اسے اس کے سامنے لا کھڑا کیا - لیکن میں یہ بھی
سمجھتا تھا کہ خوف کتنا ہی ہو مگر واہمہ اس بدمعاش کو مجسم لا کر کھڑا نہیں کر سکتا اور پھر لبنیٰ کہتی ہے۔
کہ اس نے باتیں بھی کی ہیں یہ صرف واہمہ نہیں ہو سکتا -
میں چلا اور اس کی تلاش میں مصروف ہوا - میں نے ہر چند جستجو کی لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا - مجھے
عظیم اور اس کے ساتھی ملے وہ بھی اسے تلاش کر رہے تھے عظیم نے مجھے بتایا کہ کئی آدمیوں نے اسے
دیکھا ہے انھوں نے اس کا پورا پورا حلیہ بیان کیا ہے - اب مجھے یقین آ گیا کہ وہ آ گیا ہے - صرف لبنیٰ کا
واہمہ نہیں ہے میں اور عظیم تمام دن اسے تلاش کرتے رہے ہمیں چند مسافروں نے اس کا حلیہ بتا کر یہ کہا کہ
انھوں نے اسے دیکھا ہے لیکن وہ ملا نہیں -

شام کو میں مکان پر واپس آیا لبنیٰ کو اس قدر خوف ہوا کہ اسے بخار ہو گیا تھا عذرا سہمی ہوئی بیٹھی تھی میں نے اسے تسلی دی۔ اس روز نہ اس نے کچھ کھایا اور نہ میں نے اسے تسلی دی اس روز نہ اس نے کچھ کھایا میں نے عذرا کو میں نے کھلا دیا۔ رات بھر لبنیٰ کو تیز بخار رہا اور وہ بڑاتی رہی اس بدمعاش کا ذکر کرتی رہی تھی۔ بڑی مشکل سے رات کٹی، صبح ہوئی۔ اس کا بخار اس وقت کچھ ہلکا ہو گیا تھا میں نے کہہ سن کر اسے دودھ پلایا اس نے بھی ضد کر کے مجھے ناشتہ کرایا میں پھر اس کی تلاش میں روانہ ہوا سارا دن مارا مارا پھرا لیکن وہ نہیں ملا نہ کوئی ایسا آدمی ملا جس نے اسے دیکھا ہو۔ شام کو میں واپس لوٹا اس روز لبنیٰ کی طبیعت کچھ سنبھلی ہوئی میں نے اسے اپنے تمام دن کی دوڑ دھوپ کا حال سنا کر اطمینان دلانا چاہا کہ وہ آیا تھا ضرور، مگر چلا گیا ہے لیکن اس نے اس بات کو باور نہیں کیا کہنے لگی "مجھے اس کی طرف سے بڑا اندیشہ ہے، وہ بڑا سفاک اور بےرحم انسان ہے اتنا دور دراز کا فاصلہ طے کر کے وہ اس لئے نہیں آیا تھا کہ واپس چلا جائے ضرور کہیں نہیں چھپا ہوا ہے اور موقعہ کی تلاش میں ہے۔ بات اس نے معقول کہی تھی میں اس کی تردید نہیں کر سکا کیونکہ خود میں بات کو سمجھتا تھا کہ وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر ہمارے ملک میں انتقام لینے کے لئے آیا ہے اور جو شخص پانچ سال میں بھی اس جذبہ کو نہیں بھولا وہ آسانی سے کیسے لوٹ سکتا ہے۔ لیکن لبنیٰ کے اطمینان کے لئے کچھ نہ کچھ کہنا ضرور تھا میں نے اس سے کہا۔ اگر وہ ابھی واپس نہیں گیا اور یہیں ہے تو یقیناً میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا اور زندہ نہ چھوڑوں گا۔ تم خوف نہ کرو وہ گھر پر حملہ نہیں کر سکتا۔

اس نے کہا" ہمارا مکان بستی کے کنارہ پر ہے۔ وہ رات کو آ سکتا ہے" یہ بات بھی اس نے سچ کہی تھی ہمارا مکان بستی کے شروع میں تھا کئی کمروں کی کھڑکیاں جنگل کی طرف تھیں جب وہ کھول دی جاتی تھیں تو لہلہاتے ہوئے کھیت نظر آتے لگتے تھے اور شام کے وقت چھت پر بیٹھ کر سبزہ زار کا نظارہ نہایت پرکیف ہوتا تھا۔ لبنیٰ کو سبزہ اور تازہ ہوا سے بڑی انسیت تھی وہ دن بھر کمرہ میں بیٹھی رہتی اور کھڑکیاں کھول لیتی اور رات کو چھپ پر چلی جاتی چاندنی رات میں ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی پری چاندنی میں نہا رہی ہو

میں نے اس سے کہا" اگر تمہیں یہاں خوف معلوم ہوتا ہو تو بستی کے اندر عظیم کا مکان خالی کرا لیں۔

اس نے کہا چند روز کے لئے ایسا ہی کر لیجئے۔

میں صبح ہی عظیم کے پاس گیا وہ ایک روز پہلے کہیں باہر چلا گیا تھا۔ ملا نہیں میں واپس چلا آیا اس روز بھی تمام دن اس بدمعاش کی تلاش میں مارا مارا پھرا۔ مگر وہ نہیں ملا۔

شام کے قریب جب میں واپس آرہا تھا تو عظیم راستہ میں ملا ۔ اس نے کہا تم کہاں چلے گئے تھے بڑا غضب ہوگیا " میں نے گھبرا کر پوچھا " کیا ہوا ؟"

عظیم : اس بدمعاش کا وار چل گیا "۔

میں اور بھی گھبرا گیا، میں نے کہا " مفصل کہو ۔ کب ہوا ؟"

عظیم : وہ بدمعاش لبنیٰ کو زخمی کر گیا ۔

میرے دل کو زبردست دھکا لگا ۔ ایسا ضعف طاری ہوا کہ میں لڑکھڑا گیا بڑی مشکل سے وہاں پر سے گھر پہنچا عظیم ساتھ تھا ۔ میں گھر کے اندر گھس گیا دیکھا تو لبنیٰ خون میں نہا رہی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں میری نظروں میں دنیا تاریک ہوگئی میں اس کے پاس بیٹھ گیا عذرا اس کے بالین پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی میں نے پکارا " لبنیٰ " اس نے آنکھیں کھول دیں ۔ خدا کی پناہ اس کی آنکھوں کی تیز روشنی کم ہوتی چلی جا رہی تھی اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن پھیکی مسکراہٹ بھی اس کے لبوں پر نہ آئی وہ کراہی ۔ میرے دل کے ٹکڑے ہوگئے ۔ اس نے نہایت ہی نحیف آواز میں کہا " میرا خوف ۔ سامنے آگیا ۔ اب میں چند لمحے ۔ کی مہمان ہوں "

میں نے اسے تسلی دے کر کہا " گھبراؤ نہیں ۔ تم اچھی ہو جاؤ گی "۔

اس نے اشارہ سے مجھے روک دیا اور کہا " میری بچی کا خیال رکھنا یہ خوش رہے گی ۔ میری روح خوش ہوگی ـــ اور ـــ یہ دکھی رہے گی مجھے مرکر بھی چین نہ آسکے گا ۔

اب جراح آگیا ۔ اس نے جلدی سے لبنیٰ کا زخم دیکھا ۔ اس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے اس کی زیست کی امید نہیں ہے ۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا ۔

جراح نے جلدی جلدی مرہم پٹی کی لبنیٰ بے ہوش ہوگئی ۔ کئی لڑکیاں اور عورتیں آگئیں میں انھیں اس کی دیکھ بھال کی ہدایت کر کے بدمعاش کی تلاش میں چلا عظیم بھی میرے ساتھ ہو لیا ۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے میں اس وقت بالکل پاگل ہوگیا تھا ۔

ہم نے گھوڑے دوڑا دیئے ۔ ہم راہگیروں سے اس کا حال پوچھتے رہے ہمیں معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے پر سوار جا رہا ہے ۔ ہم اور تیز چلے ۔

آخر پانچ چھ میل دوڑنے کے بعد ہم نے اسے پا لیا ۔ اس کا گھوڑا لنگڑا ہو گیا تھا وہ اس کی باگ پکڑے کھڑا تھا ۔ میں اپنے گھوڑے سے اور تلوار نکال کر اس کی طرف دوڑا ۔ اس نے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور تلوار لے کر مجھ پر حملہ کیا ۔

میں نے اس کا وار روک کر اس زور سے اس کے تلوار ماری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ۔ اس طرح میں نے اس سفاک کو مار ڈالا اور میں اور عظیم دونوں واپس آگئے مگر جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے رونے کی آواز سنی ۔ میرا دل سینہ میں ڈوبتا نظر آیا ۔ میں دوڑ کر اندر پہنچا ۔ لبنیٰ مر چکی تھی ۔ افسوس میں اسے یہ بھی نہ بتا سکا کہ میں نے اس کا انتقام لے لیا ہے ۔ مجھے اس قدر رنج ہوا کہ میں بے ہوش ہو گیا تھا ۔

(۱۸)

سلیمان نے بیان کیا۔

" میں ایک دن اور ایک رات بے ہوش رہا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے گرد اپنے دوستوں کو بیٹھے دیکھا۔ میری معصوم بچی میرے پاس ہی بیٹھی تھی۔ وہ معصوم اور معصوم نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے ذہن سے اس وقت سب کچھ نکلا ہوا تھا میں سمجھا کہ میں سو کر اٹھا ہوں۔

مگر میرے ہوش میں آتے ہی چند آوازیں تسلی دینے کی آئیں۔ فوراً ہی مجھے وہ ہولناک حادثہ یاد آ گیا جس نے میری روح کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا اور ہر ٹکڑے میں غم کے ہزاروں نشتر لگے ہوئے تھے۔ میرے سینہ سے ایک شرارہ بلند ہوا، اور دل و دماغ کو جلا گیا۔ رونے اور رونے کیا چیخنے کو جی چاہنے لگا دیوانگی سی ہونے لگی۔ دل میں آیا کہ در و دیوار سے لپٹ کر خوب روؤں۔ مگر میں نے ضبط کیا، اگرچہ اس ضبط نے میری روح کو اور بھی مسل ڈالا۔ اگر میں رو لیتا تو دل کی بھڑاس نکل جاتی۔ لیکن رونا مردوں کی شان کے خلاف ہے اس لئے میں نہ رو سکا۔

مجھ میں اتنی قوت بھی باقی نہیں رہی تھی کہ میں اٹھ کر بیٹھ جاتا۔ ضعف طاری تھا میں نے اپنی بچی کو کھینچ کر اپنے سینہ سے لگا لیا۔

عذرا گویا بھری ہی بیٹھی تھی وہ رونے لگی سسکیاں بھرنے لگی میرا دل بھی بھر آیا قریب تھا کہ میرے آنسو بھی نکل آئیں مگر میں نے پھر ضبط کیا اور شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر اسے تسلی دینے لگا۔

یہ مجھے معلوم ہوگیا کہ میری بیہوشی کے وقت لبنیٰ کو سپرد خاک کردیا گیا تھا میں اس کی صورت بھی نہ دیکھ سکا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے عذرا کو چپ کرایا اور اسی وقت یہ عہد کرلیا کہ میں دوسرا عقد نہ کروں گا۔ جان حیات لبنیٰ کی یاد اور اس کی زندہ یادگار کو سینہ سے لگائے رکھوں گا۔

دوسرے روز میں اٹھ بیٹھا اور میں نے عذرا کی دیکھ بھال شروع کردی ہر وقت اس کی دلدہی میں مصروف رہنے لگا میں چاہتا تھا کہ وہ امی کی یاد کو بھول جائے۔

عذرا بڑی سمجھ دار بچی تھی۔ جب کبھی اس کے دل پر غم کا غلبہ ہوتا وہ تنہائی میں رو لیتی مگر میرے سامنے کبھی نہ آتی۔ وہ بھی غم سے گھلی گئی تھی اس کی صحت خراب ہوتی چلی گئی۔ مجھے بڑا فکر ہوا میں اسے بقیہ زندگی دینے کو تیار ہو گیا اس کی صحت کے لئے میں نے دوائیں اور دعائیں شروع کیں لیکن اس کی طبیعت نہ سنبھلی۔

میں اسے دوسری بستیوں اور شہروں میں لئے لئے پھرنے لگا۔ شہروں کی چہل پہل دیکھ کر اس کا غم غلط ہونے لگا اور چھ مہینے میں جا کر اس کی صحت عود کر آئی اس کی طبیعت میں شگفتگی آگئی۔ وہ ہنسنے اور چہچہانے لگی۔ اسے دیکھ کر میری روح پر سے بھی سنگ گراں ہٹتا ہوا معلوم ہوا۔

غرض ایک سال تک میں اسے شہروں شہروں لئے پھرا۔ آخر وہی اکتا گئی اور گھر چلنے کیلئے اصرار کرتے لگی میں اپنے وطن لے آیا۔ عذرا یہاں آکر بھی خوش رہی۔ اب میں نے اپنے کاروبار کی طرف بھی توجہ کی۔ لوگوں نے مجھے عقد ثانی کا مشورہ دیا کئی اچھی جگہ کے رشتے بھی بتائے ایک میری خالہ کی لڑکی بھی تھی، خاصی شکیل تھی، مجھ سے محبت بھی کرتی تھی۔ خالہ نے دبی زبان سے اس کی پیشکش کی۔ لبنیٰ مرتے وقت دوسرا عقد نہ کرنے کی پابندی بھی نہ لگا گئی تھی۔ لیکن میرا دل ٹوٹ چکا تھا۔ میں دنیا سے بیزار ہوگیا تھا میری زندگی میں کوئی کیف اور رنگینی باقی ہی نہ رہی تھی میں محض عذرا کیلئے جی رہا تھا عذرا کی وجہ سے دنیا کی آلودگی میں پھنسا ہوا تھا۔ ورنہ تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہو جاتا۔ میں دوسرا عقد کیسے کرسکتا تھا۔ اپنی مغموم زندگی کا ساتھی کسی دوسری

کو بنا کر اس کی زندگی برباد کیوں کرتا میں نے سختی سے انکار کر دیا۔

میں کھیتی باڑی کے کام میں مشغول ہو گیا تھا لیکن یہ مشغلہ وقت گزاری اور عذرا کی دل چسپی کے لئے تھا۔ اپنی ماں کی طرح اسے بھی تازہ ہوا اور سبزہ سے بڑی دلچسپی تھی جب کھیتوں میں سبزہ لہلہاتا اور کھجوروں میں پھل آنے لگتے تو وہ بہت خوش ہوتی اس کا چہرہ پھول کی طرح شاداب ہو جاتا اسے خوش دیکھ کر میں بھی خوش ہو جاتا۔

رفتہ رفتہ عذرا بڑی ہوتی گئی۔ جوں جوں وہ بڑی ہوئی بڑی ہوشیار اور سنجیدہ ہوتی گئی اس نے خود ہی لکھنا پڑھنا شروع کر دیا اور چند ہی سال میں کافی تعلیم حاصل کر لی۔ وہ بڑی خوش نویس تھی اس نے ایک کتاب کی نقل کی، پچاس روپے میں وہ کتاب فروخت ہوئی اس نے وہ سب روپے خیرات کر دیئے۔

اب وہ زمانہ آیا جب عذرا بچپن سے نکل کر عالم شباب میں داخل ہوئی وہ اپنی ماں سے کہیں زیادہ حسین و ماہرو تھی اس کے حسن کا شہرہ عام ہو گیا۔ مجھے اس کی طرف سے ایک نامعلوم خوف ایک نامعلوم خلش رہنے لگی۔

اس کے لئے پیام پہلے بستی سے اور پھر شہر سے آنے لگے، کئی رئیسوں نے تمنا کی مگر میں اس کا شریک حیات ایسا شخص منتخب کرنا چاہتا تھا جو عمر بھر اس کی ناز برداری کرتا رہے۔ اس کا دل کبھی نہ میلا ہونے دے۔ بہادر بھی ہو، خوش رو بھی ہو اور شگفتہ مزاج بھی ہو۔ لیکن ابھی کوئی ایسا لڑکا میری نگاہوں میں نہیں جچا تھا۔

اسی عرصہ میں میں نے سنا کہ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ جب کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر تھے ان کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا قیامت تک ان کی شریعت باقی رہے گی۔ یہ کس شخص کا دماغ چل گیا ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ چند ہی روز بعد معلوم ہوا کہ وہ نبی نقاب پوش ہے مقنع (نقاب پوش) کے لقب سے مشہور ہوا ہے مجھے اور بھی حیرت ہوئی کہ نقاب پوشی کی کیا ضرورت ہوئی اسے۔ وہ دنیا والوں سے اپنا چہرہ کیوں چھپاتا ہے۔ خیال ہوا کہ شاید اسے اس بات کی شرم آتی ہو کہ اس نے نبی نہ ہوتے ہوئے کسی مصلحت سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس لئے

وہ آنکھیں ملاتے شرماتا ہو۔ میرا خیال تھا کہ لوگ اس کی باتوں میں نہ آئیں گے۔ اور مسلمان تو اسے بالکل دھتکار دیں گے۔

لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے سنا کہ اس کے نئے مذہب میں لوگ جوق در جوق داخل ہونے لگے ہیں۔ میں سوچا کرتا تھا کہ لوگ بے وقوف کیوں بن رہے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ اس نے کوئی بہشت بنائی ہے اس بہشت کا نظارہ لوگوں کو کرا دیتا ہے اور لوگ بہک جاتے ہیں۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے لوگ حسین لڑکیوں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ ماہ پیکر لڑکیوں کو جس طرح بھی ہوتا ہے پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ میں عذرا کی نگرانی کرنے لگا۔

اس نبی کے متعلق ایک روز جب عذرا سے گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ اسے فریبی اور مکار سمجھتی ہے۔ وہ ہمزور ایمان کا ڈاکو ہے میں خوش ہوا کہ عذرا بھی اسے دھوکہ باز سمجھتی ہے۔

ایک روز پانچ آدمی جو کہ سفید لباس پہنے ہوئے تھے میرے پاس آئے انھوں نے مجھے بڑے سبز باغ دکھائے، بہشت کی سیر کرنے کی ترغیب دی مگر میں نے ان کی کوئی بات نہ سنی۔ انھوں نے عذرا کا سودا کرنا چاہا۔ بڑی بھاری رقم پیش کرتے لگے۔ یہ بھی کہا کہ میں بہشت کا داروغہ بنا دیا جاؤں گا مجھے برا معلوم ہوا۔ میں نے انھیں پھٹکار دیا۔

چند ہی روز کے بعد امبیبہ میں مقنع کے کئی مبلغ آئے اور اپنے ساتھ بستی کے کئی رئیسوں اور امیروں کو لے گئے انھیں بہشت کی سیر کرا کر واپس کر دیا گیا۔ وہ سب مقنع کا دم بھرنے لگے اس کے مذہب میں داخل ہو گئے۔

بڑے آدمی بہت جلد بہک جاتے ہیں۔ وہ بھی بہک گئے اور انھوں نے عوام پر اپنا اثر ڈال کر انھیں بھی گمراہ کر دیا۔ صرف چند آدمی ایسے رہ گئے جو متزلزل نہیں ہوئے۔ اسلام پر سختی سے پابند رہے ان میں ایک میں بھی تھا۔

ایک روز پھر کئی مبلغ آئے۔ وہ بستی کے رئیسوں کے مہمان ہوئے انھوں نے مجھے بلایا اور عذرا کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ مقنع تم پر بڑا مہربان ہے وہ تمہاری لڑکی کو بہشت کی حوروں کی افسر مقرر کریں گے۔ تمہیں ہر وقت جانے کی اجازت ہو گی تمہارے

لئے ایک عالی شان محل تعمیر کیا جائے گا، لونڈی غلام دیے جائیں گے۔ دولت زکا جا
تم عذرا کو لے کر چلو۔ مگر میں تیار نہ ہوا، مجھے زمیسوں نے بھی سمجھایا، دھمکیاں بھی دیں لیکن
نے نہ مانا آخر وہ مبلغ چلے گئے۔

اب میں اور بھی محتاط ہو گیا اور میں نے عذرا کی نگرانی شروع کر دی کچھ دنوں کے
پچاس ساٹھ مبلغ آئے مگر انھوں نے مجھے نہیں بلایا وہ روزانہ تبلیغ کے لئے نکل جا
اور شام کو سب آجاتے کئی روز وہ ٹھہرے رہے میں سمجھا کہ مقنع نے عذرا کا خیال چھ
دیا اس خیال سے میں احتیاط میں کوتاہی کرنے لگا۔

ایک روز میں شہر گیا تھا۔ جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بدبخت مقنع کے مبلغ
کو زبردستی لے گئے۔ مجھے بڑا رنج ہوا۔ میں دوسرے ہی دن ان کے تعاقب میں گیا۔ لیکن
وہ مجھے کہیں نہ ملے میں بھیس بدل کر قلعہ بسیام میں جہاں مقنع رہتا تھا گیا۔ مگر وہاں بھی
پتہ نہ چلا۔ آخر تھک کر واپس آگیا۔ یہ ہے میری داستانِ غم۔ میں مقنع اور اس کے سا
ساتھیوں کا دشمن ہوں لیکن ان پر یلغار کرنے کی قوت نہیں رکھتا۔

سعید اور درویش ان کی داستان سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

(۱۹)

"سعید نے کہا "لبنیٰ کے بھائی کا کیا ہوا ؟"

سلیمان نے کہا " میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ اس کے بھائی کی بیوی اسپینیہ میں آکر بیمار ہو گئی - وہ سفر میں اسے علاج کرانے کے لئے گیا وہ دونوں وہاں سے بخارا چلے گئے پھر ان کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا میں بخارا میں بھی گیا تھا اس زمانہ میں جب میں عذرا کو اس کی بحالی صحت کے لئے شہر شہر لئے پھرتا رہا تھا - نہ تو مجھے وہاں ملے ، نہ ان کا کوئی پتہ چلا -

سعید نے کہا " تمہاری داستان بڑی دردناک ہے اس کم بخت مقنع نے نہ معلوم کتنے گھرانوں کو تباہ کیا ہے - معصوم لبنیٰ کی یادگار کو بھی اس نے نہ چھوڑا اور اغوا کر لیا -

سلیمان : جب سے عذرا گئی ہے اس وقت سے میں ایک چلتی پھرتی لاش بن گیا ہوں زندہ ہوں مگر زندگی کا کوئی لطف ہی باقی نہیں رہا - غم کا کانٹا ہر وقت کھٹکتا ہے - تعجب ہے کہ میں مر کیوں نہیں گیا "

درویش : ایسے لوگوں کو جو مقنع اور اس کے سفاک ساتھیوں کے ستائے ہوئے ہیں انتقام کے لئے زندہ رہنا چاہیئے اور اپنے دلوں میں وہ جوش قائم رکھنا چاہیئے جس سے اس فرقہ کا قلع قمع کیا جا سکے "

سلیمان : اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو میں اسی لئے زندہ ہوں کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کافروں سے انتقام لوں "

سعید : اب بتائیے عالیہ کیا ہوئی ؟

درویش : اسے سفید پوش لے گئے - کیا وہ تمہاری بہن ہے "

سعید غم و فکر میں غوطے کھانے لگا۔ اس نے کہا" نہیں ــــ عایہ میری بہن نہیں ہے

درویش : تب شاید تمہاری منگیتر ہے؟"

سعید : جی نہیں بلکہ میرے دوست کی بہن ہے۔

اس کے بعد انھوں نے مختصرًا اپنے اور نصر کے واقعات سنا گئے - یہ بھی بیان کر دیا کہ نصیر کو سفید پوش گرفتار کر کے لے گئے ہیں - عایہ کی فکر میں تھے - اسے بھی اغوا کر کے لے گئے میرے دل میں عجب جوش پیدا ہو رہا ہے اگر میں بچ گیا اور زندہ رہا تو انشاء اللہ مقنع اور اس کے معتقدوں کا خاتمہ کر کے رہوں گا"

درویش : یہی جذبہ ہونا چاہیئے تمہارے دل میں اگر تم انتقام لینا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں اس دغا باز کا خاتمہ کر ڈالنا منظور ہے تو زندہ رہو۔ یہ کوشش کرو کہ جلد اچھے ہو جاؤ۔

سلیمان : لیکن ہمارے پاس کونسی قوت ہے جس سے ہم ان سفاکوں کا خاتمہ کر سکیں"

درویش : ہم خلیفہ کے پاس چل کر فریاد کریں انھیں اسکی اور اسکے فرقہ کی سرکوبی پر آمادہ کریں۔

سعید : یہی تجویز میرے ذہن میں ہے"

درویش : اور اسی تجویز پر عمل کرنے سے ان کافروں کا خاتمہ ہو سکے گا"

سعید کا علاج شروع ہوا۔ درویش زخموں کے علاج میں بڑے ماہر معلوم ہوتے تھے چند روز تک تو عرق ملتے رہے اس سے زخم مندمل ہو گئے پھر انھوں نے ایک مرہم تیار کیا۔ مرہم مل کر پٹی کس دیتے۔ چند ہی روز میں سعید کو بالکل آرام ہو گیا اور وہ گھوڑے پر سفر کرنے کے قابل ہو گیا جب اسے آرام ہو گیا تب وہ درویش سے اجازت لے کر صغد روانہ ہوا وہاں اپنے عزیزوں سے مل کر انھیں یہ سمجھا کر کہ وہ خلیفہ کی خدمت میں بغداد جا رہا ہے - درویش کے پاس واپس آگیا درویش کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ وہ آپہنچے۔ سلیمان نے پہلے سے تیاری کر رکھی تھی درویش بالکل تیار تھے ہی تینوں وہاں سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔

جب تک وہ خراسان میں رہے - بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے سفر کرتے رہے کیونکہ انھیں سفید پوشوں کی طرف سے خطرہ تھا اور جب وہ خراسان کو عبور کر کے اس علاقہ میں پہنچے جہاں سفید پوشوں کو جانیکی جرأت نہ ہوتی تھی تو بے خوفی اور اطمینان سے چلنے لگے۔

جس شہر یا قصبہ میں وہ پہنچتے ، مقنع اور اس کے پیروؤں کی سفاکیاں اور چیرہ دستیاں بیان کرتے مسلمانوں کو بڑا جوش آمادہ اس بات پر آمادہ ہو جاتے کہ جب شاہی لشکر مقنعیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو تو وہ اس کے ساتھ ہو لیں اور مسلمانوں کو ستانے والوں سے انتقام لیں ۔

درویش بڑے عالم و فاضل تھے اور کچھ اس قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے کہ ہر مسلمان ان کا احترام کرتا تھا انھیں راستہ میں یہ بات معلوم ہو گئی کہ خلیفہ مہدی شکار کے سلسلہ میں کوفہ کی طرف گئے ہوئے ہیں وہ اسی طرف روانہ ہوئے کئی روز سفر کرنے کے بعد وہ نہر فرات کے کنارہ پر پہنچے۔ اس نہر کے کنارہ پر شاہی خیمے نصب تھے ۔ نہایت شاندار بلند و وسیع خیمے ، ان کے سازوسامان سے شاہی شان و شوکت ظاہر تھی ۔ سپاہی سیاہ وردی پہنے اور نہایت صاف مجلّہ ہتھیار لگائے شاہی فرودگاہ پر پہرہ دے رہے تھے ۔

درویش نے اس فرودگاہ داخل ہونا چاہا ۔ سپاہیوں نے روک دیا ان کے افسر نے پوچھا " آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں ؟

درویش نے جواب دیا " وہ مظلوم ہیں ۔ مقنع کے ستائے ہوئے ہیں اور خراسان سے آئے ہیں "

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مقنع کا ذکر درباریوں اور سپاہیوں تک پہنچ چکا تھا ۔ اس افسر اور ان کے ماتحت سپاہیوں کو ان سے ہمدردی ہو گئی ۔ انھوں نے ایک خیمہ میں لیجا کر انھیں بٹھایا اور ان سے مقنع اور اس کے ساتھیوں کے حالات سننے لگے ۔ درویش نے کچھ اس انداز سے حالات بیان کئے کہ تمام سپاہی اور افسر جوش میں بھر گئے ، جب انھیں معلوم ہوا کہ مقنع کے پیرو دختران اسلام کو اغوا کر کے لیجاتے ہیں تو ان کا جوش بڑھ گیا افسر نے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں خلیفہ سے مقنع کی سرکوبی کی اجازت لونگا اور اس کافر کو قتل کر کے اپنی بہنوں کو اس کے دست ظلم سے رہائی دلاؤں گا "

ہر قوم میں صنف نازک کو قوم کا ناموس سمجھا جاتا ہے ، کوئی بھی قوم اپنے ناموس کی بے عزتی گوارا نہیں کرتی ۔ نہ صرف وہ ہی باتوں میں جوش میں آجاتا ہے ایک تو اپنے ناموس کی توہین ہوتے دیکھ کر دوسرے مذہب خطرہ میں دیکھ کر اور جب مسلمان جوش میں آجاتا ہے تو اس کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے لیکن یہ ذکر ان مسلمانوں

کا ہے جو حقیقت میں مسلمان ہیں جو خدا کی عبادت کرتے اور اس سے ڈرتے ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے روشن ہیں ہم جیسے مسلمان نہیں، جو صرف نام کے مسلمان ہیں نہ خدا کی عبادت کرتے ہیں نہ اس سے ڈرتے ہیں، نہ ہمارے ایمان پختہ ہیں نہ ہمارا خدا پر اعتماد ہے سوائے خدا کے ہم اور سب سے ڈرتے ہیں۔ اللہ کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے اپنی قوم کے ناموس کی طرح دوسری قوموں کے ناموس کو نہیں سمجھتے یہ نہیں جانتے کہ جب ہم دوسروں کے ناموس کا احترام نہیں کریں گے تو ہمارے ناموس کا احترام کون کریگا ہم دوسروں کے ناموس کی دھجیاں اڑائیں گے، ہمارے ناموس کی بھی دھجیاں اڑائی جائیں گی۔ مسلمان تو وہ ہے جس کے اعمال سے، افعال سے، ہاتھوں اور زبان سے ہمسایوں اور بیگناہوں کو تکلیف نہ پہنچے جو عہد کریں اسے نباہیں، خدا اور رسولؐ کے احکام پر عمل کریں۔ یہ میرا ایمان ہے کہ اگر ہم ایسا کرنے لگیں تو ہمارے تمام خوف دور ہو جائیں۔ ہم خدا کو اپنا لیں خدا ہماری مدد کرنے لگے۔ ہم دنیا میں نیک نام ہو جائیں ہماری عظمت رفتہ واپس آجائے ہم پھر وہی ہو جائیں جو ہم تھے۔

درویش نے کہا" ہم بھی خلیفہ کی خدمت میں فریاد کرنے آئے ہیں"

افسر: انشاء اللہ تمہاری فریاد ضرور سنی جائے گی۔

درویش: ہمیں خلیفہ کے حضور میں لے چلو۔

افسر: خلیفہ اسوقت موجود نہیں ہیں شکار کھیلنے گئے ہیں جب وہ واپس آجائیں گے تب موقع محل دیکھکر تمہیں ان حضور پیش کیا جائیگا اتنے میں تم آرام کرو۔ افسر نے چند سپاہیوں کو اشارہ کیا، وہ چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں کھانا لے کر آئے ان لوگوں کو بھوک معلوم ہو رہی تھی انھوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور لیٹ کر آرام کرنے لگے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس افسر اور ان سپاہیوں نے جنہوں نے درویش سے بکار کے حالات سنے تھے دوسرے افسروں اور سپاہیوں کو بھی سنا دیئے تھے ان کے آنے کی شہرت تمام فرودگاہ میں ہو گئی تھی اور اکثر لوگ ان سے ملنے کیلئے آنے لگے تھے جو لوگ آتے وہ حالات پوچھتے درویش کیلئے سب کو فرداً فرداً حالات سنانے مشکل ہو گئے پھر بھی سناتے رہے۔

دوپہر کے وقت شور ہوا کہ خلیفہ کی سواری آرہی ہے۔ تمام سپاہی اور افسر وردیاں پہن کر اور ہتھیار لگا کر استقبال کیلئے تیار ہو گئے۔ شاہی سواری قریب آگئی، سپاہی نہایت چمکدار وردی پہنے اور اعلیٰ قسم کے ہتھیار لگائے آرہے تھے ان کے درمیان میں خلیفہ تھے درویش اور سعید وغیرہ خلیفہ کو نہ دیکھ سکے۔ سواری دوسری طرف سے فرودگاہ میں داخل ہو کر شاہی خیموں کی طرف روانہ ہوئی۔

(۲۰)

شاہی فرودگاہ میلوں کے گرداوہ میں پڑا تھا۔ ہزاروں آدمی تھے۔ ان میں سپاہی بھی تھے اور افسر بھی۔ باورچی بھی تھے اور خدمت گار بھی، کنیزیں بھی تھیں اور بیگمات بھی غرض پورا حشم خدم تھا۔

ظہر کی نماز کئی مقامات پر جماعت کے ساتھ ہوئی۔ خلیفہ مہدی نے بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی درویش نے فرودگاہ کے کنارہ پر پہرہ والے سپاہیوں کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کی۔

نماز سے فراغت کر کے وہ بیٹھے ہی تھے کہ شاہی ہلکارے آ پہنچے وہ انھیں بلانے آئے تھے ان کی اطلاع خلیفہ کو ہو گئی تھی خلیفہ نے انھیں طلب کیا تھا۔ وہ اسی وقت ہلکاروں کے ساتھ روانہ ہوئے انھوں نے خیموں کا شہر آباد دیکھا۔ سیاہ پوش مسلمان تمام فرودگاہ میں بکھرے ہوئے تھے جگہ جگہ ہتھیاروں کے گٹھے کھڑے ہوئے تھے سفید ہتھیار دھوپ میں چمچما رہے تھے۔

جب وہ شاہی خیموں کے قریب پہنچے تو اعلیٰ قسم کا لباس پہنے ہوئے شاہی محافظوں کے گروہ ملے۔ ان کے ہتھیار اور بھی مصفا اور چمکدار تھے۔

وہ ایک سائبان میں لے جائے گئے جو زربفت کا تھا۔ اس میں سچے موتیوں ہیروں اور دوسرے جواہرات کی جھالریں لگی ہوئی تھیں۔ ڈوریاں کلابتو کی تھیں، فرش دبیز قالینوں کا تھا ان پر ریشمی چاندنیاں بچھی ہوئی تھیں اور اس کے چاروں طرف حاشیہ کے طور پر زرنگار مسندیں تھیں۔ جن پر زرنگاری تکیے لگے ہوئے تھے مسندوں پر درباری حضرات مشیر اور مصاحبین بیٹھے

ہوئے تھے۔

سامنے صدر مقام پر ایک اعلیٰ قسم کی مسند تھی جس کی پشت پر کئی گاؤ تکیے تھا۔ ہی نفیس قسم کے لگے ہوئے تھے اور چند گول تکیے زانو کے نیچے رکھنے کے ادھر ادھر پڑے تھے یہ تکیے بھی اعلیٰ قسم کے کپڑوں کے تھے۔ اس مسند پر خلیفہ مہدی بیٹھے تھے۔ وہ نوجوان تھے ان کی عمر بتیس سال کی تھی، نہایت خوش رو اور بڑے بارعب تھے ان کے چہرہ پر ایسا جلال ظاہر ہوتا تھا کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا۔ وہ نہایت نیک، حلیم المزاج، عادل اور رحم دل تھے۔ نمازی اور پرہیزگار بھی تھے نہایت خوشنما سیاہ لباس پہنے تھے۔ تمام درباری بھی سیاہ لباس میں ملبوس تھے۔

علویوں کا لباس سبز تھا، بنی امیہ کا سفید اور عباسیوں کا سیاہ۔ ایسے ہی ان کے تھے۔ علویوں کا سبز ہوتا تھا، بنی امیہ کا سفید اور عباسیوں کا سیاہ۔

مہدی، عباسی خلیفہ تھے۔ بنی امیہ کی خلافت کے کھنڈرات پر عباسی خلافت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ بنی امیہ میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت معاویہ، ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔ انھوں نے حکومت کی ابتدا اچھے طریقہ پر کی لیکن اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کر کے شخصی حکومت کی بنیاد ڈال دی۔ حالانکہ یزید اچھا شخص نہ تھا اس کی شہرت بہت خراب تھی، افعال بہت خراب تھے، انھیں جمہوریت قائم رکھنی چاہیئے تھی۔ کسی بہتر آدمی کو اپنا جانشین مقرر کرتے مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔

یزید اور اس کے بعد جو بادشاہ ہوئے ان میں بہت سی خامیاں آگئیں۔ شخصی حکومت قائم ہو جانے کی وجہ سے کسی کو نااہل لوگوں کو سلطنت سے الگ کرنے کی جرأت نہ ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ اس عظیم الشان سلطنت میں ضعف آتا چلا گیا لوگ تنگ آ کر حکمرانوں اور بنو امیہ کی حکومت کے خلاف ہو گئے اس حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں شروع ہوئیں۔ آخر مروان بن محمد بن مروان کے زمانہ میں یہ سازشیں رنگ لائیں ابوعباس عبداللہ سفاح نے مروان کو شکست فاش دیکر سلطنت بنوامیہ کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ مروان مارا گیا اور سلطنت بنو امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

جس سلطنت کو حضرت معاویہؓ نے قائم کیا تھا اسے مروان نے ختم کر دیا۔ مروان بنو امیہ کا آخری فرماں روا تھا۔ یہ سلطنت ۴۱ھ میں قائم ہوئی تھی اور ۱۳۲ھ میں ختم ہو گئی۔

مہدی عباسی خلافت کے تیسرے خلیفہ تھے۔ سب سے پہلے خلیفہ ابو عباس عبداللہ ہوئے ...... ان کی وفات پر ان کے بھائی ابو جعفر منصور خلیفہ ہوئے ان کی وفات پر ان کے بیٹے مہدی خلیفہ ہوئے تھے۔

مہدی میں جہاں اور خوبیاں تھیں وہاں یہ ایک اور خوبی تھی کہ وہ اسلام کے فدائی تھے اور مسلمانوں پر جان چھڑکتے تھے ان سے پہلے دونوں خلیفہ ابو عباس عبداللہ اور ابو جعفر منصور بنو امیہ اور علویوں کے سخت خلاف رہے اور ان کے سرکشوں اور شورہ پشتوں کو قتل بھی کراتے رہے۔ لیکن خلیفہ مہدی نے حکم جاری کر دیا تھا کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اس وقت سے اسویوں اور علویوں کو کچھ اطمینان نصیب ہو گیا تھا۔ لیکن جن لوگوں نے کسی زمانہ میں بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ انھیں ضرور قید کر دیا جاتا تھا، قتل البتہ نہیں کیا جاتا تھا

درویش، سلیمان اور سعید خلیفہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان تینوں نے بڑے ادب سے خلیفہ کو سلام کیا۔ خلیفہ نے سلام کا جواب دیکر انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گئے خلیفہ نے پوچھا "کیا تم خراسان سے آئے ہو؟"

درویش نے عرض کیا "جی ہاں عالی جاہ"

مہدی: تم نے کسی نقاب پوش پیغمبر کا ذکر کیا تھا۔

درویش: یا امیر المومنین! میں نے نقاب پوش پیغمبر کا ذکر کیا ہے۔ مگر اب وہ خدا بن بیٹھا ہے!"

خدا بن بیٹھا ہے؟ خلیفہ مہدی نے بڑی حیرت سے دریافت کیا۔

درویش: جی ہاں خدا ــــ شروع شروع تو اس نے نبوت کا دعویٰ کیا پیغمبر ہی بنا رہا۔ نقاب پوش پیغمبر کے نام سے مشہور ہو گیا مگر اب کچھ عرصہ سے اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ہے۔

مہدی: عجیب بات ہے یہ، تعجب ہے ہمیں اس کے حال کی آج تک بھی اطلاع نہیں ہوئی۔

وزیر اعظم بھی اسوقت وہاں موجود تھے۔ انھوں نے نہایت ادب سے عرض کیا " یا امیرالمومنین اس پیغمبر کے متعلق کچھ خبریں آئی تھیں میں نے مزید حالات معلوم کرنے کے لئے اس نواح کے عالموں اور ابو النعمان اور لیث بن نصیر کو لکھا ہے۔ خیال یہ تھا کہ مفصل حالات آنے پہ امیرالمومنین کے گوش گزار کر دوں گا۔

مہدی : " یعقوب ! کیا وزیر اعظم کا یہی کام ہے کہ وہ خلیفہ کو اسکی سلطنت کے واقعات سے بے خبر رکھے۔

یعقوب : " عالم پناہ ، مجھ سے یہ غلطی ہو گئی۔

درویش نے حیرت بھری نظروں سے یعقوب بن داؤد وزیر اعظم کو دیکھا یعقوب کی نظر بھی ان پر پڑ گئی وہ کچھ چونکے"۔

خلیفہ مہدی نے درویش سے کہا " مگر یہ شخص نقاب پوش کیوں رہتا ہے "۔

درویش " معلوم نہیں اس میں اس کی کیا حکمت ہے "۔

مہدی : اس کے پیرو کون لوگ ہیں "۔

درویش : خراسان کے وہ کم عقیدہ لوگ جو نام کے مسلمان تھے صغد اور بخارا کے عشرت پسند امیر اور ترکوں کے بعض وہ فرقے ، جو مسلمان نہیں ہوئے اور مسلمانوں سے عداوت رکھتے ہیں۔ اس کے پیرو ہیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کی زندگیاں تلخ کر دی ہیں۔

مہدی : ذرا مفصل سناؤ ، اس نے مسلمانوں پر کیا مظالم کئے ہیں "۔

درویش : یا امیرالمومنین : میری زبان میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ اس کے مظالم بیان کر سکوں۔ اس کی سفاکیوں کی ہولناک داستان سنا کر میں امیرالمومنین کا دل دکھانا بھی نہیں چاہتا۔ مختصراً عرض کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو پکڑا کر منگاتا ہے۔ انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ اسے سجدہ کریں۔ جب وہ سجدہ نہیں کرتے تو ان کے جسموں کو گرم سلاخوں سے داغتا ہے اور جب وہ پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تو انھیں زندہ آگ میں جلا دیتا ہے "۔

جوں جوں درویش بیان کرتے جاتے تھے خلیفہ مہدی کا چہرہ جوش سے سرخ ہو جاتا تھا۔ ان کا چہرہ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے جوش کو مشکل سے ضبط کر رہے ہیں۔

درویش نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا ۔

"یا سیّدی ـــ وہ حسین اور خوبرو دوشیزگان اسلام کو زبردستی اغوا کر لیتا ہے ۔ معلوم نہیں کہ اس نے کتنی معصوم اور بے گناہ دخترانِ اسلام کو جبراً اٹھوا منگوایا ہے ۔ یہ دو صاحب جو حاضر ہیں اس کے اسی قسم کے ستائے ہوئے ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ یہ سلیمان ہیں جو ابینیہ کے رہنے والے ہیں ، اس نے ان کی حسین بیٹی عذرا کو زبردستی اٹھوالیا ہے یہ دوسرے سعید ہیں ان کے دوست کی بہن کو زبردستی چھین لیا ہے ۔ اگر انھوں نے مزاحمت کی تو انھیں اپنے خیال میں اس کے لوگ قتل کر کے ڈال گئے ۔ اتفاق سے میں اور سلیمان پہنچ گئے ہم انھیں اٹھا لائے اور ان کا علاج کیا ۔ خدا نے انھیں صحت عطا کر دی ۔"

بڑھتے ہوئے غصّہ اور جوش سے خلیفہ مہدی کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے ۔ انھوں نے کہا " میرے عہد میں مسلمانوں پر اس قدر مظالم ، انشاءاللہ میں ضرور اس سگِ ناپاک سے معصوموں اور مظلوموں کا انتقام لوں گا ۔"

(۲۱)

مہدی کے پر جلال چہرہ سے غیظ و غضب کے آثار ظاہر تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ اپنے بڑھتے ہوئے جوش کو دبا رہے ہوں۔ کچھ وقفہ کے بعد انھوں نے یعقوب وزیراعظم سے مخاطب ہو کر کہا " ابوالنعمان اور لیث بن نصیر کو لکھ دو کہ وہ مقنع اور اس کے پیروؤں کو گرفتار کر کے ہمارے روبرو پیش کریں اور اگر ان کی جمعیت زیادہ ہو گئی ہے تو فوراً مدد کیلئے لکھیں۔

یعقوب نے اسی وقت ابوالنعمان اور لیث کے نام حکمنامے لکھے، اپنی مہر لگائی اور دستخط کئے اس کے بعد شاہی مہر ان پر لگا کر قاصدوں کے حوالے کر کے انھیں ہدایت کر دی کہ نہایت تیزی سے جائیں اور دونوں کو یہ حکم نامے پہنچا کر جواب لائیں۔

اب خلیفہ مہدی نے درویش سے کہا " آخر وہ مقنع حسین لڑکیوں کا کیا کرتا ہے ؟

درویش نے جواب دیا " یا امیرالمومنین ! معلوم یہ ہوا ہے کہ اس بدبخت نے اپنی دوکانداری چمکانے کیلئے قلعہ بسیام میں بہشت بنائی ہے، شاید حسین لڑکیوں کو اس بہشت میں حوریں بنا کر رکھتا ہے "

مہدی : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنے بھی جھوٹے نبی ہوئے سب نے لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے کوئی نہ کوئی ایسا جال پھیلایا جس سے لوگ پھنس جائیں کسی مکاروں نے بہشتیں ہی بنا ڈالیں تھیں۔

درویش : معلوم یہ ہوا ہے کہ وہ کسی بستی اور شہر کے رئیسوں کو بلا کر بہشت کی سیر کرا دیتا ہے جو لوگ اس کی بہشت میں ہو آتے ہیں وہ اس کے مرید بن جاتے ہیں گمراہ ہو کر اسے سجدہ کرنے لگتے ہیں اسے خدا مان لیتے ہیں اور اس سے التجائیں کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اور بہشت کی سیر کرا دے سنا ہے جس کسی سے کوئی بڑا کام لینا ہوتا ہے اس سے وعدہ کر لیتا ہے کہ اگر وہ اس کام کو انجام

دے گا تو بہشت کی سیر کرادی جائے گی ۔ چنانچہ لوگ اندھے ہو کر ہر مشکل اور ناممکن کام کو انجام دے لیتے ہیں ۔ وہ انھیں دوبارہ اس بہشت کی سیر کرا دیتا ہے اس سے لوگ بہک کر اس کے پیرو بنتے چلے جا رہے ہیں۔

مہدی : حیرت ہے کہ لوگ حسین لڑکیوں اور مصنوعی بہشت کے چمن زاروں کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دھوکا ہے، فریب ہے، دولت کی کار فرمائی ہے، دغا بازی اور جھوٹی دوکانداری ہے وہ رہزنِ ایمان ہے ۔ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے اس نے یہ ڈھونگ رچایا ہے"

سعید نے عرض کیا "یا امیر المومنین ! مقنع کے پیرو بہشت کے لالچ میں موت کی پرواہ نہیں کرتے ۔ مقنع نے لوگوں کو بتا رکھا ہے کہ جو اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مر جائیں گے یا مارے جائیں گے وہ بہشت میں داخل کر دیئے جائیں گے ۔ اس بہشت میں جس کا وہ نظارہ کر چکے ہیں جو لوگ بہشت کو دیکھ آتے ہیں وہ اندھے ہو کر اس کے ہر حکم کی تعمیل پر تیار ہو جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ انھیں جان دینے میں بھی باک نہیں ہوتا"

مہدی : تم صغد میں رہتے ہو نوجوان"

سعید : جی ہاں یا امیر المومنین !

مہدی : تمہارے سامنے مقنع کے مبلغ آئے تھے ۔

سعید : جی ہاں، قریب قریب ہر مہینہ آتے رہتے ہیں وہ مقنع کو خدا بتاتے ہیں۔ اس کی بڑی تعریفیں کرتے ہیں وہ بہشت کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں ۔

مہدی : لوگ کس قدر احمق ہیں۔ وہ ان مبلغوں سے یہ نہیں کہتے کہ پہلے اس نے نبوّت کا دعویٰ کیا، اب خدا بن بیٹھا ۔ وہ نبی تھا یا خدا تھا ۔ اگر خدا تھا تو نبی کیوں بنا۔ اور اگر نبی تھا تو خدا کیسے بن بیٹھا"

سعید : یہ کس کی مجال ہے کہ مبلغوں سے کوئی بات پوچھ سکے یا ان کی کسی تقریر پر کوئی اعتراض کر سکے جو شخص ایسا کرتا ہے اسے غدار، کافر اور راندۂ درگاہ قرار دے کر گرفتار کر لیا جاتا ہے اور اس پر اس قدر سختیاں کی جاتی ہیں کہ یا تو وہ مر جاتا ہے یا نیم مردہ ہو کر سسکتا رہ جاتا ہے ۔

مہدی : خدا مجھے معاف کرے میرے عہد میں بندگان خدا پر بڑے مظالم ہو رہے ہیں اب آج سے

میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہوگا اور وہ یہ کہ مقنع اور اس کے سفاک پیروؤں کے پنجۂ ظلم سے خدا کی مخلوق کو رہائی دلانا۔

درویش : عالم اسلام کی نگاہیں ذاتِ اقدس کی طرف لگی ہوئی ہیں، خصوصاً خراسان ماورالنہر، ایران اور عراق کے لوگ بہت زیادہ مضطرب ہیں، انھیں خوف ہے کہ یہ فتنہ بڑھ کر عالمگیر نہ بن جائے یہی وجہ ہے کہ قریش کے تمام قبائل اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ امیرالمومنین کے لشکر کے ساتھ مقنع پر لشکر کشی کریں اور اس کے فتنہ کو سر ابھارنے سے پہلے ہی کچل ڈالیں"۔

مہدی : خدا نے چاہا تو اس فتنہ کو سر ابھارنے سے پہلے ہی کچل دیا جائے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان متفق و متحد ہو کر رہیں۔ ہم ان قبائل کے شکرگزار ہیں جنھوں نے ہماری ذات سے وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے اَبّ و جد نے قریش کے قبائل بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دو شاخوں علویوں اور فاطمیوں کے ساتھ کچھ سختیاں کی ہیں لیکن وقت اور موقع نے انھیں ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ امویوں کی سلطنت ختم ہوئی تھی۔ اگر ان پر سختی نہ کی جاتی تو وہ ضرور سر اٹھاتے، بغاوتیں شروع ہو جاتیں اور دنیائے اسلام تہہ و بالا ہو جاتی۔ اسلامی سلطنت کو کمزور دیکھ کر غیر مسلموں کی رقیب سلطنتیں اسلامی ممالک پر حملہ کر دیتیں اور عین ممکن تھا کہ سلطنت اسلامیہ کا خاتمہ ہو جاتا علویوں اور فاطمیوں نے عباسی خلافت کیخلاف سازشیں شروع کر دیں اگر انھیں سختی سے نہ دبایا جاتا تو وہ بھی بغاوت کر دیتے اور اس سے بھی خلافت عباسیہ کے ہی زوال کا نہیں بلکہ سلطنتِ اسلامیہ کے مٹ جانے کا اندیشہ تھا اسلئے اسوقت جو سختیاں کی گئیں ان کی ضرورت تھی مگر اب وہ بات باقی نہیں رہی ہے ہم تمام عربوں اور صرف عربوں ہی کو نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اپنی ذات سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ البتہ جو ہمیں ستانے کی کوشش کریں گے یا آئندہ بغاوت کریں گے ان کی گوشمالی ہم ضرور کریں گے۔

درویش ، امیرالمومنین کا یہ خیال بالکل درست ہے جو لوگ آئندہ بغاوت کریں ان کی گوشمالی ضرور ہونی چاہیئے لیکن جن لوگوں نے پہلے بغاوت بھی نہیں کی، نہ سلطنت عباسیہ کے خلاف

کسی سازش میں شرکت کی بلکہ وہ اس لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں جاکر رہنے لگے کہ وہ اموی ہیں کہیں اموی ہونے کے جرم میں گرفتار نہ کر لئے جائیں ان کے متعلق امیر المومنین نے کیا طے کیا ہے

مہدی : ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم انھیں اپنا قوت بازو بنا کر انھیں اپنا پاس رکھیں گے ''

درویش : کتنے اچھے خیالات ہیں امیر المومنین کے۔ اس سے قریش کے تمام قبائل عباسی علم کے نیچے جمع ہو کر عباسی خلافت کو قوی اور عباسی سلطنت کو طاقتور بنانے کیلئے اپنی جانوں کی بازیاں لگا دیں گے۔

" مہدی : ہم اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب اموی، علوی اور فاطمی ہمارے علم کے نیچے جمع ہو کر جہاد کریں گے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوگی۔ ہم انھیں فوجی اور ملکی عہدے دیں گے ہم ان کی وفاداری پر بھروسہ کریں گے اور وہ ہمارے قوت و بازو ہوں گے۔

درویش خوش ہو گئے انھوں نے کہا" ہاتھ بڑھائیے ایک اموی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے ''

مہدی نے فوراً ہاتھ بڑھا دیا۔ درویش نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی مہدی نے پوچھا

" تم کون ہو؟"

درویش نے کہا میرا نام عبیدہ ہے میرے والد کا نام ہشام تھا۔ ہمارا قبیلہ دمشق میں رہتا تھا۔ جب ۱۳۲ھ میں آپ کے جد ابو العباس عبداللہ سفاح کے ہاتھ میں عنان خلافت آئی اور امیوں پر خدا کی زمین تنگ ہو گئی تو میرے باپ ہشام دمشق سے بھاگ نکلے وہ بوڑھے تھے۔ ان کی عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ تھی ان کے ساتھ دو بیٹے تھے۔ ایک میں (عبیدہ) اور دوسرا میرا بڑا بھائی عبدہ۔ جس روز ہم بھاگے اس سے چند ہی روز پہلے میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ میرے بھائی کی منگنی ہو گئی تھی مگر شادی نہیں ہوئی اگرچہ وہ بڑے تھے ان کی شادی ہونی چاہیے تھی لیکن ایک عرصہ تک ان کو شادی کا خیال نہیں تھا۔ میری شادی کے بعد جب لوگوں نے انھیں مجبور کیا تب وہ راضی ہو گئے اور ان کی منگنی ہو گئی لیکن شادی سے پہلے ہی انھیں اور ہمیں اور سب کو بھاگنا پڑا۔ اس وقت ہم دونوں جوان تھے ہم وہاں سے خراسان چلے

گئے تھے۔

سنہ ۱۳۶ھ میں ہم نے سنا کہ ابو العباس کے بھائی ابو جعفر منصور خلیفہ ہوئے ہیں۔ ہم نے ارادہ کیا کہ ابو جعفر منصور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں لیکن سوئے اتفاق سے ہمارے پاس عبدہ کی منگیتر اپنے باپ کے ساتھ آگئی اور ۱۴۳ھ میں اس کا عقد عبدہ سے کر دیا گیا۔

انھیں ایام میں اہل خراسان نے بغاوت کر دی۔ اس عرصہ میں میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ہم دونوں بھائیوں نے ارادہ کیا کہ شاہی لشکر کے ساتھ مل کر باغیوں کی سرکوبی کریں۔ چنانچہ میں اور عبیدہ دونوں خراسان کے گورنر (عامل)، داؤد خالد کے پاس گئے اور انھیں اپنی خدمات پیش کر دیں۔

لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ باغیوں نے اسی رات کو خروج کیا ہم دونوں بھائی ابو داؤد کی مدد کو چلے"۔

ابھی درویش یعنی عبیدہ نے اتنا ہی بیان کیا تھا کہ مہدی نے ہاتھ سے اشارہ کر کے انھیں روک دیا اور کہا ذرا ٹھہرو! ہم ابھی سنیں گے"۔

وہ ایک مصاحب سے کچھ باتیں کرنے لگے۔

(۲۲)

عبیدہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ مصاحب خلیفہ سے ان کی شکایت نہ کر رہا ہو۔ انھوں نے خلیفہ کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ ان کا چہرہ شگفتہ تھا۔ انھیں اطمینان ہو گیا کہ ان کی شکایت نہیں کی جا رہی ہے۔

مصاحب سے کچھ دیر باتیں کر کے خلیفہ مہدی نے عبیدہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب شروع کرو اپنی داستان"

عبیدہ نے بیان کرنا شروع کیا۔

"جب ہم دونوں بھائی دارالامارت (گورنمنٹ ہاؤس) کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ باغیوں نے دارالامارت کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

چاندنی رات تھی ٹھنڈی چاندنی آسمان سے گر رہی تھی لوگ بے ہودہ قسم کا شور و غل کر رہے تھے جب ہم وہاں پہنچے تو شور سنا کہ ابوداؤد خالد قصر کی چھت پر باغیوں کو سمجھانے اور فہمائش کرنے کے لئے چڑھے تھے اتفاق سے ان کا پیر پھسل گیا اور وہ گر کر مر گئے۔

ہم دونوں بھائیوں کو ان کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا۔ ابھی ہم وہاں کھڑے ہی تھے کہ پولیس افسر عصام پولیس کی جمعیت لے کر آ گئے۔ میں نے عصام کو پہلے نہیں دیکھا تھا ان سے ملا اور اپنی خدمات پیش کیں وہ بہت خوش ہوئے۔ مجھے اور میرے بھائی کو اپنے ساتھ لیا اور باغیوں پر حملہ کر کے اسی وقت انھیں منتشر کر دیا۔

دوسرے روز معلوم ہوا کہ عصام نے دربارِ خلافت کو ابوداؤد خالد کے مرنے کی اطلاع دیدی ہے عصام نے نہایت حکمت عملی سے باغیوں کو زور پکڑنے سے روکے رکھا اور رفتہ رفتہ ان کی قوت کمزور کر

کے ان کی گوشمالی کردی۔

چند ہی روز میں بغاوت فرو ہو گئی میں نے عصام سے مل کر یہ کوشش کی کہ وہ ہماری سفارش در خلافت میں کر دیں تاکہ ہم جو جلا وطنی کی سختیاں برداشت کر رہے ہیں اس سے بچ جائیں۔ انھوں نے وعدہ کر لیا اور ایک روز مجھ سے کہا کہ انھوں نے ہم دونوں بھائیوں کی سفارش کر کے امیر المومنین سے معافی طلب کی ہے ہم معافی نامہ کا انتظار کرنے لگے۔

لیکن ہماری قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا ہوا یہ کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے عبدالرحمن کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے بھیجا میں اس سے بھی ملا مگر میری نگاہوں میں وہ کچھ اچھا آدمی نہ جچا اس نے عنان گورنری ہاتھ میں لیتے ہی باغیوں کی حوصلہ افزائی شروع کر دی اور جو لوگ خلافت عباسیہ کے ہمدرد اور ہوا خواہ تھے ان پر لا یعنی الزام لگا لگا کر قتل و گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ عصام بددل ہو کر وہاں سے چلے آئے اور ہم دونوں بھائی روپوش ہو گئے۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ ولی عہد بہادر عبدالجبار کی سرکوبی کے لئے آرہے ہیں۔ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم بھی باغیوں میں شمار نہ کر لئے جائیں اس لئے ہم نے وہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ بڑے بھائی عبدہ کی بیوی پورے دنوں سے تھیں انھیں لے جانا دشوار ہو گیا۔ ہم وضع حمل کا انتظار کرنے لگے۔ یہ واقعات ۱۴۱ھ کے ہیں۔

عبدالجبار نے بھی مقابلہ کی زبردست تیاریاں کی تھیں ولی عہد خلاف امید اور توقع آندھی کی طرح بڑھے چلے آئے اسوقت بڑھے کے لڑکی پیدا ہو چکی تھی اور چھ دن کی تھی۔ رات کو دفعتہً ہمیں معلوم ہوا کہ ولی عہد کا لشکر شب خون مارے گا ہم دونوں بھائی افراتفری میں بھاگے اور بھی کئی خاندان بھاگے۔ رات اندھیری تھی اتفاق سے ہم دونوں بھائی بچھڑ گئے۔ بڑے بھائی معہ اپنی دلہن کے نہ معلوم کہاں چلے گئے میں بھاگ کر ایک نامعلوم پہاڑی پر پہنچ گیا اور وہیں رہنے لگا۔ یہ ہیں میرے واقعات۔ میں نے ذات اقدس پر بیعت کر لی ہے۔ میں اور میرے بھائی عبدہ خلافت عباسیہ کے ہمیشہ وفادار رہے ہیں

خلیفہ نے مسکرا کر کہا ہمیں ابھی ابھی ہمارے دینی بھائی حسن نے بتایا تھا کہ عصام نے ان دونوں بھائیوں کی سفارش کی تھی یہ بلا وجہ جلا وطنی کی تکلیفیں اٹھاتے رہے ہیں ان کا خاندان خلافت کا وفادار رہے حسن وہی صاحب تھے جنہوں نے عبیدہ کی داستان سنانے کے درمیان میں خلیفہ سے گفتگو کی تھی انھوں

نے عبیدہ ہی کے متعلق باتیں کیں۔

مہدی : ہمیں داستان سن کر یہ توافسوس ہوا کہ تم نے جلا وطنی کی تکلیفیں اٹھائیں لیکن یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ تم خلافت عباسیہ کے وفادار رہے تمہارے بڑے بھائی کا ابتک کچھ پتہ نہیں چلا "

عبیدہ : " جی نہیں ، کچھ تو میں غار نشین ہوگیا سرکاری آدمیوں کے خوف سے باہر بہت کم نکلتا تھا کچھ یہ خیال ہوا کہ اتنے بڑے ملک میں کہاں تلاش کروں کسی سے مجھے ان کا حال بھی نہیں معلوم ہوا "

خلیفہ مہدی نے ان کی بڑی دل دہی کی سلیمان اور سعید سے مخاطب ہو کر کہا " تم دونوں اطمینان رکھو انشاءاللہ ہم ان دونوں لڑکیوں کو جن کا تعلق تم سے ہے ۔ اس بدبخت کافر سے واپس لائیں گے اور تمہارے حوالہ کریں گے ہم اسوقت تک واپس دارالخلافہ نہ جائیں گے ۔ جب تک مقنع کی سرکوبی نہ کرلیں گے ۔

سلیمان اور سعید دونوں نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا ۔ خلیفہ نے ان تینوں کے لئے تین خیمے علیحدہ نصب کئے جانے اور جملہ لوازمات دئیے جانے کا حکم دیا ۔

اسی وقت ان کے لئے خیمے نصب کردیئے گئے اور انھیں ضروری سامان سے آراستہ کردیا گیا ۔ ان کے لئے شاہی توشہ خانہ سے کپڑے بھی آ گئے ایک ایک گھوڑا اور ہتھیار بھی مل گئے کھانا شاہی مطبخ سے آنے لگا ۔

ایک روز عبیدہ ، سلیمان اور سعید تینوں بیٹھے تھے کہ سلیمان نے کہا " یا شیخ تم یعقوب کا نام سن کر کیوں چونکے تھے " عبیدہ لو

عبیدہ : تم یعقوب سے واقف نہیں ہو۔ ان کے واقعات عجیب وغریب ہیں "

سلیمان : ذرا ہمیں بھی تو سناؤ ۔

عبیدہ نے بیان کیا ۔

حضرت حسن کی اولاد میں دو بھائی محمد مہدی نفس ذکیہ اور محمد ابراہیم تھے جب علویوں کا قتل عام ہوا تو وہ روپوش ہوگئے ان میں سے ایک یعنی محمد مہدی نفس ذکیہ تو مدینہ منورہ میں چھپ گئے اور دوسرے یعنی محمد ابراہیم کوفہ میں روپوش ہو گئے اور یہ دونوں بھائی خلافت عباسیہ کے خلاف سازشیں کرتے رہے وہ زمانہ ابوجعفر منصور کی خلافت کا تھا ۔ اس وقت ۱۴۵ھ تھا ۔

ان دونوں بھائیوں نے نہایت زبردست جدوجہد شروع کی وہ عباسی خلافت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے اور چونکہ وہ علوی تھے۔ حضرت حسن کی اولاد سے تھے اس لئے عام طور پر لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے اس کے ساتھ وہ ابو جعفر منصور سے اس لئے ناخوش ہو گئے تھے کہ انھوں نے بھاری تعداد میں علویوں کو قتل کرایا تھا۔

اگرچہ ابو جعفر منصور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے تھے اور تمام مسلمان عباسیوں کا بھی احترام کرتے تھے لیکن ان کی اس حرکت سے کہ انھوں نے علویوں اور فاطمیوں کو اذیتیں دیں اور ان میں سے بیشتر لوگوں کو قتل کرا دیا۔ اس سے عوام ان سے منحرف ہو گئے اور محمد مہدی نفس ذکیہ اور محمد ابراہیم سے ہمدردی رکھنے لگے۔

محمد مہدی نفس ذکیہ نے مدینہ منورہ میں خروج کر کے وہاں کے عامل کو گرفتار کر لیا اور مدینہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے ایک مہم مکہ پر بھیجی۔ مکہ والوں نے ان کا ساتھ دیا اور اس شہر پر بھی ان کا تسلط ہو گیا۔

محمد مہدی نفس ذکیہ نے محمد ابراہیم کو لکھا کہ وہ بھی خروج کریں لیکن وہ بصرہ میں بیمار تھے خروج نہ کر سکے۔

منصور نے محمد مہدی نفس ذکیہ کے مقابلہ میں عیسٰی بن موسٰی کو بھیجا۔ محمد مہدی کی جمعیت کم تھی مگر پھر بھی انھوں نے شاہی فوجوں کا مقابلہ بڑی دلیری اور جوانمردی سے کیا لیکن انھیں شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ میں مارے گئے۔

یکم رمضان ۱۴۵ھ کو ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا ان کے ساتھ کافی جمعیت تھی۔ یعقوب بن داؤد اور ابراہیم کے بیٹے حسن ان کے خاص مشیر تھے۔

محمد ابراہیم نے بصرہ پر قبضہ کر کے رہواز اور فارس پر فوجیں بھیجیں ان دونوں مقامات پر شاہی لشکروں کو ہزیمتیں ہوئیں اور رہواز اور فارس پر محمد ابراہیم کا تسلط ہو گیا۔

ابو جعفر منصور نے جب یہ روح فرسا خبریں سنیں تو انھیں سخت اضطراب ہوا انھوں نے اپنے بیٹے محمد مہدی کو بھاری لشکر دے کر محمد ابراہیم کے مقابلہ میں بھیجا۔ ادھر عیسٰی بن موسٰی کو لکھا کہ وہ بصرہ پر یورش کریں۔

محمد مہدی اور عیسیٰ دونوں اپنے اپنے لشکر لے کر محمد ابراہیم کے مقابلہ میں پہنچے نہایت خونریز معرکہ ہوا۔ محمد ابراہیم مارے گئے۔ شاہی لشکر کو فتح ہوئی حسن بن ابراہیم اور یعقوب بن داؤد گرکے خلیفہ منصور کے سامنے پیش کئے گئے، انھوں نے ان دونوں کو قید کردیا۔

خلیفہ منصور کے بعد جب محمد مہدی ان کے بیٹے خلیفہ ہوئے تو انھوں نے یعقوب بن داؤد کو قید سے رہا کردیا وہ مہدی کے ہمدرد بن گئے، انھوں نے بتایا کہ حسن بن ابراہیم جیل خانہ سے بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مہدی نے حسن کو دوسری جگہ قید کردیا مگر وہ وہاں سے بھی نکل بھاگے۔ مہدی کو بڑا فکر ہوا۔ یعقوب نے مشورہ دیا کہ آپ انھیں امان دے دیں، مہدی نے امان دے دی۔ یعقوب انھیں اپنے ساتھ لے آئے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ مہدی نے یعقوب بن داؤد کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا ہے۔ حالانکہ انھوں نے خلافت عباسیہ کو الٹنے کی کوشش کی تھی حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ مہدی بہت ہی نیک نفس آدمی ہے۔

(۲۳)

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ مہدی نے بخارا کے علاقہ کے قریب جو گورنر ابو نعمان اور لیث تھے انھیں یہ لکھا تھا کہ وہ مقنع اور اس کے پیروؤں کو گرفتار کر کے بھیج دیں اور اگر ان کی جمعیت زیادہ ہوگئی ہو تو فوراً مدد کے لئے لکھیں۔

ابونعمان اور لیث دونوں بخارا اور ماوراء النہر کے علاقوں اور وہاں رونما ہونے والے واقعات کی بڑے غور سے نگرانی کر رہے تھے۔ انھوں نے دربار خلافت کو مقنع کے دعوائے نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کرنے کی اطلاع دے دی تھی۔ ان میں سے ایک یعنی لیث بھیس بدل کر قلعہ بسیام میں بھی ہو آئے تھے انھیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ مقنع عباسی خلافت کا سخت مخالف ہے وہ اپنے معتقدوں میں ایسا جوش بھر رہا ہے جس سے وہ اندھے ہو کر لڑائی میں کود پڑیں۔ موت اور زندگی کی پرواہ نہ کریں اور اسے خدا مان کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کو ہر وقت تیار رہیں۔ انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب اس کی قوت بڑھ جائے گی تو وہ ایک روز خروج کرے گا۔ انھوں نے جو کچھ ماوراء النہر اور خراسان میں دیکھا تھا اور جو ان کے خیالات تھے۔ ان کے متعلق ایک مفصل رپورٹ لکھ کر دربار خلافت کو بھیجنے کی تیاری کر رہے تھے کہ خلیفہ مہدی کا حکم ان کے اور ابو نعمان کے پاس پہنچا کہ مقنع اور اس کے پیروؤں کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ اگرچہ اس حکم کے ساتھ یہ ہدایت تھی کہ اگر ان گمراہوں کی جمعیت زیادہ ہو تو فوراً مدد کیلئے لکھو۔

یہ دونوں گورنر اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ مقنع کے پاس اسکے فدائیوں کی جمعیت اس کے گرد جمع ہوگئی ہے۔ انھیں چاہیئے یہ تھا کہ احتیاط کو اپنی چادر گرداتنے، دربار خلافت کو مدد کیلئے لکھتے اور جب کافی لشکر ان کے پاس آجاتا تب وہ بخارا پر لشکر کشی کرتے۔

لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا اس وقت کے مسلمان اس بات کو بہت معیوب سمجھتے تھے کہ انھیں کوئی حکم دیا جائے اور اس کی تعمیل دیں وہ لیت و لعل کریں وہ خلیفہ کی حکم کی تعمیل سب سے مقدم سمجھتے تھے چاہے انھیں اس کام کے انجام دینے میں اپنی جانوں ہی کا خطرہ کیوں نہ ہو وہ اس بات کو بہت برا سمجھتے تھے کہ مدد کیلئے دربار خلافت کو لکھیں یا مدد آنے کے انتظار میں یورش کرنے سے رکے رہیں اسے وہ بزدلی سمجھتے تھے۔

چنانچہ ابو نعمان اور لیث نے تیاری شروع کی۔ عبیدہ، سلیمان اور سعید کو بھی یہ معلوم ہو گیا کہ ابونعمان اور لیث حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ سعید کا دوست نصر اور نصر کی بہن عالیہ اور سلیمان کی بیٹی عذرا مقنع کے قبضہ میں تھے یہ دونوں اس خبر کو سن کر اس کئے کچھ بے چین ہو گئے کہ کہیں وہ بدکار اور گمراہ ان ہستیوں کو کچھ نقصان نہ پہنچائے۔

چنانچہ سعید نے عبیدہ سے کہا "یا عم! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ابونعمان اور لیث کے حملہ کی خبر سن کر نصر، عالیہ، عذرا اور دوسرے ان مسلمانوں مردوں اور عورتوں کو قتل نہ کرڈالے یا کوئی اور نقصان نہ پہنچائے جو اس کے قبضہ میں ہیں"

عبیدہ : یہ اندیشہ مجھے بھی ہے۔ لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔

سلیمان : اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم بھی حملہ آور لشکر میں شریک ہو جائیں اور ممکن ہو سکے تو ان مسلم قیدیوں کی مدد کریں جو مقنع اور اس کے ہمراہیوں کے قبضہ میں ہیں"

عبیدہ : ہم ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں"

سعید : میرا خیال یہ ہے کہ ہم ابو نعمان اور لیث کو ان قیدیوں کے متعلق اطلاع دے کر ان سے درخواست کریں کہ وہ کچھ لوگوں کو جاسوس مقرر کر کے لشکر سے آگے روانہ کر دیں اور یہ جاسوس قیدیوں کی جو مدد کر سکتے ہوں وہ کریں"

عبیدہ : جاسوس قیدیوں کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے"

سعید : سچ پوچھئے تو میری تمنا یہ ہے کہ میں حملہ آور لشکر کے ساتھ شامل ہو کر ان لوگوں پر حملہ کروں جو مجھے مردہ خیال کر کے چھوڑ گئے تھے اور مجھے زخمی کر کے عالیہ کو لے گئے ہیں میرے سینہ میں انتقام کی آگ دہک رہی۔ شاید دشمنوں کا خون اس آگ کو ٹھنڈا کر دے"

عبیدہ : تمہارا یہ جوش قابل داد ہے ۔ اگر تمہارے جیسے جوشیلے پانچ سو نوجوان بھی اس لشکر میں شامل ہوں تو بیس ہزار دشمنوں پر بھاری ہو سکتے ہیں تمہاری خواہش یہ ہے کہ اس جنگ میں حصہ لو ۔ تمہاری یہ تمنا قابل تحسین ہے لیکن ہم جلالتمآب امیر المومنین خلیفہ مہدی کے مہمان ہیں ان کی اجازت لئے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے ۔

سعید : امیر المومنین آپ کا بڑا لحاظ کرتے ہیں میری خواہش یہ ہے کہ آپ امیر المومنین سے کہہ کر ہمیں اجازت دلا دیں ۔"

سلیمان : " یہی میری تمنا ہے ، اگر چہ میں قبل از وقت بوڑھا ہو گیا ہوں صدموں نے مجھے بڈھا اور نچوڑ لیا ہے لیکن میں مسلمان ہوں اور میرے سینہ میں بھی وہ دل ہے جس میں انتقام کی تڑپ ہے غیر مسلم اور گمراہ نوجوانوں سے میں بھی گیا گزرا نہیں ہوں میں بھی جہاد میں شریک ہو کر اپنے زور بازو کا امتحان کرنا چاہتا ہوں "

عبیدہ : تم شاید یہ سمجھتے ہو گے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور ایک عرصہ تک گوشہ نشین رہنے کی وجہ سے میرے دل سے جذبۂ جہاد اور شوق شہادت نکل گئے ہیں میں اطمینان دلاتا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے شاید میں میدان جنگ میں تمہارے ساتھ ہی رہوں ۔ میں بیمار ہو کر چار پائی پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے میدان جنگ کی موت کو ہزار درجہ بہتر سمجھتا ہوں ۔ جہاد کی موت ، بڑی عزت کی موت ہوتی ہے اس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ۔ جہاد کر کے جب انسان خون میں نہاتا ہے تو اس کے گناہ دھل جاتے ہیں خدا کی رحمت اس پر سایہ کر لیتی ہے فرشتے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور جنت کی حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں ۔ اس کی زندگی کا ایسا مسرت ناک دور شروع ہوتا ہے جیسے اس کا خواب میں بھی خیال نہیں ہوا تھا ۔ ایسی موت کو جس سے خوش آئند زندگی کا دور شروع ہو کون مسلمان نہ چاہے گا ۔

سعید : اسی لئے میرے دل میں جہاد کی تڑپ ہے آپ آج ہی امیر المومنین سے اپنے اور ہمارے لئے اجازت حاصل کریں ۔"

عبیدہ : سوچ تو میں بھی یہی رہا تھا لیکن امیر المومنین سے اسلئے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ ایک عرصہ کے بعد میں ان کے زمرہ مصاحبین میں شریک ہوا ہوں ۔ مگر اب تمہارے کہنے سے میرے دل میں بھی جہاد کے جذبہ نے کروٹ لی ہے اور انشاء اللہ آج کسی وقت موقع دیکھ کر میں اجازت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا ۔

اتفاق سے اسی روز عبیدہ کو موقع مل گیا۔ انھوں نے سعید اور سلیمان کی زبانی درخواستیں خلیفہ کے حضور میں پیش کر دیں۔ خلیفہ نے کہا " ہمیں سعید اور سلیمان سے بڑی ہمدردی ہو گئی ہے۔ اگر وہ اس جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو ہم انھیں روک کر گنہگار نہ بنیں گے، انھیں اپنے عزیزوں کی طرف سے جو اندیشہ ہے وہ بھی درست ہے جنگ کے دوران میں اکثر بدعقل سفاک لوگ ایسا ہی کیا کرتے ہیں کہ ان مظلوم قیدیوں کو جو ان کے پنجۂ ستم میں ہوتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں لیکن ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں سعید نوجوان ہیں کہیں ہیجانی جوش کی کیفیت میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جو انھیں نقصان پہنچا دے۔"

عبیدہ : سعید کے جوش اور جذبۂ انتقام کو دیکھ کر یہ اندیشہ مجھے بھی ہے اور اسی لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر عالم پناہ مناسب خیال کریں تو مجھے بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔

خلیفہ : ہاں ان کے ساتھ تمہارے ہونے سے یہ اندیشہ نہ رہے گا۔ ہم تمہیں اس شرط سے اجازت دے سکتے ہیں کہ اس مہم کے ختم ہو جانے پر تم ہمارے پاس واپس چلے آؤ۔

عبیدہ : اس بندہ ناچیز نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اب دامن اقدس کو زندگی کے آخری سانس تک نہ چھوڑے گا۔"

خلیفہ : تب تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔ ہم آج ہی وزیر اعظم کو ہدایت کر دیں گے کہ وہ تمہارے تینوں کے لئے ضروری سامان مہیا کر دیں اور تمہارے ساتھ جانے کیلئے ڈھائی سو سواروں کا دستہ بھی تمہارے سپرد کر دیں ہم دستہ کا تمہیں افسر مقرر کرتے ہیں۔

عبیدہ نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا۔ خلیفہ نے انھیں خلعت دیا وہ اٹھ کر چلے آئے دوسرے روز تمام ساز و سامان جو اوسط درجہ رئیسوں کے قابل تھا ان تینوں کے پاس پہنچ گیا۔ ڈھائی سو سواروں کا دستہ بھی آ گیا۔ اس دستہ کے ساتھ لڑائی کا سامان بھی تھا۔

سعید اور سلیمان دونوں بہت خوش ہوئے اور عبیدہ کی معیت میں ڈھائی سو سواروں کے ساتھ وہاں سے سپین کی طرف روانہ ہوئے۔

(۲۴)

ابونعمان اور لیث کے پاس جس قدر بھی فوج تھی انھوں نے اسے تیار کر لیا تھا اُس کے لئے ضروری ساز و سامان فراہم کر لیا تھا اب وہ انہیں روانہ کرنے کی فکر میں تھے کہ عبیدہ سلیمان اور سعید ڈھائی سو سواروں کے ساتھ آپہنچے۔ اس تھوڑے سے لشکر کے پہنچنے سے بھی مسلمانوں کو بڑی تقویت ہوئی۔ کیونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی صرف پانچ سو جوان تھے جو مقنع کی مہم پر بھیجے جانے والے تھے۔ ڈھائی سو سواروں کے اور آجانے سے اب ان کی تعداد ساڑھے سات سو ہو گئی تھی۔

ابونعمان کو جاسوسوں نے یہ بتایا تھا کہ مقنع کے پاس دس ہزار سے بھی زیادہ لشکر ہے اور وہ فدائی جو مبلغ کہلاتے ہیں اور جن کا شمار ہزاروں سے زیادہ ہے اس کے علاوہ ہیں وہ بھی فوجی ہیں اور ہر وقت فوج میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔

ابونعمان کو چاہیئے تھا کہ وہ دربار خلافت سے مدد طلب کرتے اور جب اموی لشکر آجاتا تب حملہ کرتے مگر انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ مسلمان مرد اور عورتیں انھیں طعنہ دیں گے۔ کہ حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مدد طلب کی۔ اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کے طعنوں سے بہت گبھراتے تھے۔

عبیدہ، سلیمان اور سعید تینوں ابونعمان اور لیث سے ملے ان دونوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا، سعید اور سلیمان کی داستانیں سنیں انھیں ان سے بڑی ہمدردی ہو گئی انھوں نے ان کیلئے ضرورت کی سب چیزیں مہیا کر دیں انھیں ایک ایک گھوڑا معہ تمام ساز و یراق دیا۔

اسی روز ان کی داستان تمام سپاہیوں کو بھی معلوم ہو گئی جو اس مہم پر جانے والے تھے اس نے ان کے دلوں میں اور بھی جوش پیدا کیا۔

لیث نے اپنے بھائی محمد بن نصیر کو اس تمام لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور اپنے بھتیجے حسان بن تمیم کو بھی اپنے بھائی محمد کے ساتھ کر دیا اور ان دونوں کو ہدایت کر دی کہ وہ عبیدہ، سلیمان اور سعید کا خاص طور پر لحاظ اور خیال رکھیں ان کا احترام کریں اور ان سے مشورہ لیتے رہیں
یہ لشکر ایک روز صبح کی نماز پڑھتے ہی روانہ ہو گیا اس نے ماوراءالنہر کا رخ کیا۔ اسی علاقہ میں وہ دونوں قلعے تھے جو مقنع کی جائے پناہ تھے ان میں ایک قلعہ کا نام بسیام اور دوسرے کا نام سنجرہ تھا یہ دونوں قلعے نارساتیق کش میں واقع تھے۔
ابھی یہ لشکر چند ہی منزل چلا تھا کہ انھیں مسلمانوں کے قافلے آتے ہوئے ملے۔ انھوں نے بتایا کہ مقنع کے سفید پوش سفاکوں نے نارساتیق کش کے علاقہ کو مسلمانوں سے صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ مسلمانوں سے مرتد ہوتے اور مقنع کو خدا مان کر سجدہ کرنے کو کہتے ہیں۔ مسلمان یہ دونوں باتیں نہیں مانتے۔ وہ ظالم مسلمانوں کو شہید کر دیتے ہیں۔ بوڑھی عورتوں اور بچیوں کو بھی مار ڈالتے ہیں جوان عورتوں اور نوخیز وحسین لڑکیوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اس علاقہ کے مسلمان یا تو سارے مارے جا چکے ہیں یا وہاں سے ہجرت کر گئے ہیں۔
محمد بن نصیر اور عبیدہ کو ان باتوں کے سننے سے بڑا صدمہ ہوا۔ وہ بڑھتے رہے۔ انھیں ایک اور منزل پر چند مسلمان بڑی بدحواسی سے بھاگ کر آتے ہوئے ملے۔ ان سے معلوم ہوا کہ نارساتیق کش کا تمام علاقہ مسلمانوں سے صاف کر دیا گیا ہے۔ مسجدوں میں مقنع کے بت رکھ دیئے گئے ہیں اور اب اللہ واحد کی عبادت کی بجائے بتوں کی پرستش شروع ہو گئی ہے۔
یہ بات اور بھی رنج دینے والی تھی۔ وہ مسجدیں جن میں ہمیشہ اللہ کا نام پکارا جا رہا تھا اب کفر و شرک کا گہوارہ بن گئی تھی۔ اللہ کا نام لینے والا اس تمام علاقہ میں کوئی بھی باقی نہیں رہا تھا۔ یہ لشکر اطمینان اور نظام کے ساتھ بڑھتا رہا۔ ایک روز جب انھوں نے ایک منزل پر قیام کیا تو کچھ لوگ ایسے ملے جو دل سے مسلمان تھے لیکن ظاہر میں وہ مقنع کے ساتھی معلوم ہوتے تھے۔ انھوں نے صرف لباس تبدیل کر لیا تھا انھوں نے بتایا کہ مقنع کو اس اسلامی لشکر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی ہے اس نے بیس ہزار فدائیوں کی فوج مقابلہ کے لئے روانہ کی ہے۔ اس فوج کا ہراول جس میں پانچ ہزار سپاہ ہے صرف ایک منزل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے غالباً کل وہ اس طرف

بڑھے گا۔ یہ خبر بڑی تشویشناک تھی۔ محمد بن نعیبر سپہ سالار نے اپنے لشکر کے اہل الرائے کو بلا کر مشورہ طلب کیا۔ مسلمان کل ساڑھے سات سو تھے اور ان کے مقابلہ پر جو لشکر آرہا تھا وہ بیس ہزار تھا۔ اس لشکر میں ترک بھی تھے، بخاری بھی تھے اور دوسرے علاقہ کے غنڈے اور شورہ پشت بھی تھے۔

جو لوگ تجربہ کار تھے ان کا مشورہ تو یہ ہوا کہ لشکر کو وہاں سے پیچھے ہٹا لیا جائے اور خلیفہ سے مدد طلب کی جائے لیکن نوجوانوں نے کہا کہ واپس ہونا بڑی بزدلی کی بات ہے۔ ہم مشرکوں اور کافروں سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں یہ جنگ اللہ کا نام سربلند کرنیکے لئے آنے والے ہیں۔ اللہ کی مدد پر بھروسہ کر کے کافروں کا مقابلہ کرو، مارے گئے شہید ہو جائیں گے، بچ گئے غازی کہلائیں گے۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہی طے ہوا کہ واپس نہیں لوٹنا چاہیئے۔ البتہ ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیئے کہیں دشمن غفلت میں نہ آپڑے۔ چنانچہ رات کو لشکر گاہ میں پہرہ دیا جانے لگا۔ اور دن میں بھی مسلمان ہوشیار اور چوکنے رہتے۔

اگلے روز معلوم ہوا کہ دشمن کا ہراول بہت قریب آگیا ہے تیسرے روز پہر سے پہلے ہی سفید پوشوں کا ہراول آتا ہوا نظر آیا۔ اس لشکر کے سفید علم لہراتے ہوئے بڑھتے چلے آرہے تھے تمام مسلمان فرودگاہ سے باہر نکل کر آتے والے لشکر کو دیکھنے لگے۔

یہ لشکر کچھ فاصلہ پر آکر رک گیا۔ مسلمانوں کو خیال ہوا کہ اس وقت وہ فروکش ہو جائے گا اور دوسرے روز لڑنے کے لئے میدان میں نکلے گا۔ لیکن انھیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ اس لشکر نے اسی وقت صفیں مرتب کرلیں اور لڑائی کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ مسلمان سمجھ گئے کہ سفید پوشوں کو یہ جرأت اسلئے ہوئی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کا لشکر بہت ہی کم دیکھ کر حقیر سمجھا ہے بات بھی ٹھیک تھی، کہاں ساڑھے سات سو مسلمان اور کہاں پانچ ہزار مشرک، انھوں نے سمجھا ہوگا کہ کیوں نہ حملہ کر کے فوراً ہی مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسی لئے انھوں نے صف بندی شروع کر دی۔

مسلمان بھی جلدی جلدی مسلح ہو کر میدان میں نکل آئے۔ انھوں نے اپنی تھوڑی سی جمعیت کی صرف دو صفیں قائم کیں اور ان دونوں صفوں کو اس طرح پھیلا دیا کہ ان کی تعداد پہلے سے دگنی معلوم ہونے لگی۔

چنانچہ مسلمانوں کو دیکھ کر سفید پوشوں کے سپہ سالار کو کہنا ہی پڑا کہ جب یہ مسلمان اپنی فرودگاہ سے باہر کھڑے تھے تو کم معلوم ہوتے تھے اور اب زیادہ معلوم ہوتے ہیں ان کی تعداد کیسے بڑھ گئی۔

سفید پوشوں کی صفوں کو حرکت ہوئی۔ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے مسلمان اپنی جگہ پر اطمینان سے کھڑے رہے۔ کچھ دور بڑھ کر سفید پوشوں نے کمانوں میں تیر رکھ کر چلائے مسلمانوں نے ڈھالوں کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ تیر یا تو ڈھالوں پر پڑ گئے یا برابر سے نکلے چلے گئے۔

چونکہ سفید پوشوں کی طرف سے لڑائی شروع کر دی گئی تھی اس لئے اب مسلمانوں نے بھی جلدی جلدی شانوں سے کمانیں اتار کر ہاتھوں میں لے لیں۔ ترکشوں میں سے تیر نکال کر کمانوں میں رکھ کر چلے کھینچے اور تیروں کی باڑھ ماری تمام تیر برابر برابر سنساتے ہوئے اس طرح چلے جیسے ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔ سفید پوشوں نے بھی ان تیروں سے بچنے کے لئے ڈھالیں سامنے کر دیں۔ لیکن تیر اس زور سے اور ملے ہوئے آ رہے تھے کہ ان کی آنکھیں جھپک گئیں اس لئے وہ سب ڈھالوں پر تیروں کو نہ روک سکے۔ کچھ تیر ڈھالوں پر رکے اور کچھ کے سینوں اور پیشانیوں میں ترازو ہو گئے اس طرح بہت سے سفید پوش زخمی ہو گئے جو لوگ زخمی ہوئے وہ درد و کرب سے چلا اٹھے۔

مسلمانوں نے بڑی پھرتی سے دوبارہ تیر کمانوں میں رکھ کر چلائے۔ یہ تیر بھی سنساتے ہوئے تیزی سے چلے اور ان سے بھی کئی سفید پوش زخمی ہو کر گرے انھوں نے آہ اور واہ کرنا شروع کر دیا۔ اس سے سفید پوشوں کی پہلی صف میں کچھ ابتری پیدا ہوئی وہ یہ سمجھ گئے کہ تیر بازی میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کے افسران نے انھیں تیزی سے بڑھ کر حملہ کرنے کا اشارہ کیا اور ان کا سیلاب مسلمانوں کی طرف بڑھا۔

(۲۵)

مسلمان سمجھ گئے کہ سفید پوش مشرک دست بدست لڑائی لڑنا چاہتے ہیں انھوں نے بھی کمانیں شانوں
ڈال لیں اور نیزے ہاتھوں میں لے کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے مسلمانوں کے نیزے صاف اور مجلیٰ تھے ان کی
انیاں دھوپ میں اس طرح چمک رہی تھیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چکاچوند ہوئی جاتی تھیں۔ سفید پوش
جھپٹے چلے آرہے تھے ان کی رفتار سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مسلمانوں کو روندتے چلے جائیں گے
انھوں نے تلواریں ہاتھوں میں لے لی تھیں اور ہوا میں تلواروں کے ہاتھ نکالتے ہوئے اس طرح بڑھے
آرہے تھے جیسے حملہ کرتے آرہے ہیں۔

جب وہ کچھ فاصلہ پر آ گئے تو محمد بن نصیر نے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا مسلمان اس نعرہ کو سن
ہوشیار ہو گئے جب سفید پوش اور قریب آئے تو مسلمانوں کے سپہ سالار محمد بن نصیر نے "اللہ اکبر" کا دو
نعرہ لگایا۔ اس نعرہ کو سنتے ہی مسلمانوں نے نیزے اس طرح مضبوط پکڑ لئے کہ جب چاہیں حملہ کر دیں
سفید پوش بالکل ہی پاس آ گئے تو محمد بن نصیر نے "اللہ اکبر" کا تیسرا نعرہ لگایا۔ اس متبرک دم
نعرہ کی تکرار تمام مسلمانوں نے کی۔ تمام مجاہدین نے مل کر "اللہ اکبر" کا پر شور نعرہ اس زور سے
لگایا کہ فضا تھرا گئی۔ زمین لرز گئی۔ سفید پوش کانپ گئے ان کے ہاتھوں میں تھرتھری پڑ گئی۔ پ
میں لغزش آ گئی۔

نعرہ لگاتے ہی مسلمانوں نے نیزوں سے سفید پوشوں پر حملہ کیا۔ کھٹا کھٹ اور کھچا کھچ کی آ
آئیں۔ ساتھ ہی آہ، واہ اور خوف ناک چیخوں کی آوازیں بھی گونجیں اور صاف شفاف نیزوں کی ا
خون اگلتی ہوئی نکلیں۔ بہت سے سفید پوشوں نے تو ڈھال پر مسلمانوں کے تیزے روکے ا
بہت سے سفید پوشوں کے پیٹوں اور سینوں میں نیزوں کی انیاں گھستی چلی گئیں۔ جب مسلمانوں

نیزے زور کے کھینچے تو زخمی سفید پوش آہیں کرتے اور چیخیں مارتے اوندھے منہ گرے۔ کئی سفید پوشوں نے کئی مسلمانوں کے نیزے تلواروں سے کاٹ بھی ڈالے۔ جن مسلمانوں کے نیزے کٹ گئے انھوں نے بغیر پھل کے وہ ڈنڈے جوان کے ہاتھوں میں رہ گئے تھے۔ پھینک دیئے اور تلواریں سونت لیں۔

قبل اس کے کہ سفید پوش مسلمانوں پر تلواروں سے حملہ کریں مسلمانوں نے پھر ان کے نیزے مارے اور اس پھرتی سے حملہ کیا کہ سفید پوشوں کو تلواریں چلانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ مسلمانوں کے ان نیزوں نے سفید پوشوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ ان کے بہت سے آدمی زخمی ہو کر پھر اوندھے منہ گرے ان میں سے جن کے زخم کاری آئے تھے وہ تو آہ بھی نہ کر سکے اور گرتے ہی مر گئے لیکن جن کے زخم شدید تو تھے مگر کاری نہ تھے وہ زمین پر گر کر تڑپتے اور زخموں کی تکلیف سے چیخنے اور چلانے لگے۔ وہ مسلمانوں کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور اپنے زخموں کو ہاتھوں سے پکڑے طرح طرح کے منہ بنا بنا کر تڑپ رہے تھے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ سفید پوش آئے تو تھے خود مسلمانوں سے لڑتے اور انھیں قتل و پامال کرتے اور جب زخمی ہوئے تو مسلمانوں ہی کو گالیاں دینے لگے۔ انھیں گالیاں نہ دیں جو انھیں ان کے سر کٹوانے لائے تھے۔

مسلمانوں نے ان دو حملوں میں تقریباً ستر سفید پوشوں کو خاک و خون میں لٹا دیا اور اس سے مشرکوں کو تیروں سے زخمی کر دیا تھا۔ اس وقت تک نہ ایک مسلمان شہید ہوا تھا نہ کسی مسلمان کے زخم آیا تھا۔

اب سفید پوشوں نے جھپٹ کر مسلمانوں پر تلواروں سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بڑی پھرتی سے نیزے پھینک دیئے اور تلواریں سنبھال لیں۔ انھوں نے سفید پوشوں کے حملے روکنے کے لئے ان کی تلواروں کو اپنی ڈھالوں پہ لیا اور پھر خود ہی جلدی سے حملے کر کے سفید پوشوں کو قتل و زخمی کرنے لگے۔

مسلمان جوش میں بھرے ہوئے تھے وہ بڑی پھرتی سے پینترے بدل بدل کر ادھر ادھر اور سامنے حملے کرنے اور سفید پوشوں کو ٹھکانے لگانے لگے انھوں نے ان کی کئی صفیں توڑ ڈالیں اور جوش و غضب میں بھرے ہوئے موت کا استقبال کرنے کو ان کے بیچ میں گھستے چلے گئے۔

سفید پوش بڑے قوی ہیکل اور آزمودہ کار تھے ان میں وہ ترک بھی تھے جو اسلام کے ذائقہ چشش نہ ہوئے تھے وہ بڑے جسیم اور طاقتور تھے اور وہ بخاری بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے لیکن ان کے

عقائد پختہ نہیں ہوئے تھے نہ وہ اسلامی شریعت سے پورے طور پر واقفیت حاصل کر سکے تھے
نہ وہ اسلامی شریعت سے پورے طور پر واقفیت حاصل کر سکے تھے وہ عجوبہ پسند تھے ان کی طبیعیں ڈانوا ڈول تھیں۔ وہ بہک گئے اور مرتد بن گئے تھے وہ بھی بڑے قوی ہیکل اور بڑے تن و توش کے تھے۔
دیو ہیکل معلوم ہوتے تھے۔ یہ سب مسلمانوں کو دبلا پتلا اور تعداد میں کم دیکھ کر اس لئے حملہ آور ہوئے تھے کہ انھیں بہت جلد کاٹ کر ڈالدیں گے لیکن جب انھوں نے مسلمانوں پر اور مسلمانوں نے ان پر حملے کئے تو وہ مسلمانوں کی طاقت دیکھ کر کچھ حیران سے رہ گئے۔ انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے مسلمان گوشت پوست کے بنے ہوئے نہیں بلکہ لوہے کے ہوں۔ ان کی تلواریں اس زور سے پڑتی تھیں کہ ڈھالوں کو کاٹ کر سینوں کو کھول دیتی تھیں اور ان کے جس عضو پر پڑتی تھیں انھیں کاٹے بغیر نہ چھوڑتی تھیں۔ اس سے انھیں اپنے خیال کو چھوڑنا پڑا کہ مسلمان اگرچہ دبلے پتلے ہیں مگر ان میں روحانی قوت بڑھی ہوئی ہے اس لئے ان کا قتل کرنا آسان نہیں۔ چنانچہ اب سفید پوش ہوشیاری اور حکمت عملی سے لڑنے لگے۔ لیکن ان کی ہوشیاری اور حکمت عملی کچھ کام نہ آئی۔ مسلمانوں نے ان کی صفوں میں گھس کر ان پر اس سختی سے حملے کئے اور اس پھرتی سے انھیں قتل کرنا شروع کیا کہ وہ گھبرا اٹھے۔

مسلمان دس دس اور بیس بیس کے گروہ میں تقسیم ہو گئے اور دور تک ہر طرف سفید پوشوں میں پھیل گئے جتنی دور میں وہ پھیل گئے اتنی ہی دور میں میدان جنگ موت کا گہوارہ بن گیا۔ تلواریں جلد جلد اٹھتے اور جھکنے لگیں کبھی کبھی ڈھالیں کتنی بلند ہو جاتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تلواروں کا کھیت اُگ آیا ہو

یوں تو ہر مسلمان جوش و خروش سے لڑ رہا تھا لیکن محمد بن نصیر، احسان، عبیدہ، سلیمان اور معبد نہایت ہی دلیری اور جوانمردی سے لڑ رہے تھے ان کی تلواریں موت کا فرشتہ بن گئیں تھیں وہ کئی گروہ میں بٹ گئے تھے اور جو جس گروہ میں تھا بڑی ہی بہادری سے لڑ رہا تھا وہ جس پر حملہ کرتے تھے اسے قتل کئے بغیر نہ پلٹتے تھے۔ جس کو ان کی تلواریں چھو بھی جاتی وہ سخت زخمی ہو کر گر پڑتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ تمام لشکر کو کاٹ کر ڈال دے۔ جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی تلواریں بڑی پھرتی سے چل رہی تھیں لوگ کٹ کٹ کر گر رہے تھے جو ایک مرتبہ گر جاتا تھا اسے دوبارہ اٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے اور مشرک بھی مر رہے تھے۔ لیکن مسلمان کا دکا شہید ہوتا تھا اور مشرک سفید پوش کثرت سے مر رہے تھے۔ مسلمان زخمی بھی کم ہو رہے تھے اور جب کوئی مسلمان زخمی ہو جاتا تھا تو اس کے قریب کے مسلمان جوش و غضب کے

ہمیں آکر ایسا حملہ کرتے تھے کہ مشرکوں کے تمام لشکر کو جنبش میں لے آتے تھے اور کئی سفید پوش کو قتل کر کے ان کے خون سے اپنے سینہ میں دہکنے والے انتقام کے شعلوں کو سرد کرتے تھے۔

سفید پوش بھی اکثر بڑے جوش اور بڑی دلیری سے حملہ کرتے تھے وہ کئی مسلمانوں کو قتل کر ڈالنے کی انتہائی کوشش کرتے تھے لیکن مسلمان ان کے وار بڑی آسانی سے روک لیتے تھے۔ لڑائی کو شروع ہوئے کئی گھنٹے گذر گئے تھے اور جوں جوں وقت زیادہ گذرتا جاتا تھا جنگ کے شعلے تیزی سے بھڑکتے جاتے تھے دوپہر سے پہلے جنگ شروع ہوئی تھی اور اب دوپہر ڈھل گیا تھا۔ ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا لیکن مسلمان اور مشرک لڑائی میں کچھ ایسے مشغول تھے کہ انھیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ وقت کیا ہو گیا ہے وہ برابر لڑ رہے تھے۔ محمد بن نصیر نے لڑتے لڑتے آسمان کی طرف دیکھا انھوں نے چلا کر کہا "مسلمانو ظہر کی نماز کا وقت آگیا ہے دشمنوں کا جلد صفایا کر ڈالو تاکہ ظہر کی نماز پڑھی جا سکے۔ اسکے ساتھ ہی انھوں نے" اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے وہ جہاں کہیں بھی تھے سنبھل کر" اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا اس مبارک نعرہ نے مسلمانوں میں نیا جوش پیدا کر دیا اور سفید پوشوں کے دلوں میں ہلچل پیدا کر دی ہر محاذ پر مسلمانوں نے نہایت سنبھل کر نہایت قوت سے حملہ کیا۔ سفید پوش بھی جھٹ گئے مگر مسلمانوں نے ان کی بھاری تعداد کو مار ڈالا۔ اس سے سفید پوشوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی۔ ان کے قدموں میں لغزش آئی وہ پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی انھوں نے ایک اور حملہ پہلے حملہ سے بھی سخت کیا اور اس حملہ میں بھی بہت سے سفید پوشوں کو قتل و زخمی کر ڈالا۔ ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ سفید پوش یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کے پیچھے انھیں مارتے کاٹتے بڑھتے چلے گئے۔

سفید پوشوں کے فراشوں نے خیمے نصب کر کے لشکر گاہ قائم کر دی تھی۔ سفید پوش پناہ لینے کے لئے لشکر گاہ میں جا گھسے مگر مسلمان ان کے پیچھے وہاں بھی پہنچ کر انھیں قتل کرنے لگے۔ مشرکوں کو وہاں ٹھہرنا بھی مشکل ہو گیا وہ اپنے لشکر گاہ میں سے بھی نکل کر بے تحاشا بھاگے مسلمان ان کے پیچھے دوڑے لیکن محمد بن نصیر نے پکارا! مشرکوں کا تعاقب نہ کرو" واپس لوٹ آؤ"۔ چنانچہ مسلمان واپس لوٹ آئے سفید پوشوں کی مسلمانوں سے یہ پہلی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں بھاری نقصان اٹھا کر سفید پوش پسپا ہوئے۔

(۲۶)

مسلمان فتح مند ہو کر واپس لوٹ آئے۔ سب سے پہلے انھوں نے ظہر کی نماز ادا کی اگرچہ کئی مسلمان بہت زیادہ زخمی تھے اور ان کے زخموں میں کافی تکلیف تھی۔ سب سے پہلے ان کی مرہم پٹی ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن وہ نماز کے اس قدر پابند تھے کہ اسے سب سے مقدم سمجھتے تھے نماز سے فراغت کر کے زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی اور کچھ آدمی تو شہیدوں کی لاشیں جمع کرنے اور انھیں دفن کرنے کیلئے گڑھے کھودنے کیلئے چلے اور کچھ لوگ دشمنوں کی فرودگاہ میں گھس کر مال غنیمت جمع کرنے لگے۔

مسلمان اکتالیس شہید ہوئے تھے اور سینتیس زخمی ہوئے تھے۔ تمام مسلمانوں نے شہیدوں کے جنازہ کی نماز پڑھی اور انھیں ان ہی لباسوں میں جنہیں پہن کر وہ شہید ہوئے تھے بڑے احترام سے ساتھ دفن کیا۔ مشرک ساڑھے سات سو مارے گئے چار سو سے زائد زخمی ہوئے۔ سفید پوش بڑے ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے، گھوڑے خیمے، سائبان، فرش، قالین، قیمتی سونے چاندی کے برتن، ہر قسم کے ہتھیار صراحیاں، پیالے اور خدا جانے کیا کیا چیزیں ساتھ لائے تھے رسد بہت کافی تعداد میں تھی۔ کچھ نقدی یعنی درہم و دینار بھی تھے۔ یہ چیزیں مسلمانوں کو مال غنیمت میں ملیں

محمد بن نصیر نے سوائے ہتھیاروں اور خیموں و سائبان کے اور تمام چیزیں اور زر نقد مجاہدین میں تقسیم کر دیا ہر مجاہد کے پاس کئی کئی گھوڑے ہو گئے اور کافی سامان ملا۔

اس روز مسلمانوں نے مشرکوں کی فرودگاہ ہی میں قیام کیا۔ رات نہایت آرام سے بسر کی صبح کی نماز پڑھ کر ناشتہ تیار کیا، کھایا اور کوچ کر دیا۔ دوپہر کے قریب وہ ایک چشمہ کے کنارے پہنچے اس دریا کے دونوں کناروں پر پھلدار درخت کھڑے تھے اور کافی دور تک سبزہ لہلہا رہا تھا۔ نہایت پر فضا جگہ تھی مسلمانوں نے سبزہ زار میں خیمے نصب کر دیئے اور کھانا تیار کرنے لگے ظہر سے کچھ پہلے کھانا تیار ہو اسب

نے کھایا اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھی - نماز پڑھ کر چشمہ کے کنارہ پر دور تک پھیل گئے۔ بعض کپڑے دھونے لگے - بعض غسل کرنے لگے اور بعض محض تفریح کے لئے بیٹھ گئے۔

دوسرے روز مسلمانوں نے وہاں سے کوچ کرنا چاہا - لیکن بعض مسلمانوں کے زخم کچھ ایسے تھے کہ وہ سفر کرنے کے قابل نہیں رہے تھے انھیں تیز بخار بھی ہو گیا تھا - محمد بن تمیر کو جب ان کی اس کیفیت کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے کوچ ملتوی کر دی - اور لشکر کے ساتھ جو جراح اور ڈاکٹر تھے - انھیں ہدایت کی کہ وہ غور سے زخمیوں کا علاج کریں -

ابھی یہ اسلامی لشکر دریا کے کنارہ پر خیمہ زن ہی تھا کہ سفید پوشوں کے بڑے لشکر کے قریب آنے کی اطلاع ہوئی - مسلمانوں نے اسی مقام پر جہاں پر وہ ٹھہرے ہوئے تھے مشرکوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا جو مسلمان زخمی ہوئے تھے ان کے زخم مندمل ہوتے چلے جا رہے تھے -

ایک روز عصر کے بعد سفید پوش مشرکوں کا لشکر سامنے آ پہنچا - مسلمانوں نے اپنی فرودگاہ ہی میں سے دیکھا - بڑا زبردست لشکر تھا - دن چھپنے کے بعد تک آتا اور فرودکش ہوتا رہا - اس لشکر میں وہ ہزیمت خوردہ سپاہی بھی تھے جو مسلمانوں کے سامنے سے شکست اٹھا کر بھاگے تھے - گویا مشرکوں کا کل لشکر جس کی تعداد بیس ہزار تھی - مسلمانوں کے سامنے آ گیا تھا مسلمان صرف ساڑھے سات سو ہی تھے - وہ اتنے کم تھے کہ مشرکوں کی بھاری تعداد کے مقابلہ میں ان کا کوئی شمار قطار ہی نہ تھا ، لیکن آفرین ہے مسلمانوں پر ، دشمنوں کی ہیبت طاری نہیں ہوئی اور نہ انھیں کوئی ہراس ہوا - انھوں نے رات کو اپنے لشکر میں کثرت سے آگ روشن کرائی اور وہ رات نہایت اطمینان سے گزاری -

جب صبح ہوئی اور مسلمان صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے تو دشمن کے لشکر میں نقل و حرکت شروع ہوئی - مسلمان بھی نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے خیموں کی طرف دوڑے اور جلد جلد مسلح ہو کر میدان جنگ میں پہنچ گئے - اسی عرصہ میں دشمنوں کا تمام لشکر میدان میں نکل آیا تھا اور انھوں نے اس طرح صف بندی کر لی تھی جیسے کسی بڑے لشکر سے مقابلہ کرنے والے ہوں ان کی صفیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں -

مسلمان تھے ہی کتنے - انھوں نے اپنی ایک لمبی صف قائم کرلی اور خدا کا نام لیکر نہایت استقلال کے ساتھ مقابلہ کیلئے تیار ہوگئے - مشرکوں کی صفوں کو چیر کر ایک نہایت گرانڈیل ترک میدان میں نکلا اس نے لڑنے والے کو طلب کیا۔ سعید نے پیش قدمی کی وہ بڑھ کر اپنے سردار محمد بن نصیر کے پاس گئے اور ان سے اجازت طلب کی انھوں نے کہا" یا اخی (اے بھائی) یہ ترک بڑا قوی الجثہ، دلیر اور تجربہ کار معلوم ہوتا ہے - تم نحیف و ناتوان ہو اس کے مقابلہ میں نہ جاؤ بلکہ کسی اس ہی جیسے تنومند آدمی کو نکلنے دو" سعید نے کہا" طاقت کا انحصار موٹاپے اور بڑے ڈیل ڈول پر نہیں ہے دل پر ہے خدا کے فضل سے میرا دل دل بڑا قوی ہے - مجھے مشرکوں پر بڑا غصہ آرہا ہے میرے سینہ میں انتقام کی آگ دہک رہی ہے - بس مجھے اس کے مقابلہ میں نکلنے کی اجازت دیں اور خدا سے بہتری کی امید رکھیں "۔

محمد بن نصیر نے انھیں اجازت دی اور ہاتھ اٹھا کر خدا سے ان کی نصرت کی دعا مانگی -

سعید معمولی تن و توش کے آدمی تھے - جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مشرک ترک کے مقابلہ میں گئے تو اس ترک نے انھیں نحیف جان کر حقیر سمجھا غرور کا پتلہ بن گیا اس نے فخریہ انداز میں کہا میرے مقابلہ میں تمہیں بھیجا ہے فوراً واپس جاؤ - موت کے ساتھ نہ کھیلو میری بہادری کا شہرہ تمام ترکستان میں ہے - کسی مجھ ہی جیسے آدمی کو مقابلہ کے لئے بھیجو "۔

سعید : مجھے بھیجا نہیں گیا ہے بلکہ میں خود ہی آیا ہوں - تم مجھ سے واقف نہیں ہو لوگ مجھے شیر صفد کہتے ہیں - مرد میدان بنو اور مجھ سے لڑو "۔

ترک کو غصہ آگیا - اس نے تلوار نکال کر کہا" اگر تو مرنا ہی چاہتا ہے تو لے - تیری موت آگئی ہے "۔ اس نے نہایت زور و قوت سے سعید پر حملہ کیا - سعید نے نہایت چابکدستی سے اسکا وار ڈھال پر روکا اسکی تلوار ڈھال پر خط تک نہ لگا سکی اسے بڑا تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا اس نے جوش میں آکر دوسرا حملہ کیا - سعید نے اس کا وہ حملہ بھی بڑی آسانی سے روک لیا وہ غضب ناک نظروں سے سعید کو دیکھنے لگا - سعید نے کہا تیسرا وار کرلو تاکہ تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے ترک کو ان کا یہ طعنہ بہت ہی برا معلوم ہوا - اس نے جوش و طیش میں آکر تیسرا حملہ کیا سعید نے بڑے جوانمردوں کی طرح اس کا وہ حملہ بھی روک لیا اور جوں ہی ترک حملہ کرکے واپس ہو رہا تھا انھوں نے

جھپٹ کر نہایت زور سے اس کے سر پر تلوار ماری وہ ان کے اچانک حملہ سے بے خبر تھا سعید کی تلوار اسکے خود پر پڑی اور خود کو کاٹتی ہوئی سر کی دو پھانکیں کرتی حلق تک اترتی چلی گئی ۔ ترک نے ایک خوفناک چیخ ماری اور گھوڑے سے گرا ۔ سعید نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر بڑھایا اور ترک کا گھوڑا پکڑ لیا پھر گھوڑے سے کود کر ترک کا خود جو چاندی کا تھا اور زرہ بکتر جو سونے اور چاندی کی گنگا جمنی تھی اس کے سر اور بدن سے اتار لی جب وہ اس کا ساز و سامان لے کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو ایک اور ترک گھوڑا دوڑا کر نکلا اسی عرصہ میں سعید کا غلام ان کے پاس پہنچ گیا سعید نے تمام چیزیں اور گھوڑا غلام کے حوالہ کئے اور خود دوسرے ترک کے مقابلہ میں جا پہنچے ۔

جوش اور غصہ سے اس ترک کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں ۔ منہ سے کف جاری تھا ۔ اس نے کہا "او کافر، تو نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے، مجھ سے بچ کر کہاں جائیگا ۔

سعید نے اطمینان سے کہا "گھبراتے کیوں ہو ۔ انشا اللہ تمہیں بھی تمہارے بھائی کے پاس بھیجے دیتا ہوں ۔"

ترک کو اور بھی غصہ آ گیا ۔ اس نے نہایت سختی سے تلوار کا وار کیا ۔ سعید نے ڈھال سامنے کر دی ۔ اس کی تلوار ان کی ڈھال کا ایک حصہ کاٹ گئی ۔

سعید نے دوسرا حملہ کرنے کی مہلت نہ دی فوراً ہی اس پر جوابی حملہ کیا ۔ ترک بڑا کھاگ تھا اس نے اس کا حملہ اپنی ڈھال پر آسانی سے روک کر یہ کوشش کی کہ اس کی تلوار ڈھال میں الجھا کر توڑ دے مگر سعید نے جلدی سے تلوار اٹھالی ترک نے اس پر دوسرا حملہ کیا سعید نے ٹوٹی ہوئی ڈھال پر روکنے کا موقع نہ دیا تلوار شانہ کی زنجیریں کاٹ کر اس کی گردن اڑا گئی اس نے آہ بھی نہ کی اور مردہ ہو کر گرا ۔

مشرک دور سے سعید کی یہ کاروائی دیکھ رہے تھے ان کے دو بڑے افسر جو تنومند اور تجربہ کار تھے مارے گئے تھے ۔ انھیں غصہ آیا اور سب نے مل کر ایک دم حملہ کر دیا ۔ محمد بن نصیر نے سعید کو آواز دے کر واپس بلا لیا ۔ وہ واپس لوٹے اور مسلمانوں نے مشرکوں سے مقابلہ کیلئے اپنے آپ کو تیار کر لیا ۔

(۲۶)

اب آفتاب بہت اونچا ہو گیا تھا دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی فریقین کے ہتھیار اور گھوڑوں کے ساز آفتاب کی شعاعوں میں جگمگا رہے تھے۔ مسلمان نہایت اطمینان اور استقلال سے اپنی جگہ کھڑے ہو کر مشرکوں کو آتے ہوئے دیکھ رہے تھے محمد بن نصیر کے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا علم تھا اس کے پھریرے کے ساتھ ہوا اٹھکیلیاں کر رہی تھی۔

مشرکوں کے بیس علم تھے اور بے شمار جھنڈیاں تھیں۔ ان کے علموں کے پھریرے لہرا رہے تھے کافروں کا لشکر اس شان سے بڑھا چلا آرہا تھا جیسے وہ مسلمانوں کو کچل ڈالے گا۔

بات واقعی ایسی ہی تھی۔ مسلمان اتنی تھوڑی تعداد میں تھے کہ اگر مشرک بغیر لڑے بھڑے بھی ان پر بڑھے چلے جاتے اور مسلمان انھیں قتل بھی کرتے رہتے تب بھی وہ انھیں پامال کر دیتے۔ لیکن مسلمان تھے کہ انھیں اس بات کا کوئی فکر ہی نہ تھا۔ اتنے بھاری لشکر کو حملہ آور دیکھ کر ان کی طبیعت پر ذرا بھی میل نہ آیا بلکہ وہ بڑی تندہ روئی سے اس کا استقبال کرنیکو آمادہ ہو گئے۔

جب لشکر نے نصف میدان طے کر لیا تب محمد بن نصیر نے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا۔ مسلمان ہوشیار ہو گئے۔ محمد بن نصیر نے بلند آواز سے کہا۔

"شیران اسلام، آج وہ وقت آگیا ہے جس کی مجھے اور تمہیں سب ہی کو تمنا تھی۔ ہمارے دلوں میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت ہے۔ جنت کا راستہ تلوار کے سایہ میں ہے بے شمار دشمن حملہ کرنے کے لئے بڑھا چلا آرہا ہے۔ دل کھول کر جہاد کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شہادت کی نعمت عطا کر دے۔ یاد رکھو جہاد سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور شہادت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں جو آج بزدلی کرے گا جہاد سے جی چرائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے خفا ہو جائے گا اس پر جنت

سے دروازے نہیں کھلیں گے اور جو خدا کی خوشنودی کے لئے جہاد کرے گا۔ اپنی قوت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ خدا اس سے رضامند ہوگا۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ حوریں اس کا استقبال کریں گی وہ فردوس کا مستحق ہو جائے گا۔

اب مشرکین اور قریب آ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا دوسرا نعرہ لگایا مسلمانوں نے تلواریں اور ڈھالیں سنبھال لیں اور ایسے مستعد ہو گئے کہ تیسرا نعرہ لگتے ہی فوراً حملہ کر دیں۔

مشرکوں کا عظیم الشان لشکر نہایت نظم کے ساتھ بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس کے بھاری قدموں سے زمین ہچکولے لے رہی تھی۔ جب مشرکوں کی پہلی صف مسلمانوں سے ٹکرائی تب محمد بن نصیر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تمام مسلمانوں نے اس مبارک نعرہ کی اس زور سے تکرار کی اور اس شور کے ساتھ نعرہ لگایا کہ تمام میدان گونج گیا۔ لیکن مشرکوں کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازوں میں نعرہ کی آواز گم ہو کر رہ گئی تھی۔

مشرکوں نے آتے ہی نہایت سختی سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بڑے صبر اور استقلال سے ان کا حملہ روکا اور پھر خود بھی زبردست جوابی حملہ کیا۔ مشرکوں نے اپنی ڈھالوں میان کی تلواریں روکیں۔ فریقین جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ تیزی اور پھرتی سے تلواریں چلانے لگے ساتھ ہی سفید اور سیاہ ڈھالیں بھی بلند ہونے لگیں صاف اور شفاف تلواریں بجلی کی طرح کوندتی اور انسانی سمندر میں خون چاٹنے کے لئے جھک رہی تھیں۔

جہاں تک مسلمان پھیلے ہوئے تھے وہاں تک تلواریں اٹھ اور جھک رہی تھیں اور اس تیزی سے چل رہی تھیں کہ بادی النظر میں چلتی ہوئی معلوم نہیں ہوتی تھیں بلکہ دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگ تلواریں لئے کھڑے ہوں۔

جنگ شروع ہو گئی تھی، مشرکوں کی پہلی صف کھل گئی تھی۔ مسلمان اس کے اندر دھنس گئے تھے اور بڑی سرگرمی اور جوش سے لڑ رہے تھے مشرکین بھی ان پر پے در پے حملے کر رہے تھے۔

تلواریں کاٹ کرنے لگیں تھیں اور سرفروش قتل و زخمی ہونے لگے تھے۔ ترکوں اور دوسرے مشرکوں نے شور کرنا شروع کر دیا تھا چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے ان کے شور سے نہ صرف میدان جنگ ہی گونجنے لگا تھا بلکہ میلوں دور تک ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے بے شمار انسان

چیخ اور چلا رہے ہوں۔ شاید مشرکین یہ چاہتے تھے کہ شور کر کے مسلمانوں کو مرعوب کریں۔
مسلمان خاموش تھے وہ اپنی ساری قوت لڑائی میں خرچ کر رہے تھے انھوں نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں ہبہ کر دی تھیں اب اللہ ہی ان کی جانوں کا مالک تھا اس لئے انھیں اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی کوئی پرواہ نہیں رہی تھی۔ اللہ کو اختیار تھا چاہے انھیں شہادت کی نعمت عطا کر کے ان کی جانیں لے لے۔ یا انھیں غازی بنا کر زندہ رکھے۔ بہرحال یہ سودا بہت خوب تھا شہید ہونے پر یا غازی بننے پر دونوں صورتوں میں جنت کے مستحق ہوتے تھے۔
مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت تھا وہ نہایت دلیری اور بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلواریں نہایت پھرتی سے چل رہی تھیں وہ بڑی قوت سے حملے کر رہے جن لوگوں پر ان کی تلواریں پڑتی تھیں ان کے سر دھڑ کے فیصلے کر دیتی تھیں۔ انھوں نے اپنے گرد کافروں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے لیکن اتنے آدمیوں کے مارے جانے پر بھی ان کی تعداد میں کوئی کمی نہ معلوم ہوتی تھی جو لوگ مارے جاتے تھے ان کی جگہ تازہ دم آدمی بڑھ جاتے تھے۔
کچھ یہ بات نہیں تھی کہ مشرک ہی قتل ہو رہے تھے بلکہ مسلمان بھی شہید اور زخمی ہو رہے تھے لیکن جس نسبت سے مسلمان کم تھے اسی نسبت سے کم مر بھی رہے تھے۔
جب کوئی مسلمان زخمی ہو جاتا تھا تو وہ اور بھی جوش و غضب میں آکر حملے کرتا تھا اور ہر حملہ میں ایک دو مشرکوں کو ٹھکانے لگا دیتا تھا۔ اس کے حملوں کی شان دیکھ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ زخمی ہی نہیں ہوا حالانکہ وہ اپنے زخم کے انتقام لینے کے لئے ہی پرزور حملے کرتا تھا۔ اور جب کوئی مسلمان شہید ہو جاتا تھا تو اس کے قریب کھڑے ہوئے مسلمانوں کو ایسا جوش آتا تھا کہ وہ دشمنوں پر جا پڑتے تھے اور نہایت ہی بے خوفی اور قوت سے حملے کر کے دسیوں مشرکوں کو مار ڈالتے تھے اور ان کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔
مشرکوں کو مسلمانوں کی پامردی اور استقلال دیکھ کر بڑا غصہ آرہا تھا وہ ان پر اس لئے حملہ آور ہوئے تھے کہ انھیں کچل دیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان ان سے لڑنے کی جرأت نہ کریں گے لیکن مسلمان جیسے لوہے کے بن گئے بڑی دلیری اور جرأت سے لڑ رہے تھے اور نہایت پھرتی اور قوت سے تلواریں چلا کر مشرکوں کو قتل کر رہے تھے اب سفید پوش مسلمانوں کے چاروں طرف چھا گئے اور انھوں نے انہیں چاروں طرف سے حملے کر کے انھیں دباتے اور

ختم کر ڈالنے کی کوشش شروع کی۔ مسلمان اونٹ پر تل کی طرح ان کے نرغے میں آگئے۔ جنگ کو شروع ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ اب دوپہر کا وقت تھا۔ اس وقت گرمی بڑھ گئی تھی۔ دھوپ کی تمازت تیز ہو گئی تھی۔ آفتاب سر پر آگیا تھا اور سایہ پیروں تلے چھپ گیا تھا ہوا بھی بند تھی جس کی وجہ سے گرمی اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ لیکن لڑنے والوں کو نہ گرمی کی پرواہ تھی۔ نہ آفتاب کی تمازت کی، وہ لڑائی میں مصروف تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مشرکوں نے اسلامی لشکر کو تاکا وہ سمجھ گئے کہ علم مسلمانوں کے سردار کے ہاتھ میں ہے انھوں نے محمد بن نصیر پر نرغہ کر لیا اور ان پر سختی سے حملے شروع کر دیئے محمد بن نصیر کے ساتھ حسان، عبیدہ، سلیمان اور سعید تھے ان پانچوں نے اس دلیری سے مشرکوں کا مقابلہ کیا کہ انھیں دائرہ تنگ کرنے کی مہلت نہ دی اور پرزور حملے کر کے مشرکوں کو قتل کرنے اور ہٹانے لگے۔ انھوں نے بے شمار کافروں کو مار ڈالا۔ لیکن آخر وہ انسان تھے صبح سے لڑ رہے تھے، مارتے کاٹتے انکے بازو شل ہو گئے تھے ان کے حملوں میں کمی آگئی مشرکوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے بڑھ بڑھ کر ان پر حملے شروع کئے۔ اتفاق سے محمد بن نصیر جوش میں آکر کچھ آگے بڑھ گئے انھوں نے کئی مشرکوں کو کاٹ کر ڈال دیا مگر بہت سے کافروں نے انکے پیچھے سے آکر حملہ کیا اور وہ شہید ہو گئے۔ حسان نے دیکھا انھوں نے گھوڑا دوڑا کر علم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جوش میں آکر حملہ کیا اس حملہ میں جب وہ کئی کافروں کو قتل کر کے وہ لوٹ رہے تھے تو ان کے پیچھے سے دو کافروں نے اپنے نیزہ سے حملہ کیا دونوں نیزے ان کی پشت میں ترازو ہو گئے انھوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور ان میں سے ایک کافر کو کاٹ ڈالا مگر فوراً ہی کئی تلواریں ان پر پڑیں اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

اب عبیدہ نے بڑھ کر علم ہاتھ میں لیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا مسلمان اس نعرہ کو سن کر چونکے انھوں نے بھی سنبھل کر نعرہ لگایا اور تازہ دم ہو کر شدت سے حملہ کیا مسلمانوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے خون کے دریا بہا دیئے لیکن مسلمان بھی کافی تعداد میں شہید ہو گئے۔ اب ظہر کا وقت گزر گیا تھا۔ جنگ کی آگ اور بھی تیزی سے بھڑک رہی تھی فریقین بڑے جوش سے لڑ رہے تھے عبیدہ نے کہا "مسلمانوں دریا کے کنارہ کی طرف ہٹ چلو" جن مسلمانوں نے عبیدہ کا حکم سنا انھوں نے دوسروں تک پہنچا دیا تمام مسلمانوں کو معلوم ہو گیا، سب مشرکوں کو مارتے کاٹتے دریا کی طرف ہٹنے لگے دشمنوں نے ہر چند انھیں روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ رکے اور سب دریا کے کنارہ پر جمع ہو گئے۔ کافر بھی تمام دن لڑتے لڑتے تھک گئے تھے اس لئے انھوں نے اگلے روز کیلئے جنگ ملتوی کر دی اور واپس لوٹ گئے اس روز ڈھائی سو مسلمان شہید ہو گئے۔

(۲۸)

مشرک سواروں کا وہ دستہ جو سعید کو زخمی کر کے حور وش عالیہ اور اس کی انّا نقیبہ کو اپنی حراست میں لے کر ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوا۔ عالیہ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا تھا نقاب سیاہ ریشمی جالی کا تھا۔ حسن کی تجلی اس میں کیا چھپ سکتی تھی۔ نور جمال کی شعاعیں باریک جالی میں چھن چھن کر نکلتی تھیں اور سفید پوش سواروں کے خرمن دل پر برق بن کر گرتی تھیں۔

یہ سوار زیادہ تر ترک تھے۔ ترک عورتیں خاصی حسین ہوتی ہیں۔ لیکن عالیہ ترکی دلرباؤں سے کہیں زیادہ دلربا اور ماہ وش تھی۔ اگرچہ اسے اپنے بھائی گرفتاری کا غم تھا سعید کے مارے جانے کا صدمہ تھا۔ عالیہ اور نقیبہ دونوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سعید مر گئے اور اپنی گرفتاری کا رنج تھا اس سے اگرچہ اس کا جمال نیم روز کچھ پھیکا پڑ گیا تھا لیکن پھر بھی ایسا نور افشاں تھا کہ اس کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی جب ہوا کے گستاخ جھونکے اس کے نقاب کو ادھر ادھر کر دیتے تھے تو بجلی سی کوند جاتی تھی اور سفید پوش سوار دل تھام کر رہ جاتے تھے۔ اگر وہ مقنع کو خدا نہ مانتے ہوتے اور اس سے نہ ڈرتے تو شاید عالیہ سے کچھ شوخی اور گستاخی کر بیٹھتے وہ مجبور تھے مقنع سے۔ کیونکہ اسے خدا مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اس لئے اس سے ڈرتے تھے۔

یہ لوگ جب کہیں قیام کرتے تو عالیہ اور نقیبہ کے لئے آرام دہ بستر کر دیتے۔ ان کی حفاظت و نگرانی کے لئے کچھ سوار متعین کرتے اور ہر طرح انھیں آرام پہنچاتے۔

وہ شہر صغد میں نہیں گئے بلکہ انھوں نے ایک اور راستہ اختیار کیا۔ چند روز کے بعد وہ ایک شہر میں پہنچے وہاں سے انھوں نے خیمے، سائبان، صوفے اور دریاں، کرسیاں اور میز بب، فرش

اور قالین ، زنانے کپڑے اور سنگھار کرنے کا سامان اور ، اور بھی بہت سی چیزیں لیں عالیہ کے لئے نہایت بیش قیمت پوشاکیں تیار کرائیں ۔ اس کا خیمہ دلہن کی طرح آراستہ کیا جاتا اگر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نہ چلنا چاہتی تو اسے نہایت پر تکلف گاڑی میں سوار کیا جاتا اور آگے پیچھے سوار ہو جاتے ۔ اب وہ شہزادیوں کی شان سے سفر کر رہی تھی ۔

عالیہ نہیں چاہتی تھی کہ فاخرہ لباس پہنے ۔ اس سے پہلے وہ نہایت سادہ لباس پہنتی رہی تھی ۔ اسے نہ بیش قیمت لباس کی ضرورت تھی نہ زیورات کی یہ چیزیں حسینوں کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہیں مگر اس کا حسن ایسا حشر انگیز تھا جو ان چیزوں سے بے نیاز تھا ۔ وہ افزائش جمال کے لئے یہ چیزیں نہیں استعمال کرنے لگی تھی ۔ بلکہ انھیں پہننے پر مجبور تھی ۔ نہ پہنتی تو اندیشہ تھا کہ وہ وحشی جو اس کے جلو میں چلتے تھے اسے اذیت نہ دیں ۔ یا اس کے ساتھ گستاخی نہ کرنے لگیں ۔ وہ اس بات سے واقف نہیں تھی کہ وہ وحشی مقنع سے ڈرتے تھے ۔ اس لئے نہ اسے اذیت پہنچا سکتے تھے ۔ نہ اس کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے ۔

عالیہ کو یہ معلوم تھا کہ مقنع کو اس کی تلاش تھی اس نے سن رکھا تھا کہ وہ بڑا بدقماش ہے اسکی تمام باتیں پردۂ راز میں ہیں ۔ اسے خوف تھا کہ وہ اس کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئے گا ۔ ممکن ہے اس کی عصمت پر داغ لگانے کی کوشش کرے وہ جان سے زیادہ عصمت کو عزیز سمجھتی تھی اس نے اپنی حفاظت کے لئے خنجر اپنے پاس رکھ لیا تھا ۔ لیکن وحشی سفید پوشوں نے اس سے وہ خنجر لے لیا تھا اور اب اس کے پاس حفاظت کی کوئی چیز باقی نہ رہی تھی ۔

ایک روز اس نے اپنی امی سے اپنے اندیشے ظاہر کئے اور کہا میں نہیں جانتی مقنع میرے ساتھ کس طرح پیش آئے گا ۔ اس سے مجھے بڑا خوف معلوم ہو رہا ہے ۔

تقیہ : تو ایسے خاندان کی لڑکی ہے ۔ جس کی عورتیں ڈرنا نہیں جانتیں ۔ تیری دادی ہندہ بنت عتبہ جو ابو سفیانؓ کی بیوی اور حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ تھیں ، بڑی دلیر تھیں ۔ یرموک کے مقام پر جب عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمان پسپا ہونے لگے تو عورتوں کو جوش آگیا سب سے زیادہ جوش ہندہ کو آیا ۔ اتفاق سے ان کے شوہر واپس لوٹتے ہوئے ان کے سامنے آگئے ۔ ہندہ نے ان کے گھوڑے کے منہ پر خیمہ کی چوب ماری اور کہا لوٹو ۔ لوٹو ۔ اگر تم بزدلی کرو گے تو واللہ میں تمہارا

منہ نہ دیکھوں گی ۔

اس کے ساتھ ہی انھوں نے بڑھ کر چوب ہی سے عیسائیوں پر حملہ کر دیا اور تمام عورتوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ جب مردوں نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا تو انھیں بڑی غیرت آئی اور وہ پلٹ کر اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ انھوں نے عیسائیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے ۔ فتح مسلمانوں کو ہوئی عورتوں نے شکست کو فتح سے بدل دیا وہ تمہاری دادی ہندہ تھیں جنہوں نے مردوں اور عورتوں کو غیرت دلا کر ان میں جوش بھر دیا تھا ۔ تم ان کی اولاد ہو ۔ تمہاری رگوں میں بنی امیہ کا خون دوڑ رہا ہے ۔ خوف اور ڈر تمہارے پاس نہیں پھٹکنے چاہئیں ۔

عالیہ نے حیرت سے تقیہ کو دیکھ کر کہا " امی کیا ہم بنی امیہ میں سے ہیں ؟"

تقیہ : ہاں میری بچی ! آج اتفاقیہ میری زبان سے تیرے سامنے یہ بات نکل گئی ہے ہم قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے ہیں اور اس وقت جن کی حکومت ہے وہ قریش کے قبیلہ بنو عباس سے ہیں ۔ پہلے ہماری حکومت تھی ۔ بنو عباس نے ہم سے حکومت چھین لی ۔ انھیں ہمارے خاندان سے یہ خطرہ ہے کہ کہیں ہم پھر اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے بنو عباس کے خلاف سازشیں نہ کرنے لگیں ۔ اس لئے وہ ہم سے مخالفت رکھتے ہیں ۔ اور ہم ان سے ڈر کر جنگلوں میں رہتے تھے یہی ہمارا خاندانی راز ہے ۔ میں نے اس لئے تجھے یہ راز بتا دیا کہ نہ معلوم آئندہ ہمیں کیا واقعات پیش آئیں ۔ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہو ۔ تجھے اپنا حسب نسب معلوم ہو جانا چاہیئے لیکن میری بچی اس راز کو اپنے سینہ کے صندوق میں چھپائے رکھنا ۔ کسی پر ظاہر نہ کرنا مجھے خوف ہے کہیں یہ راز ظاہر ہونے سے تو اور بلاؤں میں مبتلا نہ ہو جائے "۔

عالیہ : میں احتیاط رکھوں گی ۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ ہم جنگل میں کیوں چھپے رہتے تھے ۔ آپ انسانوں کو خونخوار درندے کیوں کہتی تھیں ۔ اچھا ہوا تم نے اس راز کا پردہ میری آنکھوں کے سامنے سے اٹھا دیا ۔ مجھے فخر ہے کہ میں اس قبیلہ بنی امیہ میں سے ہوں جس سے حضرت عثمان غنیؓ تیسرے خلیفہ تھے ۔ میرے جد حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت قائم کی ۔

تقیہ : اب ان باتوں کا کبھی تذکرہ نہ کرنا ۔ تو نے سنا ہوگا منہ سے نکلی کوٹھوں چڑھتی ہے "

عالیہ : میں اپنی زبان بند رکھوں گی ۔ معلوم نہیں یہ لوگ ہمیں کہاں لیجا رہے ہیں "

تقیہ : میں نے ایک روز سوار سے پوچھا تھا اس نے بتایا کہ یہ ہمیں مقنع کے پاس لیجا رہے ہیں

عالیہ : یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مقنع کہاں رہتا ہے "۔

تقیہ : قلعہ بسیام میں۔ وہیں اس نے بہشت بنائی ہے۔

عالیہ : بسیام، میں نے کبھی اس شہر کا نام نہیں سنا۔

تقیہ : بسیام ایک قلعہ کا نام ہے، تو نے نہ کوئی شہر یا قلعہ دیکھا ہے نہ کسی شہر یا قلعہ کا نام سنا ہے۔

عالیہ : امی قلعہ کیا ہوتا ہے؟"

تقیہ : قلعہ بھی ایک شہر ہی ہوتا ہے جس شہر کے گرد شہر پناہ کی دیواریں پختہ یا خام ہوں اسے قلعہ کہتے ہیں "۔

عالیہ : میری سمجھ میں اب بھی نہیں آیا۔ امی "۔

تقیہ : میں سمجھاتی ہوں پہلے شہر بسایا جاتا ہے پھر اس کے گرد چاروں طرف پختہ دیواریں اونچی اونچی کھڑی کر دی جاتی ہیں اسے قلعہ کہتے ہیں۔

عالیہ نے ہنس کر کہا " جب چاروں طرف دیواریں کھینچ دی جاتی ہیں تو لوگ کیسے باہر نکلتے ہیں اور اندر جاتے ہیں؟

تقیہ : قلعہ کے چاروں طرف دروازے ہوتے ہیں۔ یہ دروازے عام گھروں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ بڑے عالی شان ہوتے ہیں۔ ان دروازوں کے ذریعہ آمد و رفت ہوتی ہے "۔

عالیہ : اور امی جان شہر کیا ہوتا ہے؟

تقیہ : بیٹی، جب کسی بستی کو بساتے ہیں تو اس میں چھوٹے اور بڑے کچے اور پکے مکان بناتے ہیں، بازار ہوتے ہیں، بازاروں میں ہر قسم کی دوکانیں ہوتی ہیں، کپڑے کی میوہ کی، پھلوں کی، گوشت کی، ترکاری کی، اناج کی، سونے کی چاندی کی، جواہرات کی، زیورات کی۔ غرض ضروریات زندگی کی ہر چیز بازاروں میں ہر وقت مل سکتی ہے۔ اکثر ایک ایک شہر میں کئی کئی بازار ہوتے ہیں۔ آبادی گنجان ہوتی ہے "۔

عالیہ : امی جان آپ نے تو میرے دل میں شہر دیکھنے کا شوق پیدا کر دیا ہے "۔

تقیہ : شہر دیکھنے اور رہنے کی ہی جگہ ہے ۔ اکثر شہروں میں نہایت عالیشان مکان ہوتے ہیں ۔ بازار قرینہ سے اور دوکانیں خوب صورت ہوتی ہیں ۔ مکان ملے ملے ہونے یا بیچے، بچوں میں کھیلتے ہیں ، لڑکیاں ، لڑکیوں میں کھیلتی اور پڑھتی ہیں ۔ لڑکے لڑکوں کے ساتھ رہتے ہیں ، کبھی کبھی لڑکیاں تفریح کے لئے یا کچھ خریدنے کیلئے بازاروں میں بھی چلی جاتی

عالیہ : خدا کرے میں بھی کوئی شہر دیکھوں ۔ اپنی ہم جنس لڑکیوں سے ملوں "

تقیہ : خدا نے چاہا تو ۔ تو شہر دیکھے گی ۔

عالیہ کو اس روز سے شہر دیکھنے کی تمنا ہو گئی وہ یہ دعا مانگنے لگی کہ جلد بسیام پہنچ جائے تاکہ شہر اور قلعہ کو دیکھے اب اس کے دل سے خوف اور خطرہ نکل چکا تھا وہ نڈر ہو گئی ۔

ان کا سفر جاری تھا ۔ سفید پوشوں نے کئی سوار یہ مژدہ روح نواز سے کر دوڑا دیئے تھے کہ دنیا کی حور عالیہ آرہی ہے ۔ ایک روز ان سواروں نے بتایا کہ بسیام صرف دو منزل رہ گیا ہے عالیہ کو یہ بات سن کر بڑی خوشی ہوئی ۔ اس کا شہر دیکھنے کا شوق اور ترقی کر گیا ۔

(۲۹)

اگلے روز صبح کو جب عالیہ کو ساتھ لے کر سفید پوش سفر کرنے والے تھے تو لیسام کی طرف سے ایک دستہ پانچ سو سواروں کا آتا ہوا نظر آیا۔ وہ ان لوگوں کے پاس آکر رک گیا۔ اس دستہ کے ساتھ بڑا ساز و سامان تھا۔ کئی نہایت نفیس محمل تھے انھیں کنیزیں آئی تھیں۔ ایک محمل پر زربفت کے پردے تھے جن پر سونے کی تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔ محمل کا کلس سونے کا تھا۔ بیٹھنے کیلئے نہایت ملائم بیش گدے تھے اونٹ کا تمام ساز و سامان سنہرا اور بڑا قیمتی تھا۔ دھوپ میں یہ محمل جگمگا رہا تھا۔ یہ محمل عالیہ کے لئے آیا تھا۔

کنیزیں محمل سے اتر کر عالیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس کے سامنے سجدہ میں گر گئیں اے خدا کی منظور نظر، اے فخر حسینان جہاں! تم پر ہزاروں سلام ؟

عالیہ یہ منظر دیکھ کر کانپ گئی وہ مسلمان تھی۔ خوب جانتی تھی کہ سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے جو غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے وہ بھی گنہگار ہوتا ہے اور جو سجدہ کراتا ہے وہ بھی گناہ گار ہوتا ہے اس نے گھبرا کر کہا " اٹھو اٹھو! مجھے گنہگار نہ کرو سجدہ صرف خدا کو سزاوار ہے"!

کنیزیں اٹھیں اور ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔ ایک کنیز نے جو غالبًا ان کنیزوں کی افسر تھی عرض کیا " آپ سرتاج خوبان جہاں ہیں جسے ہمارے خدا نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور جسے اپنے قرب کیلئے طلب کیا ہے خدا کے بعد معزز و محترم ہے آپ کو بھی سجدہ سزاوار ہوتا ہے۔

عالیہ: بے وقوف نہ بنو، مجھے تمہیں اور دنیا کی ہر چیز کو اس خدا نے بنایا ہے جو عرش اعظم پر رہتا ہے جو تنہا ہے، اکیلا ہے۔ کوئی اس کی خدائی میں شریک نہیں ہے سجدہ اسی خدا کو

سزادار ہے "۔

افسر کنیز : اور وہی خدا اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے انسانی قالب میں حلال کر آیا ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہی ہمارا نگران ہے وہی ہماری حفاظت کرتا اور ہمیں رزق دیتا ہے اس کا نام۔ نام تو صرف اس کا خدا ہے۔ لیکن مقنع کے نام سے مشہور ہے۔

عالیہ : خدا انسانی قالب میں نہیں آسکتا یہ بات خدا کی شان سے بعید ہے۔ وہ عرش پر رہتا ہے، اس کا وجود ہر جگہ رہتا ہے۔ اس کی نظر میں بحر و بر کی ہر مخلوق اور ہر جاندار ہے وہی روزی رساں ہے، وہی پیدا کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اسنے ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ یاد رکھو، انسان خدا نہیں ہو سکتا۔

افسر کنیز : اب آپ خدا کے حضور میں چل رہی ہیں ہماری طرح آپ بھی اس کی قائل ہو جائں گی ہمیں جو حکم ہمارے خدا نے دیا ہے ہم اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہمارے خدا نے بتایا تھا کہ تم پیکر نور ہو۔ تمہارا چہرہ چاند سے زیادہ روشن اور گلاب کے پھولوں سے زیادہ سرخ و سفید اور شاداب ہے آواز نہایت ہی سریلی اور شیریں ہے۔ جسم ریشمی۔ مہین کپڑے سے زیادہ ملائم اور آنکھیں غزالۂ چین سے زیادہ بڑی سرمگیں اور دلفریب ہیں وہ سب باتیں تم میں موجود ہیں حقیقت میں تم ہمارے خدا کی جنت کی حوروں سے زیادہ حسین ہو، تمہارا ایک جلوۂ جہاں آرا دنیا کو دیوانہ بنا سکتا ہے

عالیہ نے اسے روک کر کہا " اس خدا کی تعریف کرو۔ جس نے مجھے ایسا بنایا ہے "۔

افسر کنیز : ہم اسی خدا کو سجدہ کرتی ہیں۔

عالیہ : تو وہ خدا دنیا میں نہیں، آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے "۔

افسر کنیز : اب عرش سے اتر کر بیام میں آگیا ہے۔

عالیہ : یہ درست نہیں ہے۔ خدا عرش پر ہی ہے۔

افسر کنیز : ہم تمہارے استقبال کو آئی ہیں تمہیں مبارکباد کہتی ہیں "۔

عالیہ اور نقیبہ اس محمل میں سوار ہوئیں جو عالیہ کے لئے آیا تھا۔ نہایت شاندار اور آرام دہ تھا ان کے پیچھے کنیزوں کے محمل چلے اور سفید پوش سواروں کے دستے ان محملوں کے آگے پیچھے ہو

سے گئے۔ اس طرح عالیہ کی سواری شاہزادیوں کی شان سے چلی اور دوپہر کے وقت ایک نہایت منظر پارک میں جا کر ٹھہری اس پارک میں سبزہ سے لدے ہوئے کئی سبزہ زار قطعات تھے ملائم چھوٹی چھوٹی گھاس جو گہری سبز اور سنہری تھی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان سبز قطعات کے چاروں طرف حاشیہ کے طور پر نہایت خوش رنگ اور خوشبودار پھولوں کے پودے تھے پھول کھل رہے تھے، خوشبو سے وہ تمام پارک مہک رہا تھا۔

خیمے نصب کر دیئے گئے۔ فرش بچھا دیئے گئے۔ خیموں کے سامنے سائبان کھڑے کر دیئے گئے، کنیزیں عالیہ کے اشاروں پر دوڑنے لگیں۔

جب دوپہر کے کھانے سے ان لوگوں نے فراغت حاصل کی تو کچھ شور ہوا کنیزیں دوڑی ہوئی گئیں اور خبر لائیں کہ خدا (نعوذ باللہ) نے اپنے مقرب بندوں کو اپنی منظور نظر کے استقبال کے لئے بھیجا ہے۔

کنیزیں جو گذشتہ روز آئی تھیں کافی حسین، شکیل، شوخ اور چلبلی تھیں نہایت اچھا لباس پہنتیں اور اچھے زیورات پہنے تھیں۔ دن میں دو مرتبہ غسل کرتیں اور کپڑے بدلتی تھیں۔ عالیہ کو بھی دو مرتبہ غسل کرائیں اور تین مرتبہ کپڑے بدلوائیں۔ عالیہ غسل کر کے صوفہ پر بیٹھی تھی۔ لباس بدل کر سنگھار کرا رہی تھی۔ اس کی صورت چاند کی طرح چمک رہی تھی کئی نئی کنیزیں عمدہ لباس پہنے اور زیورات سے لدی ہوئی آئیں اور عالیہ کے حضور میں آتے ہی سجدہ میں گر گئیں۔

عالیہ کو اس حرکت سے بڑی تکلیف ہوتی تھی وہ سجدہ کرنے کو منع کرتی مگر کوئی نہ سنتا وہ عاجز آ گئی یہ نئی کنیزیں بھی بڑی حسین اور شوخ تھیں ان کی افسر بڑی خوب صورت، نوخیز اور چنچل تھی اس نے اٹھ کر کہا "اے خدائے حسن، ان ناچیز بندیوں کا سلام قبول ہو۔

اور سب کنیزیں بھی ہاتھ باندھے کھڑی ہو گئیں۔ عالیہ سمجھ گئی کہ ان سے خدا کے متعلق بحث کرنا فضول ہے وہ اپنے عقیدہ سے باز نہ آئیں گی اس لئے اس نے انہیں کچھ نہیں کہا جب سنگھار ختم ہو گیا تو وہ اٹھی۔ وہ سرو قد تھی اس کا قامت قیامت تھا۔ اس کی رفتار حشر خیز تھی وہ مستانہ چال سے چلی اور دوسرے خیمہ میں جا بیٹھی۔ وہاں اس کی اتالیقہ بھی آ گئیں۔ عالیہ نے کہا الٰہی میں کیا کروں یہ کم بختیں کچھ نہیں سمجھتیں مجھے سجدہ کرتی ہیں۔ ان کے سجدہ کرنے سے میری

روح لرز جاتی ہے روکتی ہوں تو مانتی نہیں "۔

تقیہ : ہمارا ان پر کوئی اختیار نہیں ہے ۔ وہ گمراہ ہیں ۔ مقنع کو سجدہ کرنے کی وجہ سے انسا کو سجدہ کرنے کی عادی ہو گئی ہیں نہ صرف یہ کنیزیں بلکہ وہ تمام عام عورتیں اور مرد جو مقنع کے پیر ہیں وہ کچھ نہیں سنتے ۔ ان سے کچھ کہنا سننا بے کار ہے ۔ تم اس چیز کو دل سے برا سمجھو، تم گنہگار نہ ہو گی "۔ شام کے وقت عالیہ چہرہ پر نقاب ڈال کر چہل قدمی کو چلی ، پندرہ بیس کنیزیں اس کے پیچھے ہو گئیں ۔ سفید پوش سپاہی اسے دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاتے وہ بڑھ جاتی کچھ دیر سیر کر کے وہ چلی آئی ۔

دوسرے روز سفر کی تیاری شروع ہوئی محمل اونٹوں پر کسے گئے ۔ جب عالیہ اپنے محمل پر سوار ہونے کو چلی تو وہ تمام سفید پوش جن کے قریب سے وہ گزری سجدہ کرنے چلے گئے ۔ وہ محمل میں سوار ہوئی اور اس کی سواری بڑے تزک و احتشام سے روانہ ہوئی ۔

دوپہر سے کچھ پہلے اس کی سواری قلعہ بسیام کے قریب پہنچ گئی جوں جوں بسیام قریب آتا جاتا تھا عالیہ کا شوق اسے دیکھنے کیلئے بڑھا جاتا تھا ۔

اس کی سواری جا رہی تھی کہ اس نے شور سنا ۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے اس نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ لوگ کہہ رہے تھے " خدائے حسن زندہ باد" ۔

اس کی سواری روک دی گئی ۔ اس نے جھانک کر دیکھا ، لوگوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا ۔ تمام لوگ سفید لباس پہنے راستہ کے دونوں طرف ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے تھے اس کا کا استقبال کرنے آئے تھے ۔

ایک بڑا معزز اور ادھیڑ عمر کا سفید پوش عالیہ کے پاس آیا اور اس نے سجدہ کیا ۔ پھر کھڑے ہو کر کہا " اے خدا کی محبوب ، خدائے حسن ، خدا کی مخلوق تیری زیارت کے لئے آئی ہے اپنے حسن خداداد کا جلوہ انھیں دکھا دے تاکہ ان کے دلوں کو کچھ تسکین ہو جائے "۔

عالیہ بڑی کش مکش میں پڑ گئی وہ ایک مسلم دوشیزہ تھی ۔ اگرچہ اس نے جنگل میں پرورش پائی تھی لیکن اسلامی شریعت اسے معلوم تھی ۔ وہ جانتی تھی کہ اللہ اور رسول اللہ

نے پردہ کا حکم دیا ہے وہ نقاب ڈال کر لوگوں کے سامنے آتی تھی مگر اب اس سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ حسن خداداد کا جلوہ لوگوں کو دکھا دے وہ اس کے لیے تیار نہ تھی چپ رہی ۔ اس معزز شخص نے پھر کہا "اب اس محمل سے اتر آئیے ۔ سیج گاڑی تیار ہے اس میں سوار ہو جائیے ۔

محمل ہٹایا گیا ۔ وہ اتری ، سب لوگ اسے دیکھتے ہی سجدہ میں گر گئے ۔ معزز شخص نے سجدہ کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک کنیز کو اشارہ کیا ۔ اس نے ان لوگوں سے جو خوان لئے کھڑے تھے خوان لے کر دوسری کنیزوں کو دیئے اور افسر کنیز نے خوان پوش اٹھائے ۔ ان میں سونے اور چاندی کے خوش نما زیورات تھے ۔ کنیز افسروں نے جلدی جلدی وہ تمام زیورات عالیہ کو پہنا دیئے اور ایک افسر کنیز نے نقاب آہستگی سے اتار کر سر پہ تاج رکھ دیا ۔ ان زیورات اور تاج کی چمک و دمک نے اس کے حسن میں بجلیاں بھر دیں ، اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا مشکل ہو گیا ۔ اسے ایک سیج گاڑی میں سوار کرایا گیا ۔ جو پھولوں سے آراستہ تھی ۔ گاڑی چلی ۔ مشتاقان دیدار اسے دیکھتے اور دیکھ کر سکتے میں رہ جاتے ۔ جن لوگوں کے پاس سے گاڑی گزرتی وہ بے اختیار سجدہ میں گر جاتے ۔

(۳۰)

عالیہ حوروں کی شان سے بیج گاڑی میں بیٹھی تھی وہ دوشیزۂ صحرا تھی، جنگل میں پلی تھی نہ کسی نے اس کے حسن کی تعریف کی تھی نہ وہ اپنے بے پناہ حسن کی حشر خیزی سے واقف تھی لوگ اس کا جمال جہاں آرا دیکھ کر مبہوت ہو جاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تھی ہی بہت زیادہ حسین ومہ رو، پیکر نور و ناز، اس کی ہر حرکت ادائے دلفریب تھی۔ اچھے لباس اور جواہرات کے زیورات نے اس کے حسن میں چار چاند لگادیئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے آئینہ جیسے شفاف رخساروں میں بجلیاں کوندرہی ہیں۔

عالیہ نے اس قدر اژدہام لوگوں کا کہاں دیکھا تھا وہ شان بے نیازی سے انھیں دیکھتی چلی جا رہی تھی۔ سفید پوشوں کا جم غفیر اسے سجدہ کرتا چلا جاتا تھا۔

سامنے قلعہ نظر آرہا تھا اس کی سر بفلک فصیل دیکھ کر عالیہ کو حیرت ہو رہی تھی جب وہ قلعہ کے قریب پہنچی تو فصیل کی اونچائی دیکھ کر اور بھی حیران رہ گئی۔

قلعہ بسیام کی فصیل نہایت مضبوط اور بڑی اونچی تھی اسے فتح کرنا لوہے کے چنے چبانے تھے بڑی محفوظ پناہ گاہ تھی۔ اس فصیل کے عین بیچ میں ایک بڑا اور عالی شان دروازہ تھا۔ اتنا بلند کہ اس میں سے ہاتھی معہ عماری کے آسانی سے گزر سکتا تھا۔ اس دروازہ پر مسلح سپاہی کھڑے تھے۔ جب عالیہ ان کے پاس پہنچی تو وہ بھی سجدہ میں گر گئے۔

عالیہ دروازہ میں داخل ہوئی۔ دروازہ کافی لمبا تھا۔ اس کے دوسری طرف بھی پھاٹک تھا دروازہ سے نکل کر ایک کشادہ سڑک آئی یہ سڑک مردوں اور عورتوں سے بھری ہوئی تھی اسے دیکھتے ہی عورتیں اور مرد سب سجدہ میں گر گئے۔ انھوں نے نعرے لگائے، خدائے حسن! ہمارا سجدہ

نیاز قبول ہو“

عالیہ کی سواری نہایت شان و تحمل سے بڑھ رہی تھی۔ اب قلعہ کا وہ حصہ شروع ہو گیا تھا جو شہر کہلاتا تھا۔ نہایت عمدہ اور بلند مکانات تھے۔ سڑک مکانوں کے درمیان سے گزرتی تھی۔ بالا خانوں پر عورتیں اور بچے پٹے پڑے تھے وہ عالیہ کو دیکھتے ہی پھولوں کی بارش کرتے اور سجدہ میں گر جاتے۔

اب عالیہ پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ تمام مکانات اور سڑکیں خوب سجائی گئی تھیں در و دیوار پھولوں اور پتوں سے ڈھانپ دیئے گئے تھے، سبز پتوں اور گھاس کو نہایت سلیقہ سے سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ بڑے بڑے دروازے بنائے گئے تھے اور کہیں پھولدار ریشم سے ڈھکے گئے تھے۔ مکانات ختم ہو کر بازار آ گیا۔ بازاروں کی دوکانیں خاص طور پر سجائی گئی تھیں۔ تمام بازار میں ریشم کے کپڑے کے سائبان کھینچے ہوئے تھے عالیہ دوکانوں اور دوکانوں کا سازو سامان دیکھ کر حیران رہ گئی اس نے یہ چیزیں اور ایسا بازار کہاں دیکھا۔

تمام دوکاندار دوکانوں سے نیچے کھڑے تھے۔ جب عالیہ کی سواری ان کے پاس سے گزرتی تو وہ اسے سجدہ کرتے۔ دوکانوں کے سامنے آنے جانے والے بھی تھے اور سپاہی بھی سب ہی اسے سجدہ کرتے اور مرد اور عورتیں سب اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتے بعض بے بک مرد تو اس قدر گھورتے جیسے اسے گرم نگاہوں سے پگھلا کر آنکھوں کے ذریعہ سے دل میں اتار لیں گے۔ بازار بھی ختم ہو گیا۔ اب امیروں اور وزیروں کے محلات شروع ہوئے بڑے شاندار محل تھے نہایت ہی شان سے سجائے گئے تھے ان کی زیبائش قابل دید تھی ان محلات کی حسین و پری جمال بیگمیں اور کنیزیں بالا خانوں پر کھڑی عالیہ کو دیکھ رہی تھیں۔ عالیہ بھی سرسری نظر سے انھیں دیکھتی جاتی تھی بیگمیں اس کا تماشا دیکھ رہی تھیں اور وہ بیگموں کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

ان محلات کے آگے شاہی محل یعنی سفید پوشوں کے خدا مقنع کے محلات تھے وہ محلوں سے کہیں زیادہ شاندار اور خوش نما اور سجے ہوئے تھے ان کے سامنے مسلح سپاہیوں کی پلٹنیں کھڑی تھیں۔ وہ بھی عالیہ کو سجدہ کرتی چلی جاتی تھیں۔

ایک محل کے سامنے بے شمار کنیزیں فاخرہ لباس اور سونے کے زیورات پہنے کھڑی تھی عالیہ

عالیہ کی سواری وہاں رک گئی ۔ کنیزوں نے اوّل سجدہ کیا۔ پھر عربی زبان میں ایک نظم گائی جس کا یہ مطلب تھا ۔

"اے وہ جس کا حسن حسینانِ جہاں سے بڑھ کر ہے ۔ تیرا آنا مبارک ہو ، اے وہ جو خدائے حسن ہے اور جس کا حسن تجلی ریز ہے تجھ پر سلام ہو اور اے وہ نازنین حسینہ جو ہماری جنت کی حسینوں سے کہیں بڑھ کر حسین و نازنین ہے تجھ پر ہزاروں سلام اور وہ پیکر نور و ناز جسے ہمارے خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور جس نے اپنے قرب کے لئے طلب کیا ہے تجھ پر راحتوں اور نعمتوں کا نزول ہو ۔

یہ نظم کنیزوں نے نہایت سریلی آواز اور دلکش لہجہ میں گائی ۔ اس کے بعد انھوں نے مخمل کا فرش بچھا دیا ۔ عالیہ گاڑی سے اتری اور مخمل کے فرش پر ہو کر چلی ۔ کنیزوں کے پرے پیچھے ہو گئے راستہ میں اور بہت سی نوجوان اور خوش اندام عورتیں ملیں وہ بھی اسے سجدے کرتی رہیں ۔

عالیہ نے محل میں داخل ہو کر دیکھا نہایت عالی شان محل تھا اس میں خوش نما باغیچہ تھا ۔ باغیچہ میں سفید اور صاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں ۔ باغیچہ سے وہ چبوترہ پر چڑھی سیڑھیاں کافی لمبی اور چوڑی تھیں چبوترہ کا فرش سفید استر کاری کا تھا ۔ عالیہ کے چلنے کے لئے مخمل کا فرش بچھا ہوا تھا ۔ وہ چبوترہ کو طے کر کے عمارت میں داخل ہوئی اس عمارت کا ہر کمرہ دلہن کی طرح آراستہ تھا ۔ فرش دبیز قالینوں کا تھا کمروں کی دیواریں زربفت اور اسی قسم کے خوشنما کپڑوں سے منڈھی ہوئی تھیں ۔ ایک بڑے کمرہ میں قدِ آدم آئینے لگے ہوئے تھے ۔ جب عالیہ اس کمرہ میں پہنچی اور اس نے آئینوں میں اپنی صورت دیکھی تو حیرت و استعجاب سے دیکھتی رہ گئی ۔ حقیقت وہ شعلۂ نور بن گئی تھی ۔

اس کمرہ میں کئی خوشنما صوفے پڑے تھے وہ بہت تھک گئی تھی ۔ صوفے پر بیٹھ گئی ۔ کئی کنیزیں دبے قدموں آ کر صوفے کے پیچھے کھڑی ہو گئیں ۔ عالیہ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا " میں آرام کرنا چاہتی ہوں " کنیزیں پرے چلنے لگیں ۔ انھوں نے کہا ۔ ہم تھوڑی دیر میں حاضر ہو جائیں گی "

وہ چلی گئیں ۔ عالیہ نے تاج اتار کر ایک میز پر رکھ دیا اور صوفہ پر لیٹ گئی پڑی کچھ سوچتی رہی آج جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس نے اسے کہاں متحیر کر دیا تھا ۔ کچھ دیر کے بعد جب اس کا کسل دور ہو گیا تو

اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب اس نے کمرہ کا جائزہ لیا اس کمرہ کی ہر چیز نہایت قیمتی تھی اسے پھر اپنا عکس آئینہ میں نظر آیا وہ اپنی پیاری صورت کی آپ ہی گرویدہ ہو گئی۔

ابھی وہ خود اپنے نظارہ میں محو تھی کہ آواز آئی "میں دخل در معقولات کی معافی چاہتی ہوں عالیہ چونک پڑی، اس نے گھوم کر دیکھا، کنیزوں کی افسر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ عالیہ نے کہا "کس لئے آئی ہو؟ - کنیز افسر نے کہا" سیدۂ حرم باریابی کی اجازت چاہتی ہیں۔"

عالیہ : آنے دو۔

کنیز افسر چلی گئی۔ عالیہ سوچنے لگی "سیدۂ حرم" کون خاتون ہے کس لئے آرہی ہے؟ ابھی وہ اس کے متعلق سوچ ہی رہی تھی کہ وہ آگئی۔ یہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی صورت شکل کی اب بھی اچھی تھی۔ وہ آتے ہی سجدہ میں گر گئی اور پھر کھڑی ہو کر بولی۔ میں سیدۂ حرم کہلاتی ہوں اس محل میں اور دوسرے تمام محلوں میں میرا حکم چلتا ہے میں ان حسین و پری جمال دوشیزاؤں کو تربیت دیتی ہوں جو جنت کے لئے منتخب کی جاتی ہیں میں خدائے مقنع کی مقرب ہوں۔ اکثر مجھے شرف ہم کلامی عطا ہوتا ہے۔ کل مجھے حکم ملا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمہیں تربیت دے کر خدا کی حضوری کے قابل بنا دوں۔"

وہ خاموش ہو کر عالیہ کی طرف دیکھنے لگی۔ عالیہ نے کہا" افسوس ہے تم پر اور تمہاری عقل پر۔ تم ایک انسان کو خدا سمجھتی ہو۔"

سیدۂ حرم نے انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں۔ گویا وہ مقنع کے خلاف کچھ سننا نہ چاہتی تھی۔ اس نے کہا " مقنع، انسان نہیں ہے خدا ہے خدا۔

عالیہ : کیا پہلے بھی کبھی انسان کے قالب میں خدا آیا ہے؟

سیدۂ حرم : جی ہاں، سب سے پہلے خدا آدمؑ کے قالب میں آیا۔ جب آدم کا پتلہ تیار ہوا تو خدا نے روحوں کو حکم دیا کہ کوئی روح اس میں گھس جائے لیکن کسی روح نے بھی خاک کے

---

[1] مقنع نے لوگوں میں اسی عقیدہ کی تبلیغ کی تھی

از تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۳۹۰ صادق صدیقی۔

پتلہ میں گھسنے کی جرأت نہیں کی۔ آخر خدا خود آدم کے خاکی پتلہ میں سما گیا۔ اس لئے آدم
کو خدا کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد نوح اور ہاشم کے قالب میں خدا آیا اور اب مقنع
کے قالب میں خدا ہے۔ اے شعلۂ نور، تم اس بحث میں نہ پڑو اور مقنع کو خدا سمجھو وہ واقعی
خدا ہے اسے انسانی قلوب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس سے کسی کی کوئی بات اور کسی کا
کوئی راز چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے جو اس کے خدا ہونے میں شک
کرتا ہے وہ اسے سخت سزا دیتا ہے۔ اے خدائے حسن، اپنی زبان بند رکھو۔ اب تم چند
روز تک اپنی والدہ تقتیہ سے نہ مل سکو گی۔ اس وقت تک جب تک تمہیں تربیت دی
جائے"۔ عالیہ گھبرا گئی اسے اپنی امی سے بڑی محبت تھی۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا
تھا۔ ان کو ہی دیکھا تھا۔ ان سے ہی محبت کرتی تھی۔ وہ ان سے کبھی جدا نہ ہوئی تھی۔
اس نے کہا " مگر مجھے اپنی امی سے بڑی محبت ہے۔

سیدۂ حرم: مقنع کو یہ بات معلوم ہے تمہاری یہ جدائی عارضی ہے۔ دو چار ہی روز
میں تم تربیت حاصل کر لو گی اور پھر امی سے مل سکو گی۔

عالیہ: مگر ان کی موجودگی میں بھی تربیت حاصل ہو سکتی ہے"۔

سیدۂ حرم: ایسا حکم نہیں ہے۔ اچھا اب میں اجازت چاہتی ہوں"۔

اس نے سجدہ کیا اور چلی گئی۔ عالیہ غم و فکر میں مبتلا ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

(۳۱)

عالیہ اچھی تربیت یافتہ لڑکی تھی۔ اس کی امی بڑی مہذب اور شائستہ خاتون تھیں انھوں نے اپنی بیٹی کی تربیت نہایت اچھے طریقہ پر کی تھی۔ عالیہ بڑی مہذب شائستہ اور خوش اطوار لڑکی تھی اسے تعجب تھا کہ اسے کس قسم کی تربیت دی جائے گی۔

جب دن چھپ گیا۔ رات ہوگئی۔ اور اس نے مغرب کی نماز سے فراغت کر لی (یہ خیال رہے کہ وہ نماز کی عادی تھی جب وہ سفید پوشوں کے قبضہ میں تھی تب بھی اس نے نماز قضا نہیں کی برابر وقت پر پڑھتی رہی تھی)، تو اس نے دیکھا کہ تمام محل میں اور محل کے ہر کمرہ میں اتنی تیز روشنی کر دی گئی ایسی کہ دن سا نکلا معلوم ہونے لگا اس محل میں اس کی یہ پہلی رات تھی۔ جگمگاتی ہوئی روشنی دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی وہ صحن میں نکل کر کھڑی ہوگئی اور محل کے چراغاں کو دیکھنے لگی۔

ابھی اسے یہاں کھڑے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ سیدۂ حرم آگئی اس نے کہا" اے تنویر حسن میں اس وقت کچھ باتیں بتانے آئی ہوں"۔

عالیہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "کہو"۔

سیدۂ حرم: "اطمینان سے صوفہ پر بیٹھ جائیے! تب عرض کروں گی"۔

صحن میں بھی جگہ جگہ صوفے پڑے ہوئے تھے عالیہ ایک صوفہ پر بیٹھ گئی۔ سیدۂ حرم کے لئے ایک کنیز دوڑ کر ایک کرسی لے آئی۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ عالیہ نے کہا "اب کہو"۔

سیدۂ حرم نے کہا" مجھے میرے خدا نے وہ تمام گفتگو سنا دی جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی تھی۔ میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ وہ غیب داں ہے اس نے بتایا کہ "عالیہ بہکی ہوئی ہے۔ اسے ہماری خدائی کا یقین نہیں ہے۔ اسے ہمارے حضور میں آنے کے قابل بناؤ"۔

عالیہ : مجھے مقنع کے حضور میں جا کر کیا کرنا ہوگا ؟"

مقنع : اس کبریائی کی تعریف کرنی ہوگی ۔ اسے سجدہ کر کے اس کے عظمت و جلال کا قائل ہونا ہوگا ۔ اس کی خوشنودی کے لئے اس کے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔"

علیہ : "سنو، سیدۂ حرم ۔ کبریائی اس خدا کی چادر ہے ۔ جو آسمان پر عرش پر ہے ۔ وہ اپنے کلام پاک قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جو اس کی اس (کبریائی) کی چادر کو چھیننے کی کوشش کرے گا وہ اسے سزا دے گا ۔ کسی کا یہ کہنا کہ اس میں خدا کی روح حلول کر گئی ہے ۔ عقل مند انسانوں کے لئے قابل تسلیم نہیں ہوتا ۔ یہ عقیدہ ان گمراہ انسانوں کا ہے جو اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا انسانی قالب میں آجاتا ہے تم نے کہا تھا کہ مقنع کہتا ہے کہ خدا نے اول حضرت آدم کے خاکی پتلہ میں حلول کیا تھا ۔ یا تو اسے اس وقت کی ساری باتیں معلوم نہیں ہیں ۔ یا وہ چھپاتا ہے ۔ خدا نے جب حضرت آدم کا پتلہ تیار کرایا اور اس میں روح پھونکی تو فرشتوں سے کہا اسے ہم نے وہ نام سکھا دیئے ہیں جو تم نہیں جانتے اور اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ ۔ فرشتوں نے کہا " اے خدا تو پاک ہے ۔ ہم اسی قدر جانتے ہیں جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم ان کے نام بتا دے ۔ حضرت آدم نے بے تکلف بتا دیئے تب اللہ تعالی نے حضرت آدم کی عظمت قائم کرنے کے لئے فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا ۔ سب نے سجدہ کیا ۔ لیکن عزازیل نے سجدہ نہ کیا ۔ چنانچہ وہ مقہور و مغضوب ہوا اور اسے شیطان کا خطاب ملا سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب حضرت آدم کے قالب میں روح پھونکی گئی اور وہ اٹھ بیٹھے تو خدا نے فرشتوں سے کلام کیا ۔ عزازیل پر عتاب کیا ۔ اگر خدا حضرت آدم کے قالب میں آجاتا تو حضرت آدم فرشتوں سے خطاب کرتے ۔ اور کہتے کہ میں جو خدا ہوں آدم کے قالب میں آ گیا ہوں ۔ اس لئے تم مجھے سجدہ کرو ۔ مگر آدم نے ایسا نہیں کیا ۔ پھر جب آدم جنت میں تنہائی محسوس کرنے لگے تو خدا نے حضرت آدم کی بائیں پسلی سے ان کی دل بستگی کے لئے حضرت حوا کو پیدا کیا جو نہایت حسین و جمیل تھیں ۔ خدا نے آدم کو یہ حکم دیا کہ تم جنت میں اور ہر درخت کا پھل اور میوہ کھانا مگر اس ایک درخت (مفسرین اس درخت کو گندم کا درخت کہتے ہیں) پھل نہ کھانا ۔ اگر خدا آدم کے قالب میں ہوتا تو اس درخت کا پھل کھانے سے کیوں منع کرتا ۔ اور جب شیطان کے بہکانے سے حضرت حوا پھسل گئیں

انھوں نے بغیر آدم کے پوچھے ممنوعہ درخت کا ایک پھل توڑ کر کھا لیا اور دو پھل حضرت آدم کے پاس لاکر انھیں کھلا دیئے۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ میراث یہیں سے شروع ہوئی حضرت حوا نے ایک اور حضرت آدم نے دو پھل کھائے تھے۔ اس لئے مرد کا حصہ عورت کے حصہ سے دوگنا ہوگیا۔ یعنی عورت کا ایک حصہ اور مرد کے دو حصے تو خدا ناراض ہوگیا۔ آدم و حوا سے حلّہ ہائے بہشتی اتر گئے وہ ننگے رہ گئے۔ انھوں نے درختوں کے پتوں سے اپنے بدن ڈھانکنے چاہے۔ لیکن کسی درخت نے پتے نہ دیئے۔ ہر درخت نے اپنی شاخیں اونچی کرلیں۔ درختوں نے صاف کہہ دیا تم نے خدا کی نافرمانی کی ہے۔ تم سے خدا خفا ہوگیا ہے۔ اگر آج ہم تمہیں اپنے پتے دے دیں تو کہیں ہم سے بھی خدا ناراض نہ ہوجائے۔ اگر خدا خود آدم کے قالب میں تھا تو کیوں وہ خود ہی درخت کا پھل کھانے کی ممانعت کرتا۔ اور کیوں خود پھل کھاتا۔ آخر خدا کی رضامندی سے انجیر کے درخت نے آٹھ پتے دیئے ان میں سے تین پتوں سے آدم نے اور پانچ پتوں سے حوّا نے ستر پوشی کی۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اسی وقت سے مرد کے کفن کے لئے تین اور عورت کے کفن کے لئے پانچ کپڑے مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آدم کو زمین پر سنگلدیپ میں اور حوا کو نجد میں پھینک دیا گیا آدم بہت روئے اور خدا سے توبہ و استغفار کی۔ اگر خدا خود آدم ہوتا تو جنت سے کیوں نکالا جاتا۔ کیوں زمین پر آکر گریہ زاری اور توبہ و استغفار کرتا، خدا کے منکروں نے اپنی دوکانداری کو چمکانے کیلئے طومار باندھ لئے ہیں۔ خدا آدم کے قالب میں نہیں آیا۔ نہ آدم خدا تھا نہ خدا انسانی قالب میں آیا اور نہ کسی قالب میں دنیا میں آیا ہے اور نہ آسکتا ہے پھر جس دنیا میں ہم تم رہتے ہیں۔ یہ وہ دنیا ہے جسے ہم تم جانتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی دنیائیں ہیں۔ جنہیں نہ ہم نے دیکھا ہے نہ جنہیں ہم جانتے ہیں۔ یہ بات کہ بہت سی دنیائیں ہیں خدا کے اس کلام سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔ " الحمد للّٰہ رب العالمین " یعنی سب تعریفیں اس خدا کو سزاوار ہیں جو عالموں (دنیاؤں) کا رب ہے" اگر خدا اس دنیا میں انسانی قالب میں آجائے تو دوسری دنیاؤں کا انتظام کون کرے۔ اس بات کو عقل باور نہیں کرتی کہ خدا انسانی قالب میں آسکتا ہے اسے اس بات کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے رسول اور پیغمبر بھیجتا رہتا ہے اگر وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے خود انسان بن کر آتا تو رسول اور پیغمبر نہ بھیجتا اور اگر رسول اور پیغمبر بھیجتا رہا ہے تو اسے خود انسان بن کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔

سیدۂ حرم، عالیہ کی باتیں بڑے غور سے سن رہی تھی اگرچہ وہ اس کے عقائد کےخلاف بیان کر رہی تھی مگر باتیں ایسی کہہ رہی تھی جو سمجھ میں آتی چلی جا رہی تھیں وہ آئی تو تھی سمجھانے اور نصیحت کرنے، لیکن خود سمجھنے اور سننے پر مجبور ہو گئی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردے سے اٹھتے چلے جا رہے تھے عالیہ کا طرزِ بیان کچھ اس قسم کا تھا۔ جس سے طبیعت میں اشتعال پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کا اثر پڑتا تھا حالانکہ بحث میں ایسی باتیں زبان سے نکل جایا کرتی ہیں جس سے فریقِ ثانی کی طبیعت مشتعل ہو جایا کرتی ہے۔ ایسی بحثوں کا اثر الٹا ہوا کرتا ہے۔

سیدۂ حرم نے کہا "آپ کی آواز کس قدر دل کش سریلی اور سامعہ نواز ہے۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کچھ کہتی رہیں اور میں چپ بیٹھی سنتی رہوں۔ لیکن مجھے کچھ باتیں کہنی ہیں۔ آپ مقنع کو خدا نہیں مانتی۔ عرش والے خدا کو خدا کہتی ہو۔ مگر اس بات کو یاد رکھیں یہ سرزمین مقنع کی خدائی میں داخل ہے۔ اس علاقہ میں وہ انسان نہیں رہ سکتا جو مقنع کی خدائی کا قائل نہ ہو"۔

عالیہ : خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ میں اور مجھ جیسے انسان دوسرے علاقہ میں چلے جائیں گے"۔

سیدۂ حرم : اب یہ بات بھی ناممکن ہے۔ مقنع کی خدائی سے نکل جانا آسان نہیں ہے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس کی ربوبیت کو مان لیں۔ کبریائی کا اقرار کریں۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں یا عقوبت و عذاب کا مزہ چکھیں آپ کو تربیت دینے سے مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس بات پر آمادہ کر دیا جائے کہ آپ مقنع کو خدا ماننے لگیں۔ اسے سجدہ کرنے کو تیار ہو جائیں آپ کو مقنع کی عقوبت گاہ دکھائی جائے گی اور جنت میں بھی لے جایا جائے گا۔ جس کا ایک نظارہ ہی انسان کو بے خود اور مدہوشی کر دیتا ہے۔ سنو، عالیہ — آپ اگر مقنع کو سجدہ کر لیں گی۔ اس کی منظورِ نظر بن جائیں گی۔ اسی طرح اس کے دم کے ساتھ رہیں گی جس طرح حوا آدم کے ساتھ رہتی ہیں۔ ہمیشہ جنت میں رہیں گی۔ نہ مقنع کو موت آئے گی اور نہ آپ کو، آپ قیامت تک زندہ رہیں گی اور ہمیشہ جوان۔ بڑھاپے کا منہ نہ دیکھیں گی۔ مجھے یہی باتیں کہنی تھیں۔ آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں؟ مگر یہ وقت سننے کا نہیں ہے۔ اب میں رخصت ہوتی ہوں"۔

سیدۂ حرم چلی گئی۔ عالیہ کچھ سوچنے لگی۔

(۳۲)

عالیہ کو اجازت تھی کہ وہ مقنع کے تمام محلات میں بے تکلف اور بلا روک ٹوک آجا سکے۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی ان محلوں میں کون رہتے ہیں۔ کس حالت میں رہتے ہیں۔ ان کا طرز معاشرت کیا ہے دوسرے ہی روز کنیزوں کی پلٹن کے ساتھ دوسرے محلوں میں جانے لگی۔

اس نے دیکھا ہر محل میں نوخیز و خوش جمال لڑکیاں موجود ہیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ سب مقنع کی مقرب کہلاتی ہیں۔ وہ لڑکیاں نہایت عمدہ لباس اور بیش قیمت جواہرات پہنتی تھیں۔ شاہزادیوں کی سی شان سے رہتی تھیں۔ ان سے گفتگو کرنے سے پتہ چلا کہ وہ مقنع کے خدا ہونے کی قائل ہیں۔ ان میں ایک لڑکی فاطمہ زیادہ حسین و خوش رو تھی۔ ایک روز وہ اس کے پاس گئی۔ دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی کنیزوں کی موجودگی میں وہ کھل کر باتیں نہ کر سکتی تھیں اور کنیزیں ان کا ساتھ نہ چھوڑتی تھیں۔ وہ باغیچہ میں چلی گئیں اور گل گشت کرنے لگیں۔ وہاں انھیں تنہائی مل گئی۔ عالیہ نے پوچھا " کیا تم یہاں خوش ہو؟"

فاطمہ کچھ گھبرا گئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا " کیوں خوش نہ ہوتی "۔

عالیہ : تمہارے اطوار کہہ رہے ہیں کہ تم یہاں خوش نہیں ہو "۔

فاطمہ : ایسی بات نہ کہو، یہ ایسی جگہ ہے۔ جہاں کی ہر بات مقنع کو معلوم ہو جاتی ہے "۔

عالیہ : اور اسی لئے تم سچ بات ظاہر کرتے ڈرتی ہو۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مقنع واقعی خدا ہے؟"

فاطمہ : وہ کوئی بھی ہو۔ مگر اس کی قوت زبردست ہے "۔

عالیہ : اور اس کی طاقت سے تم خائف ہو "۔

فاطمہ : " ہاں "۔

وہ ڈر کر ادھر ادھر دیکھ کر جواب دے رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"تم نے مقنع کی عقوبت گاہ نہیں دیکھی ہے۔ بالکل جہنم ہے۔ جس نے ایک مرتبہ اسے دیکھ لیا ہے۔ وہ ایک لفظ زبان سے نہیں نکال سکتا۔"

عالیہ: مگر میں مقنع کو خدا نہیں مانتی۔ میں اپنے عقیدہ پر قائم ہوں مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔

فاطمہ: یہ باتیں آپ اسی وقت تک کہہ رہی ہیں جب تک عقوبت گاہ کا نظارہ نہیں کر لیتیں اور اس کے بعد — آپ سے جو کہا جائے گا وہی کریں گی۔"

عالیہ: انشاءاللہ ہرگز نہ کہوں گی۔ مر جاؤں گی مگر میں مقنع کو خدا نہ مانوں گی۔ نہ اسے سجدہ کروں گی۔"

فاطمہ نے جلدی سے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور کہا "ایسی بات نہ کہیں۔"

عالیہ: تم کہاں کی رہنے والی ہو؟"

فاطمہ: بخارا کی۔"

عالیہ: پہلے تم مسلمان تھیں؟

فاطمہ: اب ان باتوں کے کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں مقنع کو سجدہ کر چکی ہوں۔"

یہ دونوں وہاں سے ٹہلتی ہوئی باغیچہ کے دوسری طرف چلی گئیں۔ اس طرف ایک پھاٹک تھا عالیہ نے پوچھا "یہ پھاٹک کیسا ہے؟"

فاطمہ: یہ باغ کا پھاٹک ہے۔

عالیہ: آؤ باغ میں چلیں۔"

فاطمہ: چلئے۔"

دونوں پھاٹک کی طرف بڑھیں۔ عالیہ نے چلتے چلتے کہا "میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی۔"

فاطمہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کیا؟

عالیہ: یہ لوگ مجھے بھی سجدہ کرتے ہیں۔ مرد بھی اور عورتیں بھی۔"

فاطمہ نے اس کے رخ روشن کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "آپ اسی قابل ہیں۔"

عالیہ نے اس کے حسین چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا "اور تم"؟

فاطمہ: مجھے بھی سجدہ کیا گیا ہے۔"

عالیہ: یہ کیا بات ہے؟"

فاطمہ : سچ پوچھتی ہو تو آپ صرف سجدہ ہی کئے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ دل میں رکھنے
ر چپکے ہی چپکے پوجا کرنے کے بھی لائق ہیں"۔

عالیہ : مذاق چھوڑو، میں وجہ پوچھ رہی ہوں

فاطمہ : اور میں وجہ ہی بتا رہی ہوں۔ آپ کا نام عالیہ ہے نا"

عالیہ : جی ہاں میرا نام عالیہ ہی ہے"۔

فاطمہ : تمام محلوں، سارے قلعہ، حتیٰ کہ جنت میں بھی ہر شخص کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ دنیا کی وہ
زنین حسینہ جسے خدا نے جو مقنع کہلاتا ہے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اور جس کا حسن و جمال میں
ِ نزاکت میں اور دلفریب اداؤں میں کوئی ثانی نہیں ہے وہ آ رہی ہے۔ ہر ایک کو آپ کو دیکھنے کا
شتیاق ہو گیا تھا اور جب آپ یہاں آ گئیں تمہیں لوگوں نے دیکھا تو حیران اور ششدر رہ گئے عورتیں تک
پ پر فریفتہ ہو گئیں۔

عالیہ نے تیکھی چتون سے دیکھ کر عجب ناز سے کہا" اچھا جی"۔

فاطمہ : " میں سچ کہہ رہی ہوں۔ کنیزیں آپ پر بری طرح شیدا ہیں۔ سیدۂ حرم آپ کی متوالی بن
، اور خدا کی مقرب بیگمیں آپ پر ریجھ گئیں مجھے ہی لے لو ـــــ میں ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی ہوں"۔

عالیہ نے ہنس کر کہا "جب تو بڑی خوش قسمت ہوں میں۔ تم جیسی ماہرو پری پیکر حسینہ جب
پر فریفتہ ہو گئی ہے تو میری خوش بختی میں کیا کلام ہو سکتا ہے"۔

فاطمہ : ان محلات میں اور جنت میں نہایت حسین عورتیں اور لڑکیاں ہیں محلوں کی حسین کنیزیں
پ دیکھ بھی چکی ہیں۔ البتہ جنت کی حوریں ابھی آپ نے نہیں دیکھی ہیں۔ میرا خیال ہے انھیں بھی
ں دیکھ لیں گی۔ میں فخر کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میں ان سب میں زیادہ حسین تھی۔ ابھی چند روز ہوئے
پری پیکر اور آئی تھی۔ شاید اس کا نام عذرا تھا۔ وہ البتہ مجھ سے بھی زیادہ حسین تھی۔ لیکن آپ عذرا سے
یادہ خوش جمال، خوش انداز اور خوش رو ہیں۔ لیکن آپکے حسن کا مقابلہ نہ قاف کی پریاں کر سکتی ہیں اور
آسمانی جنت کی حوریں، نہ میں، نہ عذرا"۔

عالیہ : بناؤ نہیں"۔

فاطمہ : جسے خدا نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوا سے کوئی کیا بنا سکتا ہے"۔

عالیہ : عذرا کہاں گئی؟"

فاطمہ : عذرا بڑی ضدی لڑکی ہے ۔ اس نے ابھی تک مقنع کو سجدہ نہیں کیا ہے" اس لئے وہ ایک علیحدہ مختصر محل میں رکھی گئی ہے ۔ کبھی کبھی اسے جنت کی سیر کرانے لایا جاتا ہے"۔

عالیہ : جنت کہاں ہے ؟"

فاطمہ : کوئی نہیں جانتا ، صرف خدا جانتا ہے ۔ جب مقنع کا حکم کسی کو جنت میں لے جانے کا ہوتا ہے تو کارکنان جنت سواری لے کر آتے ہیں اور جنت میں لے جاتے ہیں"۔

عالیہ : عذرا تمہیں پھر کبھی نہیں ملی ۔

فاطمہ : اکثر ملتی رہتی ہے ۔ مگر وہ محلات کی بیگموں سے بات کرنا پسند نہیں کرتی ہمیں دیکھتی ہوئی خاموشی سے گزر جاتی ہے"۔

عالیہ : شاید وہ اپنے حسن پر مغرور ہے"۔

فاطمہ : یہ بات نہیں معلوم ہوتی ۔ بلکہ وہ ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی ۔ شاید یہ سمجھتی ہے کہ ہم نے اپنا ایمان اور عصمت سب فروخت کر دی ہیں"۔

عالیہ : اور اس کا یہ خیال ایک حد تک درست بھی ہے ۔

فاطمہ :" ہاں ، لیکن اسے معلوم نہیں ہم کس طرح مجبور کی گئی ہیں ۔ ہم میں کئی لڑکیاں ایسی ہیں جن کے بھائیوں کو گرفتار کر کے لایا گیا ۔ اور ان کے سامنے ان کے بھائیوں پر اس قدر مظالم کئے گئے کہ وہ بھائیوں کو بچانے کے لئے گمراہی کے غار میں گر پڑیں ۔ میں بدنصیب بھی ان ہی میں ہوں"۔

یہ کہتے ہی فاطمہ نے مڑ کر ادھر ادھر اس خیال سے دیکھا کہ کسی نے اس کی باتیں تو نہیں سن لی ہیں مگر وہاں کوئی نہ تھا ۔

عالیہ ، فاطمہ کی باتیں سن کر اپنے حال میں گرفتار ہو گئی تھی اس کے بھائی نفر کو بھی مقنع کے بے رحم پیروؤں نے پکڑ لیا تھا اسے خوف ہوا کہ وہ ظالم ان کے اوپر بھی ظلم وستم کریں گے اسے بڑا فکر ہوا اب یہ دونوں پھاٹک پر پہنچ گئی تھیں ۔ کئی جوان عورتیں پھاٹک پر بطور محافظ کے رہتی تھیں ۔ وہ تعظیم کے لئے کھڑی ہو گئیں ۔ انھوں نے بڑھ کر جلدی سے پھاٹک کھولا ۔ یہ دونوں اس میں داخل ہوئیں اور راستے طے کر کے باغ میں پہنچ گئیں ۔

باغ نہایت اچھا تھا۔ اس کی تختہ بندی بڑے قرینے سے ہوئی تھی قسم قسم کے پھل دار اور میوے والے درختوں کے تختے الگ الگ تھے روشیں نہایت اچھی تھیں۔ اتنی چوڑی تھیں کہ کئی گاڑیاں برابر برابر ان پر چل سکتی تھیں ان روشوں کے دونوں طرف پھولوں کے پودے تھے۔ نہایت خوشرنگ خوشنما اور خوشبودار پھولوں کے پودے ان پر کلیاں آ رہی تھیں غنچے چٹک رہے تھے اور پھول کھل رہے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی پھولوں کی مسرت بخش خوشبو نے ان دونوں کو خوش کر دیا۔

یہ باغ کی سیر کرتے کرتے فوارہ پر جا نکلیں۔ نہایت خوب صورت فوارہ تھا۔ ایک حسین عورت کی برنجی تصویر تھی۔ وہ تاج اوڑھے کھڑی تھی۔ اس کے تاج میں سے فوارہ پھوٹ رہا تھا۔

فوارہ سے سنگ مرمر کے حوض میں پانی گر رہا تھا۔ حوض کے گرد چاروں طرف سبز میدان تھا اس میں دروازے بنے ہوئے تھے اور دروازوں پر پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ نہایت خوشنما منظر تھا۔

یہ حوض پر بیٹھ کر دیکھنے لگیں۔ ابھی انھیں بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک نہایت ہی حسین اور پری چہرہ لڑکی اس طرف سے گزری فاطمہ نے عالیہ کے کہنی مار کر اشارہ کیا۔ عالیہ نے اس ماہوش کو دیکھا وہ اس قدر حسین تھی کہ عالیہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

(۳۳)

کچھ وقفہ کے بعد فاطمہ نے کہا "آپ نے دیکھا اس پری جمال دوشیزہ کو"۔
عالیہ چونکی۔ اس نے فاطمہ سے مخاطب ہوکر "ہاں دیکھا۔ بڑی حسین نازنین ہے"۔
فاطمہ: یہی عذرا ہے"۔
عالیہ: کس قدر خوب صورت اور پری رو ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اسے دیکھتے ہی جاؤں۔
فاطمہ: نے کہا "پہلے میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ دلربا اور پری جمال سمجھتی تھی لیکن عذرا کے سامنے میں ماند ہوکر رہ گئی۔ اب شاید عذرا اپنے آپ کو ماہ رخ اور گل اندام سمجھتی ہوگی لیکن آپ کو دیکھ کر اس کا دعوئے حسن باطل ہوجائے گا"۔
عالیہ: آؤ اس سے باتیں کریں"۔
فاطمہ: یہ کوشش بے کار ہے۔ وہ ہم دونوں میں سے کسی سے بھی باتیں نہ کرے گی"۔
عالیہ: چلو تو سہی۔ ایک مرتبہ اور کوشش کر دیکھیں"۔
فاطمہ: بالکل فضول ہے۔ ہمیں دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھا کر کھسک جائے گی۔
عالیہ: ہیں ضرور اس سے باتیں کرنے کی کوشش کروں گی"۔
فاطمہ: چلو کوشش کر دیکھیں شاید آپ کے حسن سے مسحور ہوکر وہ آپ سے باتیں کرنے پر آمادہ ہوجائے۔ حسن بھی تو ایک جادو ہی ہے"۔
عالیہ نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔ حوض کے اوپر سے کودی اور عذرا کی طرف بڑھی۔ عذرا مست شباب اور پیکر ناز تھی۔ بڑے ہی دلفریب انداز سے قدم قدم پھولوں کے کنج کی طرف بڑھ رہی تھی
عالیہ سبک روی سے چلی اور اس کی طرف قریب پہنچ کر بولی "اے نازنین، تم پر سلامتی ہو"۔

عذرا شاید کسی خیال میں محو چلی جا رہی تھی وہ عالیہ کی آواز سن کر چونکی اور اس کی طرف متوجہ
ئی۔ عالیہ کے بڑھتے ہوئے حسن نے اس کے دل پر بھی اثر کیا۔ وہ مسحور ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ عالیہ
مکرا کر کہا "کیا دیکھ رہی ہو؟"

عذرا : پیکر حسن و شباب کو دیکھ رہی ہوں۔ یہ آپ کی ہی آمد کی شہرت ہو رہی تھی۔ عالیہ
پ ہی کا نام ہے۔ کس قدر حسین و نازنین ہیں آپ! آپ کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن اور پھولوں سے
یادہ شاداب اور شگفتہ ہے ایسی دلربا ہو کہ جی چاہتا ہے دیکھتے ہی جاؤں۔

عالیہ : اور تم "۔

عذرا : "میں جیسی ہوں تمہارے سامنے ہوں۔ مگر عالیہ کیا آپ نے انسان کو خدا مان لیا ہے۔

عالیہ : "نہیں ــ اور تم نے "۔

عذرا : "میں مسلم دوشیزہ ہوں۔ آخری سانس تک بھی انسان کو خدا نہیں مان سکتی "۔

عالیہ : "اور میں بھی دختر اسلام ہوں۔ انسان کو خدا مان کر کافر نہیں بن سکتی۔

عذرا : مگر تم نے ابھی عقوبت گاہ اور وہاں کی وحشیانہ سفاکیاں نہیں دیکھی ہیں ــ خدا کی پناہ دنیا
دوزخ ہے "۔

عالیہ : تم نے اس جہنم کو دیکھا ہے۔

عذرا : ایک مرتبہ نہیں کئی بار۔ لیکن میں ڈری نہیں "۔

عالیہ : انشاء اللہ میں بھی نہ ڈروں گی۔

عذرا نے مسکرا کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ مقنع آپ پر بری طرح فریفتہ ہے "۔

عالیہ : " اور تم پر "

عذرا : مجھے بھی چاہتا تھا وہ مگر جب تمہارے حسن کی شہرت سنی اس وقت سے آپ پر مائل ہے

عالیہ : آپ کیسے اس کے ہاتھ آ گئیں؟"

عذرا : میرا خیال ہے کہ کوئی لڑکی بھی اس عشرت خانہ میں اپنی خوشی سے نہیں آتی۔ لالچ، جبر اور
ے سے لائی جاتی ہے۔ میں بھی ایسے ہی لائی گئی ہوں۔ لیکن ہمیں یہاں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔
کی جاسوس عورتیں کن سوئیاں لیتی رہتی ہیں اور جو کچھ سنتی ہیں وہ مقنع تک پہنچا دیتی ہیں "۔

عالیہ : تم کہاں جا رہی ہو ؟"

عذرا : کہیں بھی نہیں بیٹھے بیٹھے جی گھبرانے لگا، سیر کرنے چلی آئی"!

عالیہ : محلات کی لڑکیاں تمہیں مغرور سمجھتی ہیں"!

عذرا : ضرور سمجھتی ہوں گی ۔ میں ان سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتی وہ لالچ کے پھندے میں پھنس کر مشرک بن چکی ہیں ۔ مقنع کو سجدہ کر چکی ہیں ۔ میں ان سے نفرت کرتی ہوں ۔ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا آپ ابھی تک اسلام پر قائم ہیں اس لئے مجھے آپ سے ہمدردی ہو گئی ہے"۔

عالیہ : شکریہ — لیکن سب ہی لڑکیاں لالچ میں پھنس کر مشرک نہیں بنی ہیں ۔ بعض لڑکیوں کے بھائی یا عزیز گرفتار کر کے لائے گئے اور ان پر معصوم لڑکیوں کے سامنے مظالم کئے گئے ۔ انھوں نے اپنے عزیزوں کو بچانے کے لئے مقنع کو سجدہ کر لیا"۔

عذرا : ایسا بھی ضرور ہوا ہو گا کہ لیکن اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ لڑکیاں ایمان سے زیادہ پیارا اپنے عزیزوں کو سمجھتی تھیں ۔ پختہ ایمان والیاں جان دے دیتی ہیں ۔ ایمان نہیں دیا کرتیں ۔

عالیہ : یہ ٹھیک ہے ۔ لیکن عورتوں کے دل بہت نرم ہوتے ہیں ۔ کیا تم نے مقنع کو دیکھا ہے"

عذرا : "مقنع کو کسی نے بھی نہیں دیکھا ۔ وہ اپنے چہرہ پر ہر وقت سنہری نقاب ڈالے رہتا ہے ۔ البتہ میں اس کے سامنے کئی مرتبہ پیش کی گئی ہوں"۔

عالیہ : مجھے بھی شاید اس کے سامنے پیش کیا جائے گا ۔ میرا دل ہولتا ہے"۔

عذرا : "پہلی مرتبہ جب میں اس کے سامنے پیش کی گئی تھی تو میرا دل بھی ہول رہا تھا ۔ مگر جب اس سے باتیں ہوئیں تو سارا خوف جاتا رہا ۔ تم بھی دل کو مضبوط کر لو ۔

(مسکرا کر) دل تو تمہارا مضبوط ہے ۔ خوبان جہاں کے متعلق تو مشہور رہے کہ سنگ دل ہوتے ہیں ۔ تم جس قدر حسین ہو اسی قدر سنگدل بھی ہو گی ۔

عالیہ نے ہنس کر کہا" تم بھی تو سنگ دل ہو"!

عذرا ۔" مجھے اعتراف ہے کہ میں دل کی مضبوط ہوں ۔ اگر مضبوط دل کی نہ ہوتی تو عقوبت گاہ کے مظالم دیکھ کر کانپ جاتی — خاموش رہیئے ۔ کنیزیں قریب آ گئیں ہیں ۔ میری بات یاد رکھیں یہاں کسی کو اپنا ہمدرد نہ سمجھیں ۔ کسی پر اپنا راز ظاہر نہ کریں ۔ یہاں سب رہزن ایمان ہیں ۔ ہر ایک، دوسرے کو اپنے

ہی جیسا بنا لینا چاہتا ہے ۔ کسی کی چاپلوسی سے دھوکا نہ کھا جانا ۔

عالیہ : کیا تم مجھ سے ملتی رہوگی ۔

عذرا : کوشش کروں گی ۔ لیکن مجھے یہ امید نہیں ہے کہ مجھے آپ سے ملنے دیا جائیگا ۔ کیونکہ جو مقنع کی خدائی کے قائل نہیں ہوتے ۔ انھیں خدا ، منکر ، کافر ، لعین اور خدا جانے کیا کیا کہا جاتا ہے اور ایسے ہم خیال مردوں اور عورتوں کو آپس میں ملنے نہیں دیا جاتا ۔ اچھا اب خاموش ہو جائیں یا اور کچھ باتیں کریں "۔

عالیہ نے باتوں کا رخ بدل دیا ۔ پھولوں کی تعریفیں کرنے لگیں ۔ کنیزیں قریب آگئیں ایک کنیز نے عالیہ سے کہا " آپ کو سیدۂ حرم یاد کر رہی ہیں "۔

عالیہ کنیزوں کے ساتھ چلی اور اپنے محل میں آگئی ۔ سیدۂ حرم اس کا انتظار کر رہی تھی ۔ وہ اس ماہ رخ کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی جب عالیہ بیٹھ گئی ۔ تب سیدۂ حرم نے کہا " خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو ایوان اعلیٰ میں پہنچا دوں ۔ آپ نہیں جانتی کہ ایوان اعلیٰ کیا ہے ۔ وہ ہمارے خدا کا جلوہ گاہ ہے ۔ رات ہو یا دن ، صبح ہو یا شام وہاں نور کی بارش ہوتی رہتی ہے ۔ چاندنی سے زیادہ دل کش ۔ دن کی روشنی سے زیادہ روشن عجیب جذبات انگیز تجلی ہوتی ہے ۔ انسان کا وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا ۔

عالیہ : لیکن ایوان اعلیٰ میں میری حاضری کا کیا مقصد ہے ۔

سیدۂ حرم : خدا کا قرب کون نہیں چاہتا ۔ جسے حضوری کا فخر حاصل ہو جائے اس کی خوش بختی کا کیا کہنا اور جسے خدا ہم کلامی کا شرف بخشے ۔ اس کے اعزاز و افتخار کا کیا ٹھکانا ــــ عالیہ آپ بڑی خوش نصیب ہیں ۔ ان تمام حسین ادا پری جمال دوشیزاؤں سے زیادہ خوش قسمت جو اب تک یہاں آچکی ہیں ۔ خدا کو خود آپ کا انتظار تھا ۔ آپ آگئیں آپ کے لب تک تھوڑی بہت تربیت بھی حاصل کر لی ۔ اب خدا نے آپ کو طلب فرمایا ہے یہ آپ کی زندگی کی معراج ہے ۔ اگر آپ نے خدا کی رضا حاصل کر لی تو اس کی خدائی کی مالک بن جائیں گی ۔

عالیہ خاموش بیٹھی سن رہی تھی ۔ سیدۂ حرم نے کہا " آپ کا بھائی نصر بھی آگیا ہے

آپ ایوان اعلیٰ میں شاید اسے بھی دیکھیں لیکن اس سے بولنے کی کوشش نہ کریں نہ اس پر یہ ظاہر ہونے دیں کہ آپ وہاں ہیں۔ ورنہ آپ کے بھائی کی خیر نہ ہوگی اسی وقت اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

عالیہ کو اور فکر دامن گیر ہوا۔ اس نے فاطمہ سے سنا تھا کہ جو لڑکیاں مقنع کا کہنا نہیں مانتیں، اسے سجدہ نہیں کرتیں، ان کے بھائیوں پر سفاکانہ اور بہیمانہ مظالم کئے جاتے ہیں۔ وہ سمجھ گئی کہ اس کے بھائی کو بھی اسی لئے لایا گیا ہے۔ تاکہ اگر وہ مشرک نہ بنے، مقنع کا کہنا نہ مانے تو اس کے بھائی پر وحشیانہ ظلم و ستم کئے جائیں۔ وہ مضطرب ہو گئی۔ اس کے ایمان کا وقت قریب آگیا تھا۔ اس نے سیدۂ حرم کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی تیز نگاہوں سے اسے پہلے ہی سے گھور رہی تھی۔ اس نے کہا آپ تو مضطرب ہو گئیں اس میں اضطراب کی کیا بات ہے آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے کہ خدا کا قرب نصیب ہونے والا ہے۔ سنو، وہاں عقل مندی سے کام لینا، ضد نہ کرنا۔ ورنہ پچھتانا پڑے گا آپ کو ایوانِ اعلیٰ یا تجلی گاہِ خاص میں پہنچایا جائے گا۔

یہ کہہ کر سیدۂ حرم چلی گئی۔ عالیہ کو خوف و اندیشے تھے وہ سامنے آگئے وہ مقنع کے سامنے جانا نہ چاہتی تھی لیکن اب یہ اس کے بس کی بات نہ رہی تھی۔ وہ غم و فکر میں مبتلا ہو گئی۔

(۳۴)

وہ دن عابدہ نے بڑے رنج و فکر میں بسر کیا۔ رات کو اس سے کھانا بھی نہ کھایا گیا۔ اور بڑی رات گئے تک غم و تشویش میں مبتلا رہی۔ آدھی رات کے وقت اسے نیند آئی صبح سویرے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ بڑے خشوع اور خلوص دل کے ساتھ نماز پڑھ کر اس نے دعا مانگی۔

"اے پروردگار عالم، تو خوب جانتا ہے کہ میں نے اسلام کے آغوش میں پرورش پائی ہے۔ میں آج تک تیرے وجود کی قائل اور تجھے تنہا مانتی رہی ہوں۔ میں نے کبھی شرک نہیں کیا۔ نہ تیرے سوا نہ کسی کے آگے سر جھکانا گوارا کر سکتی ہوں۔ مجھے مرنا منظور ہے لیکن غیر اللہ کو سجدہ کرنا پسند نہیں ہے اب میری لاج، تیرے ہاتھ ہے ایمان کے رہزن سے میرے ایمان کو قائم رکھ اور یہ جرأت و ہمت دے کہ میں آنے والے واقعات کا مقابلہ دلیری سے کروں، میری مدد کر۔ اور مجھے مشرک بننے سے بچالے۔ اور اے قدرت والے! میرے بھائی کو اپنے حفظ امن میں رکھ۔ اسے ظالموں سے بچا۔ اسے بھی اتنی طاقت دے کہ وہ ان مظالم کا مقابلہ کر سکے جو اس پر اس لئے کئے جانے والے ہیں کہ وہ مسلمان ہے اور صرف تیری عبادت کرتا ہے۔

اے عالم الغیب، اے دلوں کا حال جاننے والے تو میرے دل کا حال خوب جانتا ہے مجھے توفیق دے کہ میں اپنے ارادہ پر قائم رہوں۔ میری اور میری بھائی کی سفاک وحشیوں سے حفاظت کر اگر ہمارا وقت آگیا ہے تو ساتھ ایمان کے اٹھالے۔

وہ سجدہ میں پڑی دعا مانگتی رہی اور روتی رہی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ بہہ کر اس کے حسین رخساروں پر بہتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حسن کی وادی میں نور کی نہریں جاری ہوں۔

وہ دعا مانگ کر اٹھی ۔ دعا مانگنے اور رونے سے اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو گیا تھا ۔
تھوڑی ہی دیر میں سیدۂ حرم آگئی ۔ اس نے تعظیم کے لئے اس کے سامنے جھک کر آپ تیار
ہو گئیں ہیں ۔

عالیہ نے اپنے دل کو مضبوط کر لیا اور کہا " مجھے تیاری ہی کیا کرنی تھی "
سیدۂ حرم : اب مشاطائیں آنے والی ہیں وہ آپ کو آراستہ کریں گی ۔
عالیہ : ایک بات بتاؤ گی "
سیدۂ حرم : پوچھئے :
عالیہ : " تمہارا خدا نقاب پوش کیوں رہتا ہے ؟ "
سیدۂ حرم : کیا خدا کا جلوہ دیکھنے کی فانی انسان کی آنکھوں میں قوت ہے "
عالیہ : یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوا "
سیدۂ حرم : بات یہ ہے کہ خدا کو دیکھنے کی قوت انسان میں نہیں ہے تمہارے (نبی صلی
اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ موسیٰ نے خدا کو دیکھنے کی خواہش کی تھی چنانچہ کوہ طور پر تجلی ہوئی
پہاڑ جل گیا اور حضرت موسیٰ غش کھا کر گر پڑے اگر خدا بے نقاب ہو جائے تو اس کی تجلی سے ہر
چیز جل کر خاک ہو جائے جس پر وہ پڑے ۔ نہ انسان باقی رہیں نہ حیوان ۔ میدان رہیں نہ سمندر، در
رہیں نہ پہاڑ ۔ غرض سب ہی جل جائیں ۔ اس لئے خدا نقاب پوش رہتا ہے ۔
عالیہ : میں اس بات کو نہیں مانتی "
سیدۂ حرم : جب آپ اسے خدا ہی نہیں مانتیں تو یہ بات کیوں ماننے لگیں ۔ اچھا آپ کیا بات
مانتی ہیں "
عالیہ : میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ کوئی مکروہ صورت انسان ہے ۔ اپنی بدصورتی کو نقاب
کے نیچے چھپائے ہوئے ہے "
سیدۂ حرم نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں ۔ گویا وہ اس بات کو برا سمجھتی تھی ۔ جس سے
اسے خوف تھا کہ کہیں خدا کا غضب عالیہ پر نازل نہ ہو جائے اور ایسی بری بات سننے سے وہ بھی مبتلائے
عذاب نہ کر دی جائے ۔ اس نے کہا اے پیکر حسن ایسی بات نہ کہو ڈرتی ہوں کہیں اس سے آپ پر ف

کا غضب نہ نازل ہو جائے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اس سے نہ کوئی چیز چھپی ہوئی ہے۔ نہ کوئی بات پوشیدہ ہے۔"

عالیہ: مقنع کی کتنی بیویاں ہیں؟"

سیدۂ حرم: بیویاں نہیں۔ حرم محترم کہیئے وہ کئی ہیں۔

عالیہ: سوچو۔ کیا خدا کے لئے یہ زیبا ہے کہ اپنے پیدا کئے ہوئے انسان کی حسین لڑکیوں کو حرم بنائے۔

سیدۂ حرم: میں پھر کہتی ہوں کہ ایسی باتیں نہ کریں خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔"

عالیہ: یہ کیوں نہیں مان لیتیں کہ وہ ایک انسان ہے۔ فریب کار انسان، حسن کا ڈاکو سفاک اور ظالم۔"

سیدۂ حرم کانپ گئی۔ اس نے کہا "آپ اپنی زبان بند رکھیں۔ کم شے کہ اس وقت تک کچھ نہ کہیں جب تک آپ ان کی حضوری سے واپس آئیں مجھے یقین ہے کہ تجلی گاہ کو دیکھتے ہی آپ کے یہ خیالات بدل جائیں گے۔"

عالیہ: کیا کسی حرم محترم نے مقنع کی صورت دیکھی ہے۔

سیدۂ حرم: نہیں کوئی دیکھنے کی تاب ہی نہیں لا سکتی۔"

عالیہ: کیا تماشا ہے کہ عام انسانوں کی طرح وہ حرموں کے ساتھ خلوت کرتا ہے۔ مقاربت کرتا ہے مگر اپنی صورت نہیں دکھاتا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ وہ بہت ہی بد قوارہ اور بھونڈی شکل کا ہے

سیدۂ حرم نے پھر کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اس نے لرز کر کہا" معاف کرو۔ میرے سامنے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں خدا کے غضب سے بہت ڈرتی ہوں۔ ایک لڑکی یہاں آئی تھی۔ وہ بڑی ہی بد عقیدہ اور ضدی قسم کی تھی۔ اس نے مقنع کو گالیاں دیں۔ اسی وقت ایک عجیب روشنی آسمان سے بجلی کی طرح گری اور اس لڑکی کو اٹھا کر لے گئی وہ چیختی اور چلاتی چلی گئی۔ خدا کی گرفت بڑی سخت ہے۔ اس کے قہر سے ڈرنا چاہیئے۔

عالیہ: میں نہیں ڈرتی۔ ایک بات اور بتاؤ۔"

سیدہ حرم: بس معاف کرو۔

عالیہ : وہ ڈرنے کی بات نہیں ہے۔

سیدہ حرم : پوچھو۔

عالیہ : میں نے سنا ہے کہ مقنع کے چہرے پر سونے کا چہرہ چڑھا ہوا ہے اور سونے چہرہ پر سنہرے ریشم کا نقاب پڑا رہتا ہے۔

سیدہ حرم : یہ سچ ہے۔ پہلے خود اپنے منور چہرہ پر صرف ریشم کا سنہرا نقاب پڑا رہتا تھا لیکن کئی مرد اور عورتیں تجلی سے بے ہوش ہو گئیں۔ دراصل ریشم کے بھاری پرد بھی نورِ خدا کو نہ روک سکے۔ اس لئے خدا نے سونے کا چہرہ بنوا کر لگا لیا کر نورِ الٰہی کی شعا سونے کے چہرہ کی وجہ سے پھوٹ کر نہ نکل سکیں۔

عالیہ ہنس پڑی۔ سیدہ حرم نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ کیوں ہن ہیں"

عالیہ : تمہاری باتیں ہنسی کے ہی قابل ہیں۔ مرد اور عورتیں نور دیکھ کر بے ہوش نہ ہوئے بلکہ اس کی خوفناک صورت دیکھ کر بے ہوش ہوئے اور مر گئے۔

سیدہ حرم پھر کانپ گئی۔ اس نے کہا "اپنے شباب پر رحم کریں اور ایسی باتیں منہ سے نہ نکالیں"

عالیہ : میں یقین دلاتی ہوں کہ جب موقع پاؤں گی اس کا نقاب نوچ کر سونے کا چہرہ اکھا کر پھینک دوں گی۔ اور تمہارے خدا کی اصلی شکل تمہیں دکھا دوں گی۔

سیدہ حرم : تم ایسی جرأت نہ کر سکو گی۔ اچھا آپ غسل کر ڈالیں"

عالیہ کنیزوں کے ساتھ غسل خانہ میں چلی گئی۔ وہاں اس کے جسم ناز پر اُبٹنا ملا جو اس خوشبودار تھا کہ جسم اور تمام کمرہ مہک گیا۔ پھر اسے نہلایا گیا۔ نہا کر وہ اور بھی نکھر گئی۔ سادہ سا لباس پہن کر وہ دوسرے کمرہ میں آ گئی۔ اس سفید لباس میں وہ اور ہی حسین معلوم ہونے لگی۔ یہ سفید لباس اس پر پھوٹ نکلا۔

تھوڑی دیر میں جب اس ریشم جیسے ملائم سیاہ بال خشک ہو گئے تو مشاطائیں آ گئیں۔ انھوں اس کا سنگار کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ اس فن میں بڑی کامل تھیں۔ اس خوب صورتی سے

اس کا سنگار کیا تھا کہ وہ بالکل پری معلوم ہونے لگی ۔

اس کے بعد اسے نہایت ہی اعلیٰ قسم کے ریشمی کپڑے پہنائے گئے ایسی تنگ واسکٹ پہنائی کہ سرکش ثمر جوانی اور بھی سرکشی پر آمادہ ہو گئے ۔ سینہ کا ابھار غضب ڈھانے لگا ۔

کپڑے پہنا کر جواہرات کے زیورات پہنائے اور ایک تاج جو بہشت جیسا ہی سبک خوب صورت تھا ۔ اس کے سر پر رکھ دیا ۔ اب وہ ایسی پرکالۂ آتش بن گئی جس پہ پریوں کو کیا حوروں کو بھی پیار آ جائے ۔ اس کے شفاف رخساروں پر بجلیاں تڑپنے لگیں ۔ آنکھوں میں سحر خیز چمک آ گئی ۔ چہرہ پر ایسی معصومیت چھا گئی کہ فرشتے بھی قربان ہو جائیں ۔

وہ حوروں کی شان سے کمرہ سے باہر نکلی اور بصد ناز چند قدم چلی ۔ یہاں ایک نہایت ہی خوب صورت ہوادار رکھی تھی ۔ وہ اس میں بیٹھ گئی ۔ کئی کنیزوں نے ہوادار کو اٹھایا اور چلیں عالیہ اس وقت ایسی معلوم ہو رہی تھی ۔ جیسے پری ہوا میں پرواز کرنے والی ہے

(۳۵)

عالیہ نے اپنے دل سے غم و فکر دور کر دیے تھے۔ وہ بشاش اور خندہ رو ہو گئی تھی اس کی سواری چلی جا رہی تھی۔ محل در محل اور باغ در باغ۔ معلوم ہوتا تھا کہ محلوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور ہر دو محلوں کے بیچ میں باغ تھے محل عالی شان اور خوب آراستہ و پیراستہ تھے اور باغات بھی خوش نما۔ جب وہ ایک باغ میں سے گزر رہی تھی تو عذرا ملی۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے آہستہ سے کہا "ضبط و استقلال سے کام لینا۔

عالیہ کو حیرت ہوئی کہ عذرا کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔

چنانچہ اس نے عذرا سے پوچھا "تم جانتی ہو میں کہاں جا رہی ہوں"۔

عذرا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ تمام محلات کی ہر لڑکی اور کنیز اس بات سے واقف ہے"۔

عالیہ: اچھا بتاؤ میں کہاں جا رہی ہوں؟

عذرا: مقنع کے پاس۔ اس سے ہوشیار رہنا وہ جادوگر بھی ہے ـــــ "شعبدہ باز اور ـــــ"

پھر فوراً ہی اس نے مسکرا کر کہا "مگر آپ بھی حسین ساحرہ ہیں۔ ایسی حسینہ جس پر سرزمین بخارا کو ناز ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تم پر فریفتہ ہو گئی ہوں۔ مقنع تمہیں دیکھ کر ضرور مدہوش ہو جائے گا۔

عالیہ مسکرانے لگی۔ اس کا تبسم بڑا ہی روح نواز تھا۔ اس سے اس کا چہرہ اور بھی شگفتہ ہو گیا۔ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

عالیہ کی سواری برابر چلی جا رہی تھی۔ عذرا اس کے ساتھ ساتھ کچھ دور تک باتیں کرتی چلی گئی۔

جب وہ رخصت ہونے لگی تو اس نے کہا "خدا تمہاری حفاظت کرے"۔
عالیہ کو پھر ایک نامعلوم خوف لاحق ہو گیا۔ اس کا ننھا اور نازک دل دھڑکنے لگا۔ مگر یہ حالت بہت ہی تھوڑی دیر رہی۔ پھر اس کے دل کو اطمینان ہو گیا اور وہ بے خوف ہو گئی۔
ہر محل اور باغ میں جو لڑکیاں اور کنیزیں ملتی تھیں وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتی تھیں۔ بعض کو تو یہ تاب ہی نہ ہوتی تھی کہ اس دلربا کو دیکھے۔ بعض گرم نظروں سے گھورتی چلی جاتی تھیں آخر وہ ایک بڑے شاندار محل میں داخل ہوئی۔ یہ محل حد درجہ آراستہ کیا گیا یہاں جو کنیزیں اور کارکن لڑکیاں تھیں وہ بڑی حسین و جمیل اور شوخ و شنگ تھیں۔ نہایت عمدہ لباس اور خوب صورت زیورات پہنے تھیں بڑی دلربا معلوم ہو رہی تھیں۔ انھوں نے نہایت شان سے عالیہ کا استقبال کیا اسے ہوادار سے اتارا۔ ایک جوان عورت جو بڑی ماہر و تھی۔ اس کی طرف بڑھی اس نے کہا "اے پیکر حسن و جمال خوش آمدید۔
چند نوخیز حسین لڑکیوں نے کہا "اے محبوبۂ خدا خوش آمدید"۔
نوجوان عورت نے عالیہ کا مخمل جیسا ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں لیا اور اسے ساتھ لے کر چلی۔
خوش جمال نوخیز لڑکیوں کی پلٹن ان دونوں کے پیچھے ہو گئی اور کنیزوں کے ان لڑکیوں سے کچھ فاصلہ سے روانہ ہوئے۔
ان سب کے حسن و جمال اور زیورات کی چمک سے عجیب قسم کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک جنت نظیر باغیچہ میں سے گزر رہی تھی۔ کہیں کہیں ان پر خوشبو کی بارش ہونے لگتی۔ عالیہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھتی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ عطر کس نے پھینکا ہے لیکن وہاں کوئی نظر نہ آتا تھا۔ البتہ بھینی بھینی خوشبو روح کو تازگی بخشتی ہوئی نکل جاتی تھی۔
جوان عورت نے جس کا نام زینب تھا عالیہ کو حیرت زدہ دیکھ کر کہا "کیا بات ہے؟ آپ کیوں حیران ہو رہی ہیں؟
عالیہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کبھی کبھی خوشبو کی لپٹیں آنے لگتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے عطر کی پچکاریاں ماری جا رہی ہوں لیکن عطر پھینکنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔
زینب نے مسکرا کر کہا "یہ ایوان اعلیٰ ہے اسے جلوہ گاہِ خاص کہتے ہیں۔ یہاں کا کارخانہ خدائی

کارخانہ ہے ۔ ہر چیز بلو بڑ روزگار ہے یہاں وہ کچھ دکھائی دے گا جو انسانی آنکھ نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھا ۔ یہاں عطر کی پچکاریاں نہیں ماری جاتی بلکہ ہمارے خدا مقنع کی قدرت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے ۔ یہاں کی زمین سے مست کردینے والی ۔ روح نواز بھینی بھینی خوشبو زمین سے پھوٹتی ہے ۔ مقنع نے اس زمین ہی کو یہ قدرت دے دی ہے ۔

عالیہ کو اس بات کے باور کرنے میں کلام تھا ۔ لیکن وہ دیکھ رہی تھی کہ دس دس پندرہ پندرہ قدم کے فاصلہ پر خوشبو پھوٹ رہی تھی ۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی عطر کی پچکاریاں مار رہا ہو لیکن نظر کچھ نہیں آتا تھا ۔ وہ سخت حیران تھی ۔

باغیچہ کو طے کر کے وہ چبوترہ پر چڑھی ۔ وہاں خوشبو کی لپٹیں اور بھی تیزی سے آنے لگیں ۔ وہ خوش خرامی سے چبوترہ کو طے کر کے ایک عالی شان پنجدرہ میں داخل ہوئی ۔ اس کے دروازے بہت اونچے تھے ۔ جن پر دبیز ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے ۔ وہاں پہنچتے ہی عالیہ کے جسم پر کوئی چیز آکر لگی اور پھٹ گئی ۔ اس کے پھٹتے نہایت ہی خوش گوار خوشبو پھیل گئی ۔ عالیہ حیران تھی کہ یہ کیا تماشا ہے ۔ یہ پنجدرہ بہت فراخ تھا ۔ نہایت ہی آراستہ تھا ۔ ایسے قالینوں کا فرش تھا جو بہت ہی ملائم اور خوش رنگ تھے ۔ پنجدرہ کے پیچھے وسیع کمرے تھے ۔ ان کمروں پر ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے اور ہر کمرہ دلہن کی طرح آراستہ تھا ۔ جب عالیہ کسی کمرہ میں جاتی تھی تو اس کے سینہ پر گولی آکر لگتی تھی ۔ لیکن اس سے کوئی تکلیف نہ ہوتی ۔ نہ چوٹ لگتی ۔ وہ گولی فوراً پھٹ جاتی اور خوشبو پھوٹ نکلتی ۔ خوشبو نہایت ہی دل پسند ہوتی ۔

ایک کمرہ میں پہنچ کر زینب نے عالیہ کو صوفہ پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گئی ۔ اس کمرے کے پردے سبز ریشم کے تھے ۔ قالین سبز تھے ۔ صوفوں پر سبز پھولدار کپڑے منڈے ہوئے تھے ۔ اس کے در و دیوار سبز تھے ۔ غرض ہر چیز سبز تھی اور بھلی معلوم ہو رہی تھی ۔ زینب نے کہا آپ تھک گئی ہیں کچھ دیر آرام کریں ۔

عالیہ چاہتی تھی کہ مقنع کا سامنا جلد ہو جائے تاکہ اس کے دل کا اضطراب جاتا رہے یا قسمت کا جو فیصلہ ہے وہ ہو جائے ۔ چنانچہ اس نے کہا " میں مقنع کے سامنے کب پیش کی جاؤں گی ؟"

زینب : جب مقنع کو خدائی کے کام سے فرصت ہو گی وہ آپ کو طلب کریں گے فی الحال آپ

انتظار کریں"۔

زینب چلی گئی ۔ اور لڑکیاں اور کنیزیں پیچھے رہ ہی میں ٹھٹھک کر رہ گئی تھیں اب عالیہ تنہا رہ گئی ۔ اس نے کمرہ کے ساز و سامان پر نظر ڈالی ۔ شاہانہ سامان تھا ۔ اس نے خواب میں بھی کبھی ایسا نہ دیکھا تھا ۔ وہ صوفہ پر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی ۔ کیا سوچ رہی تھی ؟ اسے صرف وہی جانتی تھی ۔ تقریباً ایک پہر کے بعد کئی شوخ و شنگ لڑکیاں آئیں ۔ انھوں نے کہا "کھانا چنا جا چکا ہے"۔

عالیہ کو بھوک معلوم ہو رہی تھی ۔ وہ اٹھ کر ان لڑکیوں کے ساتھ ہو لی کئی کمروں سے گزر کر ایک کمرہ میں پہنچی جس میں ہوا اور روشنی کافی تھی ۔ قالینوں پر زرنگار مسندیں بچھی ہوئی تھیں اور چاندی کی کچھ ہی اونچی میزیں مسندوں کے پاس ہی لگی ہوئی تھیں ۔ ان میزوں پر دستر خوان بچھے تھے ۔ دستر خوانوں پر سونے اور چاندی کی پلیٹوں میں نفاست کے ساتھ ساتھ طرح طرح کا کھانا لگا تھا زینب عالیہ کے پاس گئی ۔ دونوں کھانا کھانے لگیں ۔ کھانا بہت ہی زیادہ لذیذ اور ذائقہ دار تھا ۔ ہر چیز کو یہی جی چاہتا تھا کہ بس کھائے ہی چلی جائے اس نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ۔ اب پلیٹیں اٹھا لی گئیں ۔ ہاتھ دھلائے گئے ۔ اور پھل آئے ۔ قسم قسم کے پھل تھے ۔ بڑے رسیلے اور خوش ذائقہ اس نے وہ بھی کھائے پھل اٹھ جانے کے بعد میوہ کی قابیں آئیں ۔ اس کا پیٹ بھر چکا تھا ۔ اس نے بہت کم میوہ کھایا ۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ ایک کمرہ میں لے جائی گئی ۔ جو خواب گاہ تھی ۔ اسے زینب وہاں چھوڑ کر چلی گئی ۔ کچھ دیر تو وہ جاگتی رہی ۔ پھر سو گئی ۔ جب اٹھی تو ظہر کا وقت تھا ۔ اس نے پانی منگا کر وضو کیا اور وہیں ظہر کی نماز پڑھ لی ۔

وہاں باغیچہ لے جائی گئی ۔ نہایت خوش نما باغیچہ تھا ۔ عصر تک سیر کرتی رہی ۔ عصر کی نماز اس نے وہیں ادا کی ۔ دن چھپنے کے قریب واپس آئی ۔ زینب ساتھ ساتھ رہی اس نے دیکھا کمرہ میں خوب روشنی ہو رہی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس چیز کی روشنی ہے اور کہاں سے آ رہی ہے وہ سخت متعجب ہوئی ۔ نہ وہاں کسی کمرہ میں بتیاں روشن تھیں ۔ نہ فانوس اور پھر بھی روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا تھا ۔ اس نے مغرب کی نماز پڑھی اور رات کا کھانا کھایا ۔ اس میں صبح سے بھی زیادہ لذیذ کھانا ملا پھل صبح سے بھی زیادہ رسیلے اور خوش ذائقہ تھے

جب وہ کھانے سے فارغ ہوئی تو زینب نے کہا "یہاں آپ وہ سب کچھ دیکھیں گی جو دیکھ کر حیران رہ جائیں گی۔ ممکن ہے آپ اپنے کسی عزیز کو بھی دیکھیں ___ جسے دیکھ کر حیا لیکن آپ اس سے ملنے یا اسے آواز دینے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر آپ اسے آواز دیں گی تو اسی وقت مر جائے گا۔ خبردار ہرگز نہ پکارنا ورنہ پچھتاؤ گی۔ آؤ میرے ساتھ چلئے۔

عالیہ اس کے ساتھ چلی۔ وہ کئی کمروں میں سے گزر کر ایک نہایت عالی شان کمرہ پہنچیں۔ اس کمرہ کے وسط میں جالی دار پردے پڑے تھے۔ یہ دونوں پردہ کے قریب جا رک گئیں۔ دوسری طرف سے کچھ مرد آ رہے تھے۔ وہ ایک نوجوان کو حراست میں لا رہے تھے۔ عالیہ نے جوان کو دیکھا وہ اس کے بھائی نصر تھے۔

عالیہ انھیں دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ اس نے آواز دینی چاہی زینب نے تحکمانہ لہجہ میں "خبردار، اپنے بھائی کے ساتھ دشمنی نہ کریں۔"

عالیہ خاموش ہو گئی اور حسرت بھری نظروں سے نصر کو دیکھتی رہ گئی۔

عالیہ نصر کو دیکھ کر سخت بے چین ہو گئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد وہ اسے نظر آئے تھے۔ وہ انھیں دیکھ کر ضبط نہ کر سکی۔ سیدہ حرم اور زینب کی نصیحتیں یاد نہیں رہیں اور انھیں آواز دینے پر آمادہ ہو گئی۔ حالانکہ سیدہ حرم نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ ایوانِ اعلیٰ میں نصر کو دیکھے تو اسے آواز نہ دے۔ نہ اس پر اپنی موجودگی ظاہر کرے۔ ورنہ تمہارے بھائی کی خیر نہیں۔ اسی وقت اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ زینب نے کہہ دیا تھا ممکن ہے تم وہاں ایوانِ اعلیٰ میں اپنے کسی عزیز کو دیکھو اسے آواز دینے کی کوشش نہ کرنا اگر تم نے آواز دی تو وہ اسی وقت مر جائے گا۔ نصر کو دیکھ کر ان دونوں کی تنبیہیں اسے یاد نہ رہیں۔ بھائی کی محبت نے بے قرار کیا اور وہ آواز دینے کو تیار ہو گئی اگر زینب اسے سختی سے منع نہ کرتی تو ممکن تھا وہ پردے سے باہر نکل جاتی اور نصر سے ملنے کی کوشش کرتی۔

عالیہ نصر کو دیکھتی رہی اسوقت تک جب تک وہ نظر آتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل گیا تو وہ زینب کی طرف متوجہ ہوئی اور اس سے پوچھا "کہاں لے گئے ہیں یہ میرے بھائی نصر کو؟"

زینب نے جواب دیا "خدا کے حضور میں۔ آپ اور آپ کے بھائی نصر دونوں بڑے خوش نصیب ہیں۔ خدا آپ دونوں کی طرف خاص نظرِ کرم ڈالتا ہے۔ نصر کو کئی مرتبہ مشرف ہم کلامی عطا کر چکا ہے آج آپ کو شرف باریابی بخشنے والا ہے اگر نصر نے مقنع کی خدائی کا اقرار کر لیا تو وہ ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جس لڑکی سے کہے گا عقد کر دیا جائے۔ اسی طرح آپ نے اگر مقنع کو خدا مان لیا تو اس کی محبوبۂ خاص ہو جاؤ گی۔ اس کے بندے تمہارا بڑا احترام کریں گے۔ دنیا کی ہر چیز اور ہر خوشی آپ کے لئے ہو گی۔ آپ کی عظمت سب سے بڑھ کر جائے گی۔

عالیہ : میں انسان کو خدا نہیں مان سکتی ۔"

زینب :" وہ انسان نہیں خدا ہے ۔ اسے سب کچھ قدرت ہے"۔

عالیہ :" تمہیں معلوم ہے اول تو اس نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا ۔ نقاب پوش پیغمبر کہلاتا تھا جب اس کے معتقدوں کی تعداد بڑھ گئی تو اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ۔

زینب : میں بحث نہیں کرنا چاہتی ۔ اور آپ کو بھی متنبہ کرتی ہوں کہ یہ جگہ بحث کی نہیں کی ہے ۔ خدا کا عرش یہاں سے قریب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو ۔ خدائی کارخانہ دیکھو ۔ یہاں کی روشنی کس قدر تیز مگر ٹھنڈی اور دلفریب ہے ۔ یہ روشنی وسوم بتیوں کی ہے ۔ نہ جھاڑ و فانوس کی ہے اور نہ کسی مادی چیز کی ہے ۔ یہ روشنی نور ہے خدا کے حکم سے پیدا کیا ہوا نور ۔ اس ایوان اعلیٰ کا دستر خوان خدائی دستر خوان ہے یہاں کی ہر چیز لذیز اور خوش ذائقہ ہوتی ہے ۔ ان کی لذت دنیا والوں کے کھانوں سے الگ ہے ۔ یہاں کی ہر چیز نرالی اور عجیب ہے"۔

عالیہ نے کچھ نہیں کہا ۔ وہ نصر کے متعلق سوچ رہی تھی ۔ زینب اسے لیکر ایک صوفہ پر بیٹھ گئی ۔ صوفہ میں سے بھی بھینی بھینی خوشبو پھوٹ رہی تھی ۔ یہ کمرہ نہایت وسیع اور بلند تھا ۔ اس کے نصف حصّہ میں جالی دار پردہ پڑا ہوا تھا ۔

تھوڑی دیر کے بعد کئی آدمی واپس آتے نظر آئے ۔ ان میں نصر بھی تھا ۔ نصر کو دیکھتے ہی پھر عالیہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا ہوا اور وہ بے اختیار کھڑی ہو گئی ۔ زینب نے اسے کھینچ کر بٹھاتے ہوئے کہا " کیا غضب کرتی ہیں آپ ؟ کیوں اپنے بھائی کی دشمن بن رہی ہیں ؟

عالیہ بیٹھ گئی ۔ اور پھر حسرت بھری نگاہوں سے نصر کو دیکھنے لگی ۔ دیکھتی رہی جب تک وہ نظر آتے رہے ۔ جب وہ چلے گئے تو بے اختیار اس کے لبوں سے آہ نکل گئی ۔ زینب نے کہا ." آپ غم نہ کریں یہ جدائی چند روزہ ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تمہارے بھائی نے ابھی تک مقنع کو خدا نہیں مانا ۔ ورنہ اسے تمہارے پاس بھیج دیا جاتا اور تم دونوں مل لیتے"۔

عالیہ : وہ خدا کو انسان کیسے مان سکتے ہیں ۔

زینب : ماننا پڑے گا ورنہ اس کے لئے جہنم تیار ہے"۔

اسی وقت چند لڑکیاں آئیں ، جو نہایت حسین اور پری چہرہ تھیں ۔ سفید لباس پہنے تھیں ۔ سفید

س پہنے تھیں ۔ سفید موتیوں کے زیورات اور سفید ہی زیر پائیاں پہنے بالکل سنگ مرمر کے
معلوم ہوتی تھی ۔ ان کے چہرے گل چاندنی کی طرح سفید تھے جن پر سرخی جھلک رہی
۔ ان کی سیاہ بڑی بڑی آنکھیں بڑی دلفریب تھیں ۔ انھوں نے آکر عالیہ کی تعظیم کی اور ان میں سے
اس سے کہا " چلئے، خالق کائنات نے آپ کو یاد فرمایا ہے "۔
عالیہ کھڑی ہوگئی ۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ۔ وہ اس کے پاس جا رہی تھی جس
عظمت و جلال کے تذکرے وہ سن چکی تھی ۔ اگرچہ وہ اس ملاقات کی جلدی کر رہی تھی ۔ مگر
ب جب کہ ملاقات کا وقت آیا تو اس کا دل دھڑکنے لگا ۔ ہاتھ پیروں میں سنسنی سی ہونے لگی ۔
نب نے کہا اس سے " عالیہ آپ جائیں ۔ جی چاہتا تھا آپ کے ساتھ چلوں ۔ لیکن میں آگے
ہیں جا سکتی میری خدمات یہیں ختم ہو جاتی ہیں ۔ مجھے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ہے آپ جائیں ۔
ر خدا کی خوشنودی حاصل کریں "۔
عالیہ نے اپنا دل مضبوط کر لیا ۔ اس نے دل ہی دل میں خدا سے صبر و استقلال کی دعا مانگی
ں خیال نے اس کے دل کو اور مضبوط کر دیا کہ اسوقت ایک انسان کے سامنے جا رہی ہے ۔ قیامت
ے روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہوگا ۔ انسان سے کیا ڈرنا ، خدا سے ڈرنا چاہیئے ۔ اس خیال
ے اس کے دل کو بڑی تقویت ہوئی ۔ اور وہ ان سیم تنوں کے ساتھ چلی جو اسے لینے آئی تھیں ۔ وہ
رہ سے باہر نکل کر بڑھی ۔ اس کمرہ کے بعد ایک اور کمرہ آیا ۔ وہ پہلے کمرہ سے بھی بڑا ۔ عالی شان اور
نچا تھا ۔ اس کمرہ کی ہر چیز سفید تھی ۔ سفید کپڑوں کے بڑے بڑے پردے تھے اور فرش بھی سفید
لبنوں کے تھے ۔ اس کمرہ میں پہنچ کر سیم تن لڑکیاں رک گئیں ۔ انھیں سے ایک نے کہا " آپ
ائیے ۔ ہم یہاں سے آگے نہیں جا سکتیں "۔
ایک لڑکی نے پردہ اٹھایا ۔ عالیہ چلی اور پردہ کے دوسری طرف نکل گئی ۔ پردہ برابر کر دیا گیا
ایک اور کشادہ کمرہ میں پہنچی ۔ اس کمرہ کی بھی ہر چیز سفید تھی ۔ حتیٰ کہ روشنی تک سفید تھی اور یہ معلوم
ہوتا تھا کہ روشنی کس چیز کی ہے اور کہاں سے آرہی ہے ۔
وہ کمرہ خالی تھا ۔ وہ حیران رہ گئی ۔ کس طرف جائے ۔ اور کیا کرے ؟ حیرت سے ادھر
بھر دیکھنے لگی ۔ اس نے نہایت ہی نرم آواز سنی " آگے بڑھو "۔ وہ متعجب ہو کر چاروں طرف دیکھنے

لگی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ ایک نامعلوم خوف نے اس کے دل کو پھر کمزور کرد
اور اس کا دل پھر دھڑکنے لگا۔

وہ اس طرح جیسے اس پر جادو کر دیا گیا ہو۔ آگے بڑھی۔ مگر جھجکتی ہوئی اور ڈرتی ہوئی پھر آواز آ
"مت گھبراؤ۔ بڑھتی چلی آؤ۔

اس نے پھر گھبرا کر مورنی کی طرح اپنی گردن اٹھا کر ہر طرف دیکھا اسے پھر کوئی نظر نہ آیا۔ اسے
حیرت پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ بڑھتی رہی یہاں تک کہ سامنے والی دیوار کے پاس پہنچ گئی۔ فوراً سحر
چند شیریں آوازیں آئیں "سرتاج خوبانِ جہاں خوش آمدید"۔

اس کے ساتھ ہی بغیر کسی آواز کے دیوار میں شگاف ہو گیا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ جسے
وہ دیوار سمجھ رہی تھی وہ محض پردہ تھا۔ پردہ ہٹتے ہی ایک خوشنما دروازہ بن گیا۔

عالیہ دروازہ میں داخل ہو کر دوسرے کمرہ میں داخل ہوئی جس دروازہ سے وہ آئی تھی وہ بغیر کسی
آواز کے بند ہو گیا۔ اب جس کمرہ میں وہ پہنچی وہ پہلے تمام کمروں سے بڑا اور عالی شان تھا۔ اس کی ہر چیز
بڑی نورانی تھی۔ تیز روشنی سے بقعۂ نور بنا ہوا۔ نہایت ہی خوشگوار اور دل خوش کن لپٹیں آرہی تھیں
اس نے دیکھا سامنے ایک بہت ہی بڑا کا نچ ہے اتنا بڑا کہ اب تک جتنے کمرے اور دروازے
اس نے دیکھے تھے ان سب سے اونچا اور چوڑا اس پر ایک ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا۔ یہ کمرہ بھی خالی
تھا۔ یہاں حد درجہ خاموشی تھی کچھ ایسا سکون چھایا ہوا تھا جس سے دل پر اثر پڑتا تھا اور ایک قسم کی
ہیبت طاری تھی۔

یہ کمرہ بھی خالی تھا عالیہ حیران تھی کہ وہ کہاں آگئی۔ کوئی ہمراہ نہیں، رہنما نہیں۔ وہ چند قدم
ہی چلی تھی کہ نہایت نرم آواز آئی "ادب کر عالیہ، یہ جا شے ادب ہے"۔

وہ رک گئی۔ اس کا دل پھر دھڑکنے لگا وہ اس طلسمی کارخانہ کو دیکھ کر اور بھی متعجب ہو رہی تھی
نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ نہ آواز کا پتہ چلتا تھا کہ کس طرف سے آرہی ہے۔

پھر آواز آئی "دل مضبوط کرو۔ حجاب اٹھنے والے ہیں۔

وہ خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

(۳۷)

عالیہ نے پھر آواز سنی "سامنے دیکھو۔ کائنات کا مالک سامنے ہے"۔

اس نے سامنے دیکھا۔ سامنے وہی کانچہ تھا جو اس نے اس بڑے کمرہ میں آتے ہی دیکھ لیا تھا۔ اس پر ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا۔

آواز پھر آئی "عالیہ، حجاب اٹھتے ہی کائنات کے مالک سامنے سر جھکا دینا، خوف نہ کرنا۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے"۔ آواز صاف آرہی تھی لیکن آواز دینے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کس طرف سے آواز آرہی ہے۔ عالیہ کو تعجب پر تعجب ہو رہا تھا وہ ہکا بکا ہو کر دیکھنے لگی تھی۔ ایک مرتبہ اس کے جی میں آیا کہ بھاگ چلے۔ چنانچہ وہ مڑی۔ اسی وقت آواز آئی کہاں چلیں عالیہ — گھبراؤ نہیں، نہ ڈرو۔ اب حجاب اٹھنے والے ہیں۔ وہ خدا جس نے تمہیں طلب کیا ہے۔ تمہیں ہم کلامی کا شرف بخشنے والا ہے۔ تیار ہو جاؤ"۔

عالیہ پھر رک گئی۔ پھر وہ کانچ کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت کانچہ کا ریشمی پردہ بغیر کسی آواز کے اس طرح آنکھ جھپکتے میں اٹھ گیا کہ اٹھتا ہوا معلوم ہی نہیں ہوا۔

عالیہ حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس پردہ کے اٹھنے پر دوسرا پردہ نظر آیا جو شفق رنگ کا تھا۔ اس پردہ کے سامنے آتے ہی سارے کمرہ میں شفق کی سی روشنی پھیل گئی۔ بالکل ایسی جیسے بادل چھائے رہنے پر تیز شفق کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ اس کا معصوم اور حسین چہرہ اس شفق کی روشنی میں اور بھی دلربا اور دلفریب معلوم ہونے لگا۔ ایسا کہ اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو گیا۔ وہ شفق کی دیوی معلوم ہوتی تھی"۔

پھر آواز آئی "عالیہ! ہوشمندی سے کام لینا۔ حجاب اٹھتے ہی مقنع کے حضور میں سجدہ کرنے

کے لئے اپنی حسین پیشانی فرش پر جھکا دینا "۔

عالیہ سوچ رہی تھی یہ سب کچھ کیا ہے ۔ وہ کیا کرے اس کا دل پھر کچھ دھڑکنے لگا ۔ لیکن ضمیر نے کہا "خدا الامحدود ہے ۔ محدود نہیں ہو سکتا انسانی قالب میں نہیں آسکتا ۔ میں اسے سجدہ نہ کروں گی ۔ ہرگز نہ کروں گی "۔

اسی وقت آواز آئی "سامنے دیکھو" اس نے پھر کانچ پر نظر ڈالی شفق کے رنگ کا پردہ سامنے آگیا ۔ آسمان کی تیر کمان میں جتنے رنگ ہوتے ہیں سب ہی رنگ اس میں تھے ۔ اور پردہ بالکل قوس وقزح معلوم ہو رہا تھا ۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ تمام ہال میں قوس وقزح کا رنگ پھیل گیا تھا ۔ اب آواز آئی "تیری حسین جبین نیاز میں سجدے تڑپ رہے ہیں ۔ عالیہ بس ایک سجدہ تجھے خدا کا مقرب بنا دے گا ۔

سجدہ ۔۔۔ ایک سجدہ ۔۔۔ عالیہ نے دل میں کہا ۔ پھر بولی " ہرگز نہیں ، کبھی نہیں ۔ سجدہ تو سجدہ یہ سر کبھی خم نہ ہوگا ۔ جو سر خدا کے سامنے جھکتا رہا ہے کیا وہ انسان کے سامنے جھکے گا ۔ میری زندگی میں ایسا نہ ہوگا ۔

وہ برابر کانچ کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ قوس وقزح کے رنگ کا پردہ بھی غائب ہو گیا ۔ اور اب ہلکے نیلے رنگ کا سامنے آتے ہی سارے کمرہ میں ہلکی نیلی روشنی پھیل گئی ۔ اس روشنی میں بھی عالیہ بے حد حسین معلوم ہونے لگی ۔ اس کی چاند سی صورت چمک اٹھی "۔

پھر آواز آئی "اب صرف ایک حجاب باقی رہ گیا ہے تیرے اور تیرے خدا کے درمیان میں ، مبارک ہے وہ ہستی جو خدا کی مقرب ہو جو خدا کو سجدہ کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرے ۔ ساری نعمتیں اس کے لئے موجود ہوں گی "۔

عالیہ غور سے کانچ کو دیکھ رہی تھی ۔ دفعتہً ہلکا نیلا پردہ بھی غائب ہو گیا اور اب گہرا نیلا پردہ آ گیا ۔ اس پردہ کا رنگ ایسا تھا جیسے جب آسمان بارش سے دھل کر نکھر جاتا ہے ۔ اس پردہ میں ایک بات اور بھی تھی وہ یہ کہ اس میں ستارے جگمگا رہے تھے ۔ عالیہ حیرت سے اس پردہ کو دیکھنے لگی ۔ اسی وقت آواز آئی ۔

" فانی انسان مادی آنکھوں سے نور الٰہی دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا ۔ اس لئے وہ نور جس کی تجلی عرش

پر رہتی تھی ۔ جو اول آدم کے قالب میں آیا ۔ پھر نوح کے ۔ پھر ہاشم کے اور اب مقنع کے ۔ اب بھی زیر نقاب ہی رہے گا ۔ کثیف پردے اٹھ چکے ہیں ۔ اب لطیف پردہ باقی رہے گا ۔ عالیہ گبھرانہ جانا ، ہمت کرنا ۔ خالق ارض وسما کے حضور میں جبین نیاز خم کر دینا ۔"

دفعتہً نیلا پردہ درمیان میں سے پھٹ گیا ۔ لیکن نہ وہ پھٹتا معلوم ہوا نہ سرکتا ۔ اب ایک جواہر نگار تخت کشتی نما نظر آیا جس کا اگلا حصہ بالکل ہلال کی طرح کا تھا ۔ اور وہ ہلال ہی کی طرح چمک رہا تھا ۔ آواز آئی یہی عرش الٰہی ہے ۔"

اس کشتی نما جواہر نگار تخت پر سنہرا پردہ پڑا ہوا تھا جو نہایت ہی خوشنما تھا وہ پردہ اچانک اٹھ گیا ۔ کوئی شخص تخت پر بیٹھا نظر آیا ۔ وہ نقاب پوش تھا ۔ سنہرا نقاب جس کے حاشیوں پر چار انگل چوڑی سنہری لیس تھی ۔ اس کے منہ پر پڑا ہوا تھا ۔ اس نقاب میں ہیرے کی کنی ٹکی ہوئی تھی ۔ جس پر روشنی کی شعاعیں پڑ رہی تھیں اور وہ جگمگ کر رہا تھا ۔

نقاب کافی باریک تھا ۔ اس نقاب میں سے سونے کا چہرہ چمک رہا تھا اب آواز آئی "خدا نے کائنات ، ذرہ ذرہ کا پروردگار ، زمین اور آسمان کا مالک ، جسے کبھی موت نہ آئے گی ۔ جو اپنی مخلوق پر مہربانی کرتا ہے ۔ سامنے ہے ، یہی وہ خدا ہے جسے سجدہ زیبا ہے ۔ فرشتے ، جن ، انسان ، زمین اور آسمان سب اسے سجدہ کرتے ہیں ۔ اس کی خوشنودی چاہتے ہیں ۔ اس کی رضا پر راضی رہتے ہیں ، عالیہ سجدہ کر ، سجدہ کر ۔"

لیکن عالیہ نے سجدہ نہیں کیا ۔ سجدہ تو سجدہ وہ اس کی تعظیم کے لئے خم بھی نہیں ہوئی ۔ جس طرح سر اٹھائے کھڑی تھی ، کھڑی رہی ۔

مقنع نے کہا "عالیہ ۔۔۔ ہم تیرے جذبات وخیالات سے واقف ہیں تو سمجھتی ہے ہم انسان ہیں ۔ انسان کو سجدہ زیبا نہیں ۔ لیکن ہم تجھے یقین دلاتے ہیں کہ ہم معبود ہیں ۔ تمام خراسان اور ماوراء النہر میں ہماری عبادت کی جائے گی ۔ تمام گردن فراز اور سرکش ہمارے سامنے جھک جائیں گے تو اپنے وہم کو دور کر ۔ اپنے خالق کو سجدہ کر ۔"

عالیہ چپ رہی ۔ مقنع نے پھر کہا "غیب کا علم ہمیں ہے ۔ ہم تیرے دل کا حال بخوبی جانتے ہیں تیرے دل میں نصر کی محبت کے علاوہ سعید کی محبت بھی پیدا ہو گئی ہے تو سمجھتی ہے سعید مر گیا ۔ مگر

وہ مرا نہیں زندہ ہے۔ ہم جانتے ہیں وہ کہاں ہے۔"

مقنع نے عالیہ سے ایسی بات کہی تھی جسے صرف وہی جانتی تھی۔ واقعی اسے سعید سے محبت ہوگئی تھی۔ لیکن اس نے راز کو دل سے زبان تک نہیں آنے دیا تھا کسی سے اس کا ذکر کرنا تو درکنار لیکن مقنع نے بتایا کہ وہ زندہ ہے۔ اس سے اسے بڑی خوشی ہوئی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ معلوم کرے کہ سعید کہاں ہے؟ لیکن اس نے سب کے سر بن کر یہ دریافت کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ وہ اب بھی خاموش رہی تھی۔

مقنع نے کہا" اے شاہِ حسن، تیری خاموشی کچھ معنے رکھتی ہے۔ کیا تو اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے کچھ پوچھنا چاہتی ہے؟

عالیہ نے کہا: جی ہاں"۔

مقنع پوچھ تجھے جواب ملے گا"۔

عالیہ: خدا کو کبھی موت نہ آئے گی۔ کیا درست ہے؟

مقنع: بالکل درست ہے۔

عالیہ: جب خدا آدم، نوح اور ہاشم کے قالب میں آیا اور ان تینوں کو موت آئی تو وہ خدا کہاں رہا۔ خدا ان میں حلول کئے ہوئے ہوتا تو وہ کیوں مرتے۔

مقنع: تو نے ٹھیک سوال کیا ہم کچھ محدود مدت کے لئے آدم، نوح، ہاشم کے قالب میں آئے لیکن اب مقنع کے قالب میں ہمیشہ کے لئے آئے ہیں۔ پہلے لوگ اچھے تھے۔ وہ تھوڑی سی ہدایت سے راہ راست پر آ گئے۔ اس لئے ہم واپس آسمان کے عرش پر جاتے رہے۔ لیکن اب زمانہ خراب آگیا ہے لوگ زیادہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ اب انھیں زیادہ ہدایت کی ضرورت ہے اس لئے ہمارا دنیا میں قیامت تک کے لئے رہنا ضروری ہے۔

عالیہ: کیا یہ ہماری دنیا ہی دنیا ہے اور کوئی دنیا نہیں؟ اگر اور دنیا بھی ہیں تو خدا کی ضرورت وہاں بھی ہونی چاہیئے۔ یہیں کیوں ضرورت ہوئی۔

مقنع: اور بھی بہت سی دنیا ہیں۔ مگر ان دنیاؤں کے انسان اس دنیا کے لوگوں سے ایماندار ہیں، نیک ہیں۔ پرہیزگار ہیں۔ انھیں ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس دنیا کے لوگ

گمراہ ہو گئے ہیں ۔ بے دین ہو گئے ہیں اس دنیا کے لوگوں کو ہدایت کی ضرورت ہے اس لئے ہم یہاں آئے ۔ ابھی تمہیں ان باتوں کے سمجھنے کے لئے کچھ مہلت چاہیئے ۔ تمہیں مہلت دی جاتی ہے ۔ واپس جاؤ ۔ اور اپنے عقائد کو درست کرو ۔"

مقنع کے یہ کہتے ہی جو حجاب اٹھتے چلے گئے تھے ۔ اب گرنے لگے ، آواز آئی "عالیہ ، واپس جاؤ ۔ تم پر افسوس ہے ۔ تم خدا کی خوشنودی حاصل نہ کر سکیں ۔"

عالیہ واپس لوٹی ۔ اور جن جن کمروں سے ہو کر وہ وہاں گئی تھی ۔ ان ہی کمروں کو طے کرنے لگی ۔

(۳۸)

اسلامی سپہ سالاروں محمد اور حسان کے مارے جانے پر لڑائی کا رنگ بگڑ گیا تھا۔ اگرچہ مسلمان اس وقت بھی جب کہ ظہر کا وقت گزر چکا تھا۔ بڑے جوش اور دلیری سے لڑتے رہے تھے لیکن عبیدہ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زیادہ عرصہ تک وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ تمام دن لڑنے کی وجہ سے ان کی قوتیں ختم ہو چکی تھیں۔ یہ تو انھیں یقین تھا کہ وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگنا گوارا نہ کریں گے لیکن یہ خوف ضرور تھا کہ وہ شہید ہو جائیں گے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علم کے نیچے اتنے مسلمان شہید ہو جائیں اور قیامت کے روز وہ جواب دہی میں مبتلا ہوں اس لئے انھوں نے اعلان کر دیا کہ مسلمان دریا کے کنارے کی طرف ہٹ جائیں۔ چنانچہ مسلمان ہٹ کر ایک جگہ جمع ہو گئے مشرکین بھی تمام دن لڑتے لڑتے تھک گئے تھے۔ انھیں یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر دیتے۔ انھوں نے اگلے روز پر یہ جنگ ملتوی کر دی اور واپس لوٹ کر اپنے کیمپ میں پہنچ گئے۔

مسلمانوں نے رات کو اپنے شہیدوں کو میدان جنگ میں سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع کیا۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور انھیں دفن کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے مجروحوں کی مرہم پٹی کی اور عبیدہ کے سمجھانے پر آدھی رات کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔

صبح کو جب سفید پوشوں نے مسلمانوں کو میدان میں نہیں دیکھا تو انھیں بڑی خوشی ہوئی۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان واپس چلے گئے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور خوشی کے شادیانے بجاتے واپس لوٹ گئے۔ انھوں نے یہ پرواہ نہیں کی کہ اپنے مردوں کو دفن کر جاتے یا دریا میں بہا دیتے۔

عبیدہ کو خیال تھا کہ شاید صبح کو مشرک انھیں وہاں نہ دیکھ کر ان کا تعاقب کریں گے اس لئے انھوں نے کہیں قیام نہیں کیا بلکہ دن چھپنے تک چلتے رہے اور کئی آدمیوں کو دشمن کی خبر لانے کے لئے جاسوسی

چھوڑ گئے۔

عبیدہ اور ان کے مسلمان ساتھی وہ تمام سامان اپنے ساتھ لیتے آئے تھے جو انھیں ہراول کو
شکست دینے پر بطور مال غنیمت کے ملا تھا۔ مسلمانوں نے ایک کھلے میدان میں قیام کیا اور فرودگاہ
کی حفاظت کے لئے پچاس سواروں کا دستہ بطور طلیعہ کے مقرر کر دیا۔

مسلمانوں نے رات نہایت آرام سے بسر کی صبح عبیدہ نے پھر انھیں کوچ کرنے کا حکم دینے کا ارادہ
کیا۔ لیکن سعید نے ان سے کہا "جاسوسوں کو آجانے دیجئے۔ ابھی کوچ ملتوی کر دیجئے۔"

عبیدہ: اگر دشمن یلغار کرتا ہوا بڑھا چلا آرہا ہو!"

سعید: آنے دیجئے ہم ڈٹ کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

عبیدہ نے دوسرے سربرآوردہ لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے سعید کی تائید کی مجبوراً عبیدہ
کو قیام کرنا پڑا۔ شام کے وقت جاسوس آئے۔ انھوں نے بتایا کہ مشرکین واپس لوٹ گئے ہیں
اس خبر سے مسلمانوں کو اطمینان ہو گیا۔

عبیدہ نے مجلس شوریٰ منعقد کی تمام افسروں اور ذی رائے لوگوں کو بلا لیا۔ جب سب آئے
ان سے کہا "تمہیں معلوم ہے ابو نعمان اور لیث نے اس لشکر کا سپہ سالار محمد بن صبر کو مقرر کیا تھا
وہ شہید ہو گئے۔ پھر لیث کے بھتیجے نے علم لے لیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ مجبور ہو کر میں نے
بغیر کسی کے کہے سنے علم لے لیا اور اس لشکر کی قیادت کی۔ میرا یہ منصب نہیں تھا۔ مگر مسلمانوں
نے میری اطاعت کی۔ میں ان کا مشکور ہوں۔ اب تم سب یہ طے کر دو کہ اس لشکر کا سپہ سالار کسے
مقرر کیا جائے۔ اول سپہ سالاری کا مسئلہ طے کر لو۔ بعد میں دوسرے مسئلے طے ہوں گے۔

ایک شخص نے کہا "آپ نے جنگ کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ اور جب کہ مسلمانوں کی کشتی
ڈگمگانے لگی تھی۔ آپ نے ساحل سے لگا دیا۔ ہمیں یہاں تک بہ عافیت لے آئے۔ ہم اس
منصب کے لئے آپ سے بہتر کسی کو نہیں سمجھتے۔"

اور بھی کئی لوگوں نے یہی کہا اور سب کا اسی بات پر اتفاق ہو گیا کہ عبیدہ ہی اس لشکر کے
سالار رہیں۔

عبیدہ نے ان سب کا شکریہ ادا کر کے کہا آپ نے مجھ بوڑھے کے کندھوں پر یہ ذمہ

داری کا بوجھ لادا ہے ۔ سچ یہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں ۔ ایک زمانہ تھا ۔ جب میں جوان تھا میرے دل میں جذبۂ جہاد تھا ۔ میرے دن اور رات جنگی معاملات سے مشوروں میں گزرتے تھے مجھے مہموں پر جانے کا شوق تھا اور میں سپہ سالاری کے فرائض خوش ہو کر انجام دیا کرتا تھا ۔ لیکن اب نہ وہ دن رہے ، نہ وہ سن رہا ، نہ وہ جذبہ رہا ، نہ وہ جوش رہا ۔ اب میں ایک سپاہی رہ گیا ہوں ۔ یہ منصب نوجوانوں میں سے کسی کو ملنا چاہیئے آپ کسی نوجوان کو منتخب کر لیں ؟"

سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا " ہم تو آپ کو سپہ سالار منتخب کر چکے ہیں اب آپ ہی کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ ہم میں سے جسے آپ مناسب سمجھیں اسے مقرر کر دیں ۔

عبیدہ : اچھا یہ تھا کہ آپ لوگ ہی منتخب کر لیتے ۔

کئی لوگوں نے کہا " نہیں مناسب یہی ہے کہ آپ ہی مقرر کر دیں ۔

عبیدہ : شاید میں ایسے شخص کا نام لوں جسے آپ پسند نہ کریں ؟"

ایک بزرگ بولے " ہم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جسے ہم پسند نہ کریں "

عبیدہ : تب سنو ، میں سعید کا نام پیش کرتا ہوں ۔

سب نے کہا یہ انتخاب برا نہیں ہے ہم نے جو جوش ، عزم ، جو دلیری ، جو جرأت اور جو طریقہ جنگ سعید کا دیکھا ہے ۔ اس سے ہم اس انتخاب کو بہت پسند کرتے ہیں ۔

سعید نے کہا " میرے بزرگو اور دوستو ، میں ایک ناتجربہ کار نوجوان ہوں یہ مانا کہ مجھ میں جوش ہے ، عزم ہے ، دلیری ہے ، جرأت ہے ۔ لیکن میں فنون جنگ میں کامل دست گاہ نہیں رکھتا اس لئے اس منصب کا اہل نہیں ہوں ۔ مجھ سے بہتر لوگ خدا کے فضل سے موجود ہیں ۔ ان میں سے کسی موزوں شخص کا انتخاب کر لیا جائے ۔

کئی آوازیں آئیں " انتخاب ہو چکا ۔ اب اس میں رد و بدل نہیں ہو سکتا ؟"

سب نے بالاتفاق سعید ہی کو سپہ سالار مقرر کیا ۔ سعید نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا میرے بزرگ عبیدہ نے جو طریقہ واپسی کا اختیار کیا ۔ اسوقت وہی مناسب تھا ۔ اگر اس پر عمل نہ ہوتا اور ہم جوش میں آ کر لڑتے ہی رہتے تو خدا جانے انجام کیا ہوتا ۔ ہم اپنے علاقہ سے دور تھے اور دشمن اپنے علاقہ میں تھا ۔ اسے برابر مدد پہنچ سکتی تھی اور ہمیں مدد پہنچنا دشوار تھا ہم وہاں سے دو منزل پیچھے

ہٹ آئے ہیں اب ہمیں اور پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے ۔ اگر دشمن یہاں ہم پر حملہ کرے تو ہمیں پوری قوت سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور اگر وہ حملہ نہ کرے تو ابھی ہمیں بھی اور نہیں ہٹنا چاہیئے میں آج ہی اس جنگ کی تمام روئیداد لکھ کر خلیفہ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور ان سے مدد کی درخواست کروں گا ۔ میری تجویز یہ ہے جو میں امیر المومنین کو لکھوں گا کچھ لشکر تو ہماری مدد کے لئے بھیجا جائے اور زیادہ لشکر سے بخارا اور صغد پر حملہ کیا جائے ۔ ایک طرف سے بخارا پر، دوسری طرف سے صغد پر اور تیسری طرف سے ماوراالنہر پر حملے کئے جائیں ۔ اس سے دشمن کی قوت منتشر ہو جائے اور شاہی فوجوں کو کامیابی حاصل ہوگی ۔

سب نے سعید کے ان مشوروں کو بہت زیادہ پسند کیا ۔ چنانچہ سعید نے جنگ کی مفصل روئیداد محمد بن نصیر اور حسان کے شہید ہونے ۔ اسلامی لشکر کے دو منزل پیچھے ہٹ آنے ۔ اپنے سپہ سالار مقرر ہونے کے سب واقعات لکھ کر یہ تجویز بھی لکھ دی کہ کچھ لشکر بخارا پر اور کچھ صغد پر بھیجا جائے اور کچھ لشکر سے ان کی مدد کی جائے ۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس لشکر کا سپہ سالار بھی یا تو کسی اور شخص کو مقرر کیا جائے ۔ یا دارالخلافہ سے بھیجا جائے ۔

انھوں نے قاصد ابو نعمان اور لیث کی خدمت میں بھیجا ۔ چونکہ وہ اس نواح کے گورنر تھے اس لئے قاعدہ میں ان کے پاس ہی قاصد بھیجنا چاہیئے تھا جب قاصد لیث کے پاس پہنچا تو انھیں بھائی اور بھتیجے کے شہید ہونے کا علم ہوا تو انھیں بڑا رنج ہوا ۔ انھوں نے سعید کی تحریر دربار خلافت میں روانہ کر دی اور سعید کی رپورٹ پر یہ سفارش کی کہ ان کی تجویزیں نہایت مناسب ہیں ۔ دشمن کی قوت بڑھتی جاتی ہے ۔ اگر اس کا قلع قمع نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ایران اور عراق کی طرف بھی نہ بڑھنے لگے ۔ ساتھ ہی یہ سفارش بھی کی کہ سعید ہی کو اس لشکر کا سپہ سالار رکھا جائے ۔

جب خلیفہ کے حضور میں قاصد پہنچا اور انھیں واقعات کا علم ہوا تو انھیں بڑا غصہ آیا ۔ انھوں نے بریل بن یحییٰ کو سعید کی مدد کے لئے ایک ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجا ۔ سعید کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر اور جبریل بن یحییٰ کے بیٹے یزید کو پانچ ہزار فوج دے کر بخارا اور صغد کی طرف روانہ کیا ۔ یزید کو یہ ہدایت کی کہ وہ بخارا اور صغد پر یلغار کر کے فتح کرتے ہوئے ماوراالنہر کی طرف بڑھیں ۔

(۳۹)

یزید بڑے جوش اور عزم کے ساتھ بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں معلوم تھا کہ مقنع اور اس کے وحشی پیروؤں نے مسلمانوں پر عافیت تنگ کردی ہے۔ اس پر سفاکانہ مظالم کرتے ہیں جو لوگ اسلام کو نہیں چھوڑتے اور مقنع کو سجدہ نہیں کرتے ان میں سے زیادہ تر کو زندہ آگ میں جلوا دیتے ہیں یا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیتے ہیں۔ انھیں مقنع اور اس کے سفید پوش فدائیوں پر بڑا غصہ آرہا تھا۔ وہ جلد بخارا میں پہنچ کر ان وحشیوں سے لڑائی شروع کردینا چاہتے تھے۔

چنانچہ وہ تیزی سے سفر کررہے تھے۔ ان کے ہمراہی مجاہدوں میں بھی بڑا جوش تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مقنائی مسلمانوں پر کس قدر وحشیانہ مظالم کرتے ہیں۔ ورنہ وہ غضب ناک ہوکر ان پر ٹوٹ پڑتے اور ان کا خاتمہ کئے بغیر دم نہ لیتے۔

جوں جوں وہ بخارا کے قریب پہنچتے جاتے تھے ان کے دلوں میں جنگ کا جذبہ بڑھتا جاتا تھا وہ ان لوگوں کے مٹانے کے درپے ہوگئے تھے جو ایک انسان کو خدا مان بیٹھے تھے۔ اسے سجدہ کرتے تھے پروردگار حقیقی کو بھول گئے تھے اور ایسے سنگ دل ہوگئے تھے کہ جو لوگ مقنع کو سجدہ نہ کرتے تھے انھیں قتل کرڈالتے تھے ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے تھے۔

اس لشکر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع مقنع کو بھی ہوگئی تھی اس نے اپنے ایک مشہور اور بہادر سپہ سالار ہشیم کو یزید کے مقابلہ کے لئے سات ہزار لشکر دے کر روانہ کیا اور اسے یہ ہدایت کی کہ بخارا کی سرحد پر یزید کو روک کر اسے شکست دیکر بھگا دے۔

ہشیم بھی مشرکوں کا لشکر لے کر تیزی سے روانہ ہوا۔ وہ بخارا کی سرحد پر ہی اسلامی فوجوں کو

روک دینا چاہتا تھا ۔ چنانچہ وہ یزید کے پہنچنے سے پہلے ہی سر پر جا پہنچا اور یزید کے آنے کا انتظار کرنے لگا ۔

یزید نے چند لوگ دشمن کی خبریں معلوم کرنے کے لئے جاسوسی پر بھیج دیئے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ہشیم سرحد پر فوجیں لے کر آگیا ہے۔ سات آٹھ ہزار سپاہ ساتھ ہے۔ یزید نے یہاں سے نہایت احتیاط سے سفر شروع کیا ۔ کچھ سوار بطور ہراول کے آگے روانہ کرتے ۔ کچھ یمین و یسار میں حفاظت کے لئے لشکر کے ساتھ کچھ فاصلہ پر پھیلا دیتے اور اطمینان سے سفر کرتے ۔

ان کا اس احتیاط نے اسلامی لشکر کو کئی موقعوں پر زغہ میں آنے سے بچا لیا ۔ ہوا یہ کہ دو ہزار سواروں کو ہشیم نے اس لئے بھیجا کہ وہ کمین گاہ میں چھپ جائیں اور موقع پر اسلامی لشکر پر اچانک یلغار کر کے اسے پراگندہ کر دیں ۔

یہ لشکر کمین گاہ میں چھپ گیا ۔ لیکن یزید نے یمین و یسار میں جو محافظ دستے قائم کر دیئے تھے ان کی وجہ سے ان شریروں کو حملہ کا موقع نہ ملا اور وہ ناکام واپس چلے گئے ۔

آخر ایک روز یزید کا لشکر بخارا کی سرحد پر ہشیم کی فوجوں کے سامنے پہنچ گیا اور کافی میدان درمیان میں چھوڑ کر فرو کش ہو گیا ۔ یزید نے اسلامی کیمپ ایسے موقع پر ڈالا جس کے دو طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں کا سلسلہ چلا گیا تھا ۔ اس طرف سے لشکر محفوظ ہو گیا ۔ دشمن کے حملہ اور شب خون کا اندیشہ نہ رہا ۔ دو طرف حفاظتی دستے مقرر کر دیئے اور انھیں ہوشیار رہنے کی ہدایت کر دی ۔

ہشیم نے جب مسلمانوں کی تعداد معلوم کی اور اسے بتایا گیا کہ صرف پانچ ہزار سپاہ ہے تو اس نے فخر سے کہا " اور اتنے مسلمانوں کو زیر کر لینا کیا بڑی بات ہے ۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو جب وہ جنگ کے لئے تیار ہوں اور میدان میں نکلیں تب ان سے لڑو ۔

اس کی اس حماقت سے مسلمانوں کو آرام کرنے کا موقع مل گیا ۔ مسلمان چونکہ اپنی طرف سے کوئی ابتدا نہ کرنا چاہتے تھے ۔ اس لئے وہ میدان میں نہ نکلے اور کئی روز کا موقع ملنے پر اچھی طرح سے سفر کی تکان دور ہو گئی ۔

ہشم نے جب دیکھا کہ مسلمان نہایت اطمینان سے پڑے ہیں اور ان کا ارادہ لڑائی کی ابتدا نہ کرنے کا نہیں ہے تو اس نے ایک روز اپنے تمام لشکر میں اعلان کرا دیا کہ کل صبح حملہ کیا جائے گا ۔

سب افسر اپنا اپنا لشکر لے کر میدان میں پہنچ جائیں۔

دوسرے روز جب مسلمان صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو انھوں نے دشمن کے لشکر میں نقل وحرکت دیکھی۔ یزید نے اسی وقت پکارا۔

"مسلمانو! آج دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے۔ فوراً تیار ہو کر میدان جنگ میں نکلو۔"

مسلمان اپنے اپنے خیموں کی طرف دوڑ گئے اور جلد از جلد مسلح ہو کر میدان میں نکلنے لگے یزید بھی پہنچ گئے۔ اور انھوں نے لشکر کو صف بستہ کرنا شروع کر دیا۔

ہشیم بھی میدان میں پہنچ گیا تھا۔ اس کا لشکر بھی مسلح ہو کر آ گیا تھا۔ ہشیم نے بھی اپنی سپاہ کو ترتیب دے لیا تھا۔ اس نے اپنے تمام لشکر کی سات صفیں قائم کی تھیں۔ مسلمانوں کی پانچ صفیں تھیں۔ دونوں لشکروں کے صف بستہ ہوتے تک سورج بہت اونچا ہو گیا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی آفتاب کی شعاعوں میں سپاہیوں کے ہتھیار چمکنے لگے۔ ہشیم کے سپاہیوں کی پوشاک بالکل سفید تھی اور یزید کے ساتھیوں کی سیاہ تھی۔

ہشیم نے لشکر کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ سفید پوش "یا مقنع" کا نعرہ لگا کر بڑھے۔ مسلمان نہایت اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے انھیں بڑھتے ہوئے دیکھتے رہے۔

جب سفید پوش کافی قریب آ گئے تو انھوں نے کمانیں شانوں سے اتار کر ان میں تیر جوڑے اور مسلمانوں کی طرف چلائے۔ مسلمانوں نے ان تیروں کو اپنی ڈھالوں پر لیا۔ اس طرح جنگ کی ابتدا ہو گئی۔ اور مشرکوں نے پہلا وار کیا۔

مسلمانوں کی اگلی صف نے ڈھالوں کا حصار قائم کر لیا اور پچھلی صف نے کمانیں ہاتھوں میں لے کر تیر لگا کر اس طرح چھوڑے کہ سب تیر ایک ساتھ سنسناتے ہوئے لپکے۔

مشرکوں نے بھی ان تیروں کو اپنی ڈھالوں پر لیا۔ لیکن کئی تیر کئی مشرکوں کے سینوں اور پیٹ میں ترازو ہو گئے اور وہ تڑپ تڑپ کر گر رہے۔ اس سے سفید پوشوں کو جوش آ گیا۔ انھوں نے جھپٹ کر تلواروں سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان گویا اس حملہ کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ یزید نے جلدی جلدی تین نعرے لگائے۔ مسلمانوں نے تیسرے نعرہ پر پُر شور نعرہ لگایا اور تلواریں سونت کر نہایت زور سے حملہ کیا۔

تلواریں بلند ہو ہو کر جھکنے لگیں۔ ڈھالیں اٹھنے لگیں۔ مشرک شور کرنے لگے۔ مارکاٹ شروع ہو گئی۔ مسلمان نہایت خاموشی سے وار کرنے لگے۔ ہر مسلمان جوش و غضب کا پتلہ بن گیا اور بڑی سختی سے حملے کرنے لگا انھوں نے بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں نے مشرکوں کی پہلی صف توڑ کر دوسری پر حملہ کر دیا۔ اور کچھ مسلمان دوسری صف کو بھی توڑ کر تیسری صف سے جا ابھے اور جو مسلمان تیزی سے جس جگہ پہنچ گیا نہایت جرأت اور دلیری سے لڑنے لگا۔

مشرکین بھی پوری قوت سے حملے کر رہے تھے۔ انھیں یہ غصہ تھا کہ مسلمان ان کے خدا کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک دھوکہ باز انسان بتاتے ہیں وہ اپنے خدا کے اس قدر عقیدت مند تھے کہ اس کی شان میں گستاخی کا ایک لفظ سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے اس لئے انھیں بڑا جوش تھا اور وہ غضب ناک ہو کر حملے کر رہے تھے۔

ان کے تند و تیز حملوں سے مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچ رہا تھا۔ وہ وہ بھی شہید اور زخمی ہو رہے تھے لیکن جوں جوں جنگ کی آگ بھڑکتی جاتی تھی مسلمانوں کا جوش ہیجان میں آتا جاتا تھا۔

کافروں کی تلواریں مسلمانوں کو قتل کر ڈالنے کے لئے بڑی شدت سے چل رہی تھیں۔ وہ زور زور سے حملے کر رہے تھے۔ مسلمان بڑے استقلال سے ان کے حملے روک کر خود بھی نہایت سختی سے حملے کر رہے تھے۔

مشرکوں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی وہ اپنی کثرت کے زعم میں بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمان بڑے استقلال سے ان کے حملے روک رہے تھے اور جوش میں آکر خود بھی حملے کرتے تھے۔

مشرکوں کی تینوں صفوں کو مسلمانوں نے توڑ دیا تھا اور وہ تینوں صفوں میں گھس کر بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کی پہلی ہی صف کے مجاہدین نے بڑھ کر مشرکوں کی تینوں صفوں کو توڑ ڈالا تھا اور ان کی دوسری صف اس مشرک سے جنگ کر رہی تھی جوان پر حملے کر رہے تھے مشرک مسلمانوں کی اس دوسری صف میں کوئی رخنہ نہ ڈال سکے تھے۔

سفید پوش مشرکوں نے جوش میں آکر ان مسلمانوں پر یلغار کر دی جو ان کی صفوں کے درمیان میں لڑ رہے تھے ۔ مسلمانوں نے ان کے حملے کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ۔ لیکن ان پر کچھ اس طرح مشرک چھا گئے ۔ کہ انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا ۔ وہ قدم قدم پیچھے ہٹنے لگے ۔ اس سے مشرکوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے نہایت سختی سے دوسرا حملہ کیا مسلمان ان کا حملہ نہ روک سکے وہ پیچھے ہٹنے لگے ۔

(۴۰)

مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے ہوئے یزید نے دیکھ لیا۔ یزید ایک ٹیلہ پر کھڑے میدان جنگ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ موقع بہ موقع افسروں کے پاس احکام بھیج رہے تھے۔

جب تک مسلمان مشرکوں کی صفوں کو توڑ کر آگے بڑھتے رہے وہ خوش ہوتے رہے لیکن جب انھوں نے انھیں پیچھے ہٹتے دیکھا تو انھیں افسوس ہوا۔ انھوں نے فوراً حکم بھیجا کہ دوسری صف کے مسلمان پہلی صف کے مسلمانوں کی مدد کریں۔

یزید کا یہ حکم پہنچتے ہی دوسری صف کو حرکت ہوئی۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اور اپنے سامنے والوں پر اس سختی سے حملہ کیا کہ وہ پیچھے ہٹ کر ان مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے جو ہٹتے چلے آرہے تھے۔ ان مسلمانوں میں سے کچھ تو اپنے سامنے والوں سے صبر و استقلال اور جرأت و ہمت سے لڑنے لگے اور کچھ مسلمانوں نے پلٹ کر ان مشرکوں پر حملہ کر دیا جو مسلمانوں کی دوسری صف کے مقابلہ سے دبتے اور پیچھے ہٹتے چلے آرہے تھے۔

مسلمانوں کا یہ حملہ بہت ہی سخت ہوا۔ انھوں نے کافروں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا پھرتی سے حملہ کر کے انھیں اس طرح قتل کیا جیسے وہ قتل ہونے ہی کے لئے ان کے سامنے آ گئے تھے۔ بے دریغ انھیں قتل و زخمی کر کے ان کی لاشوں سے زمین بھر دی۔

ادھر سے پہلی صف والے مسلمانوں نے پیچھے پلٹ کر حملہ کیا ادھر سے دوسری صف کے مسلمانوں نے ان پر سختی سے وار کر کے انھیں بہت جلد ٹھکانے لگا دیا۔ بہت کم مشرکین کسی طرح اپنی جانیں بچا کر اپنی پچھلی صفوں میں پناہ لے سکے۔ ورنہ سب کے سب مارے گئے۔

جو مسلمان یا مشرک مارے جاتے تھے ان کے کٹے ہوئے دھڑوں سے اس طرح خون ابلتا

جیسے مشکیزوں کے بند کھل گئے ہوں اور ان سے پانی بہہ رہا ہو۔ جگہ جگہ خون کے پرنالے بہہ رہے تھے۔ کٹے ہوئے ہاتھوں اور پیروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ لاشوں پر لاشیں پڑی تھیں۔

تلواریں اس پھرتی سے کاٹ کر رہی تھیں کہ حیرت ہوتی تھی جو لوگ لڑ رہے تھے انکے ہاتھ پیر اور سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے اور ادھر ادھر گر رہے تھے۔

مسلمانوں کی دوسری صف نے بڑھ کر پہلی صف کے مسلمانوں کو سہارا دیا۔ جب پہلی صف کے مسلمانوں کو مدد پہنچ گئی تو وہ سنبھل کر نئے جوش سے حملہ آور ہوئے۔ ساتھ ہی دوسری صف کے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ ہی حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے اس حملہ کو مشرکین نہ روک سکے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ مسلمان بڑھ کر حملے کرنے اور انھیں موت کے گھاٹ اتارنے لگے انھوں نے بہت سے کافروں کو مار ڈالا اور ان کی لاشوں سے اس جگہ کو بھر دیا۔

ہشیم بھی ایک اونچی جگہ پر کھڑا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے مسلمانوں کو بڑھتے اور اپنے سپاہیوں کو قتل اور پسپا ہوتے دیکھا تو اسے جوش آ گیا۔ اس نے عام حملہ کا حکم دے دیا اور خود بھی ٹیلہ سے اتر کر سپاہیوں کے ہمراہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔

مشرکوں کی صفیں اس زور سے حملہ آور ہوئیں کہ اگر ان کے سامنے پہاڑ بھی آجاتا تو وہ اسے بھی الٹ دیتیں۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے پر زور حملہ کو بڑی جواں مردی سے روکا۔ پتھر کی چٹان کی طرح ان کے سامنے ڈٹ گئے اور وہ بھی پھرتی اور تیزی سے حملے کرنے لگے۔

یزید نے دیکھ لیا کہ کافروں کا تمام لشکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا ہے۔ مسلمانوں کی صرف دو صفوں کے مسلمان تمام مشرکوں کا مقابلہ کر رہے تھے انھوں نے تیسری صف کو بھی اشارہ کیا۔

اس تیسری صف کے مسلمان بڑی بے صبری سے اشارہ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ مشرکوں کی طرف دوڑے اور انھوں نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگا کر نہایت سختی سے حملہ کیا اس پھرتی سے تلواریں ماریں اور اس زور سے بڑھے کہ بیسیوں کافروں کو مار ڈالا اور مشرکوں کے لشکر میں زلزلہ ڈال دیا۔

مشرکوں نے بھی مسلمانوں پر پر زور حملے شروع کئے۔ انھوں نے بھی کئی مسلمانوں کو شہید

کر دیا۔ کئی کو زخمی کر ڈالا۔ جو مسلمان زخمی ہوئے انھوں نے جوش اور طیش میں آ کر سختی سے حملہ کر کے کئی کافروں کو مار گرایا اور دوسرا حملہ کر کے اپنے سامنے والے کافروں کو دوسری صف والے کافروں پر الٹ دیا۔

اس وقت ہنشیم آگے بڑھ آیا۔ اس نے اپنے فوجیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے مقنع کو خدا ماننے والو، یہ کافر مسلمان تمہارا مذہب اور تمہیں مٹانے کے لئے تم پر چڑھ کر آئے ہیں۔ یہ بڑے مغرور اور نہایت ظالم ہیں۔ اگر یہ فتح یاب ہوئے تو تمہارے مردوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ تمہاری عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے کنیزیں اور غلام بنا لیں گے ان کی تعداد بہت کم ہے۔ جرأت و ہمت سے کام لو۔ ان کا خاتمہ کر ڈالو۔ مقنع تمہارے اس کام سے بہت خوش ہوں گے اس حملہ میں تمہیں جنت کی سیر کرا دیں گے اور جو مارے جائیں گے وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن جو لوگ آج بزدلی کریں گے قتل و خون ریزی میں کمی کریں گے یا بھاگیں گے۔ وہ مقنع کے غضب میں گرفتار ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں اگر زندہ رہیں گے تو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ مرجائیں گے تو دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

اس لئے اے مردانِ کارزار بڑھو، سرفروشی کرو اور مسلمانوں کو ذبح کر کے ڈال دو۔"

اس کی تقریر سے مشرکوں میں تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ وہ غضبناک ہو کر بڑھے اور انھوں نے سختی سے حملہ کیا کہ مسلمان گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگے۔

اس وقت جنگ کا زور اور بھی بڑھ گیا۔ تیزی سے خونریزی ہونے لگی۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔ شور و غوغا پہلے سے دوچند ہو گیا اور اس قدر ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

یزید ابھی تک اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ انھوں نے چوتھی صف کو حملہ کا اشارہ کیا۔ مسلمان بڑھ کر اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچے اور انھوں نے مسلمانوں سے آگے بڑھ کر مشرکوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی پیش قدمی رک گئی۔ ان تازہ دم مسلمانوں نے جلدی جلدی حملے کر کے بہت سے کافروں کو قتل و زخمی کر دیا اور بہت سے مشرکوں کو اتنا دبایا کہ وہ پچھلے کافروں سے مل کر

کر اس طرح چپک کر کھڑے ہو گئے کہ نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

مسلمانوں نے ان میں سے پچاسوں آدمیوں کو چشم زدن میں مار ڈالا۔ اور بڑھ کر مشرکوں کو مارتے ہٹاتے اور دباتے بڑھنے لگے۔

ہشیم خود بھی جنگ میں کود پڑا تھا۔ وہ بڑھ کر نہایت دلیری سے لڑنے لگا اور اس نے اپنے لشکر کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھال کر مسلمانوں پر حملہ کیا کہ مسلمان پھر گھبرا گئے۔

مسلمانوں کی یہ کیفیت یزید نے دیکھی وہ جلدی سے ٹیلہ سے اترے اور مسلمانوں کی پانچویں صف کو ساتھ لے کر دوڑے اور جھپٹ کر اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ مشرکوں کو ان کا حملہ روکنا دشوار ہو گیا۔

مسلمان بڑھتے رہے۔ ان کی تلواریں پھرتی سے چلنے لگیں۔ تیزی سے سر و تن کے فیصلے ہونے لگے۔ خون کی چھینٹیں اڑنے لگیں۔ لاشیں گرنے لگیں خون ریزی اور بھی بڑھ گئی۔ جو لڑائی چنگاری کی حیثیت سے شروع ہوئی تھی وہ اب شعلوں کی صورت اختیار کر گئی۔ جتنی دور میں کافر اور مسلمان پھیل گئے تھے جنگ کی آگ اتنی ہی دور میں بھڑک اٹھی تھی۔

ہشیم نے پھر اپنے سپاہیوں کو جوش دلا کر بڑھایا وہ بڑھے۔ اور انھوں نے پھر مسلمانوں پر تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ لیکن اسی وقت یزید پانچ سو جوانوں کے ساتھ ہشیم کی طرف بڑھے اور درمیانی لوگوں کو قتل کرتے اور ہٹاتے اس کی طرف بڑھنے لگے۔

ہشیم نے انھیں اپنی طرف بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ لڑائی میں مشغول تھا۔ یزید اچانک اس کے سامنے پہنچ گئے۔ انھوں نے اسے للکارا ہشیم نے نگاہ اٹھا کر انھیں دیکھا۔ ان کی صورت دیکھتے ہی وہ سہم گیا اور جلدی سے گھوڑا لوٹا کر پیچھے ہٹا۔ یزید بڑھے۔ بہت سے کافر درمیان میں آ گئے اور وہ انھیں صاف کرتے میں رک گئے۔ اس سے ہشیم کو موقع مل گیا اور وہ ہٹتا چلا گیا۔

مشرکوں نے اسے ہٹتے دیکھ لیا۔ وہ ایک دم گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور ان کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ وہ اور بھی سراسیمہ ہو گئے۔ ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرنا چاہا۔ یزید نے تعاقب کرنے

سے منع کر دیا۔ مسلمان لوٹ آئے۔ مشرکین اپنے کیمپ میں چلے گئے اور مسلمان اپنی فرودگاہ پر آ گئے۔

دوسرے روز جب مسلمانوں نے صبح کی نماز پڑھ لی۔ اور کافروں کے لشکرگاہ کی طرف دیکھا تو میدان خالی تھا۔ معلوم ہوتا تھا وہ رات ہی کو بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو افسوس بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ افسوس ان کے فرار ہو جانے کی وجہ سے ہوا اور غصہ اپنے اوپر اس لئے آیا کہ کل ہی ان کا تعاقب کیوں نہ کیا۔

مگر اب کیا ہوتا وہ بھاگ چکے تھے۔ انھوں نے اس جگہ پہنچ کر جہاں دشمن کا لشکر مقیم تھا جو سامان انھیں ملا وہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہ وہ سامان تھا جسے دشمن اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا۔

(۳۱)

عالیہ اپنی رہائش گاہ پر واپس لوٹ آئی ۔ اس نے اس دن اور رات کو جو کچھ دیکھا تھا اس پر حیران ہو رہی تھی ۔ عجب طلسمی کارخانہ تھا ۔ ایوان اعلیٰ جسے تجلی گاہ خاص بھی کہا جاتا تھا ۔ نہایت شاندار محل تھا ۔ اس کے کمرے نہایت وسیع ، بلند اور شاندار تھے ۔ ان کا آرائشی سامان نہایت خوشنما اور قیمتی تھا ۔ روشنی عجیب تھی ۔ آواز کا لہجہ نرم اور خوش گوار تھا ۔ لیکن تعجب خیز یہ بات تھی کہ نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ روشنی کس چیز کی ہے اور کہاں سے آ رہی ہے نہ بولنے والا نظر آتا تھا ۔ وہ پردے جو مقنع کے تخت کے سامنے تھے جنہیں حجابات کہا جاتا تھا بڑے عجیب تھے ۔ جس قسم کے پردے ہوتے ویسی ہی روشنی ہو جاتی ۔ کیا یہ بائیں عجائبات سے نہ تھیں ۔

ان کے ساتھ ہی جب اسے اپنے بھائی نصر کا خیال آیا تو وہ بے چین ہو گئی ۔ اسے دیکھ لیا ۔ لیکن مل نہ سکی ۔ باتیں نہ کر سکی ۔ وہ دیر تک اپنے خیالات کو بدلتی رہی ۔ بڑی رات گئے اسے نیند آئی ۔

اس کا خیال تھا کہ مقنع نصر کو اس سے ملنے کی ضرور اجازت دے دے گا اور وہ کسی نہ کسی روز ان سے مل لے گی لیکن کئی روز گزر گئے اور ایسا نہ ہو سکا ۔ نصر سے ملنے کی آرزو پوری نہ ہوئی نہ پھر اسے عذرا ملی ۔

ایک روز فاطمہ اس سے ملی ۔ اس کی قیام گاہ پر آ کر اس نے کہا "عالیہ ایک بات تمہارے بھلے کی کہنا چاہتی ہوں"۔

عالیہ نے کہا "کہو"

فاطمہ : پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں اپنے بھائی سے محبت ہے؟"
عالیہ : ایسی کون بہن ہوگی جسے اپنے بھائی سے محبت نہ ہوتی ہو"۔
فاطمہ : اچھا تو اپنے بھائی کو بچا لو"۔

عالیہ ہول گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ اس کے بھائی پر شدید مظالم شروع کر دیئے گئے ہیں۔ وہ بڑی مضطرب اور بے چین ہوئی۔ لیکن اس نے اپنا اضطراب فاطمہ پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اسے عذرا کی یہ نصیحت یاد آگئی کہ یہاں کسی کو اپنا ہمدرد نہ سمجھنا۔ کسی پر اپنا راز ظاہر نہ کرنا۔ یہاں ہر ایک رہزن ایمان ہے ہر ایک دوسرے کو اپنا ہی جیسا بنا لینا چاہتی ہے۔ کسی کی چاپلوسی سے دھوکہ نہ کھانا۔

اس نے لاپرواہی کے انداز سے کہا "بھائی کو کیسے بچا لوں، میں خود نظربند ہوں"۔

فاطمہ : یا تو تمہیں اپنے بھائی سے محبت نہیں ہے۔ یا یہ نہیں جانتی کہ وہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور اس پر کیا عذاب ہونے والا ہے"۔

عالیہ کی لاپرواہی ختم ہوگئی۔ بھائی کی محبت نے جوش مارا۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوگئی کہ اس کے بھائی پر کیا سختیاں ہو رہی ہیں اور کیا عذاب ہونے والا ہے۔ اس نے کہا "کیا معلوم ہوا ہے تمہیں میرے بھائی کے متعلق؟"

فاطمہ : ابھی اس پر معمولی سختیاں شروع کی گئی ہیں۔ کھانے کو ایک وقت اور تھوڑا سا ملتا ہے۔ پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں۔ ایک تاریک کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا ہے لیکن اگر اس نے مقنع کو خدا نہ مانا اور اسے سجدہ نہ کیا تو پھر دوزخ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا دوزخ کا عذاب۔ میری تو روح کانپ جاتی ہے۔ اس کا نام سن کر ہی۔ بڑا روح فرسا اور اذیت دہ ہے"۔

عالیہ خاموش ہوگئی۔ فاطمہ نے کہا "آپ اسے بچا سکتی ہیں مقنع تم پر بڑا مہربان ہے آپ مقنع کی مقرب بن جائیں ان کے حرم میں داخل ہو جائیں اور اس کی خدائی میں شریک ہو جائیں گی۔ تو جس کو اشارہ کرو گی وہ دوزخ سے نجات پا جائے گا۔ جس پر آپ مہربان ہو جاؤ گی۔ اس پر خدا بھی مہربان ہو جائے گا"۔

عالیہ کو ہنسی آگئی اس کی ہنسی بڑی ہی دل کش اور روح نواز ہوتی تھی ۔ ہنسنے سے اس کے موتیوں سے زیادہ سفید اور ہموار دانتوں کی خوب صورت لڑیاں گلابی ہونٹوں میں چمک کر بجلیاں گرا دیتی تھیں ۔ اور اس کے چہرہ پر ایک عجیب جاذبِ نظر نور کی لہر دوڑ جاتی تھی ۔ آنکھوں میں ہوشر ربا چمک آجاتی تھی ۔

فاطمہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا ـــــ دیکھتی رہی پھر بولی "آپ ہنسی کیوں ہیں ؟"

عالیہ نے سنجیدگی سے کہا "تم نے ہنسی کی بات ہی کی"

فاطمہ : میں نے ہنسی کی بات کہی ؟"

عالیہ : کیا یہ بات ہنسی کی نہیں ہے کہ میں تمہارے خدا کی مقرب بننے کے لئے اس کے حرم میں داخل ہو جاؤں ۔ کیا خدا کے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ بیویاں رکھے ؟"

فاطمہ : کیا برائی ہے اس میں ۔ جب خدا انسانی قالب میں آتا ہے تو فطری طور پر اسے تمام انسانی باتوں پر عمل کرنا ہوتا ہے ۔ انسانوں کی بیویاں ہوتی ہیں خدا کو بھی بیویاں رکھنی پڑ[تی] ہیں ۔ اس کی کئی حرم ہیں ۔ لیکن ـــــ آپ ۔ آپ ۔ آپ کا حسن سحر حجبز ہے ۔ آپ کا شباب قیامت افزا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقنع نے چنبیلی کے پھولوں کی سفیدی میں میدہ کو سمو کر گلا[ب] کے رنگ کو آمیز کر کے آپ کا پتلہ بنایا اور چاندنی کا نور اس پتلہ میں بھر کر پیدا کر دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میدہ سے زیادہ نرم ، چنبیلی کے پھولوں سے زیادہ سفید ، گلاب کے پھولوں سے زیادہ گلابی اور چاند کی نورانی کرنوں سے زیادہ پر نور ہیں ۔ خدا نے آپ کو خود اپنے لئے بنایا اسی طرح جس طرح اس نے آدم بن کر اپنی دل بستگی کے لئے حوا کو بنایا تھا ۔ آپ اس کی خدائی کا[...] کر کے حرم میں داخل ہو جائیں اور اس طرح اس کی خدائی میں شریک ہو جائیں ۔"

عالیہ : تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان انسان کو خدا نہیں مان[تے]

فاطمہ : تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اپنے زعم باطل میں ماوراء النہر پر ا[...] یورش کی تھی کہ مقنع کے فدائیوں کو ختم کر کے اس خدائی کارخانہ کو درہم و برہم کر دیں ، اور مقنع کو [قتل] کریں ۔ لیکن وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا ۔ یعنی مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی ۔ وہ بھاگ گئے اچھی

سمجھ لو کہ اسلام ختم ہونے والا ہے۔ مسلمان مٹنے والے ہیں۔ اسلامی سلطنتیں تباہ ہونیوالی ہیں۔ اب دنیا میں صرف ایک حکومت رہے گی۔ اور وہ مقنع کی حکومت ہوگی۔ ہمارے خدا کی حکومت۔ خدا ہی کو حکومت زیبا ہے"۔

عالیہ مسکرائی۔ اس نے کہا" پیتل پر سونے کا ملمع چڑھانے سے سونا نہیں بن جاتا سونا تو سونا ہی ہوتا ہے۔ خدا، خدا ہے۔ انسان خدا نہیں بن سکتا"۔

فاطمہ ، عالیہ ! خدائی کارخانہ دیکھ کر بھی آپ خدا کی منکر بن رہی ہیں جو کچھ آپ نے دیکھا ہے کیا وہ خدائی کارخانہ نہیں ہے اور ابھی تو آپ نے صرف خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا ہے۔ ابھی جنت کہاں دیکھی ہے۔ جنت دیکھ کر آپ کا تذبذب اور شکوک رفع ہو جائیں گے۔ جب آپ خدا کی محبوبہ بن جائیں گی تو آپ کے لئے ایسا قصر تیار کیا جائے گا جو اپنا نظیر آپ ہی ہوگا۔ جس پر جنت کو بھی رشک آئے گا۔ آپ کا لباس حوران جنت کے لباس سے بہتر ہوگا آپ کے زیورات ایسے ہوں گے جنہیں انسانی آنکھوں نے آج تک نہیں دیکھے ہیں۔ آپ کا حسن اور دلفریب ہو جائے گا۔ آپ کا حسن اور شباب ہمیشہ قائم رہیں گے۔ عورتیں چار ہی چیزوں کی تو دلدادہ ہوتی ہیں۔ حسن، شباب، اچھا لباس اور اچھے زیورات آپ تخت رواں پر سوار ہو کر سیر کیا کریں گی۔ آپ کی ہر تمنا اور ہر آرزو پوری ہوگی۔ آپ ہمیشہ خوش رہیں گی۔ خوشی آپ کی کنیز اور شادمانی آپ کی لونڈی ہوگی۔ دنیا آپ کو سجدہ کرے گی اور آپ دنیا کے دلوں پر حکومت کریں گی۔ خدا کی تمام مخلوق آپ کے اشارہ پر چلے گی۔ پہاڑ آپ کے لئے بچھ جائیں گے۔ نرم غالیچے بن جائیں گے۔ جب آپ کہیں جانا چاہیں گی۔ زمین کی طنابیں کھنچ جائیں گی۔ خیال کی تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ جایا کریں گی۔ آپ کے تمام عزیز آپ کے ساتھ ہوں گے۔

فاطمہ جوش میں کہے جا رہی تھی۔ اور عالیہ اس کی باتیں سن سن کر مسکرا رہی تھی۔ جب فاطمہ چپ ہوئی تو عالیہ نے تمسخرانہ انداز میں کہا" کیسی اچھی تصویر کھینچی ہے اس وقت تم نے میرے سامنے طبیعت خوش ہوگئی۔ وہ زمانہ، واقعی روح پرور زمانہ ہوگا جب خوشی ہی خوشی اور شادمانی ہی شادمانی ہوگی۔ ہوا پر، زمین پر، پہاڑ پر، سب جگہ میری حکومت ہوگی۔ اچھا لباس، اچھے

زیورات پہننے کو ہوں گے اور حسن و شباب ہمیشہ قائم رہیں گے ۔ میری ہر آرزو پوری ہو گی میرے عزیز میرے ساتھ ہوں گے ۔ ہے نا بات یہی ۔

فاطمہ ، ہاں یہی بات ہے ۔"

عالیہ : اور یہ تمام باتیں مقنع کی پہلی حرموں کو بھی حاصل ہو گی ؟

فاطمہ اس کے اس سوال سے کچھ چکر میں پڑ گئی ۔ جواب نہ دے سکی ۔ عالیہ نے کہا "یہ باتیں پہلی حرموں کو حاصل ہیں یا نہیں ؟"

فاطمہ : نہیں کیونکہ وہ عام حرم ہیں ۔ آپ حرم خاص اور محبوبہ دلنواز ہوں گی آپ کو یہ باتیں حاصل ہوں گی ۔

عالیہ : میں اس بات کو مانے لیتی ہوں ۔ اچھا اگر مقنع میرے والد کو زندہ کر کے میرے پاس لے آئے تو میں اسے خدا مان لوں ۔

فاطمہ حیران رہ گئی ۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ مردہ آدمی کو زندہ کرنا قانونِ قدرت کے خلاف ہے ؟

عالیہ : قانونِ قدرت خدا کا بنایا ہوا ہے وہ اس میں ترمیم کر سکتا ہے جب خدا کے پیغمبروں نے خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا ہے تو کیا خدا نہیں کر سکتا ۔"

فاطمہ لاجواب ہو گئی ۔ اس نے عاجز آ کر کہا ۔" کر سکتا ہے ۔ میں تمہارا پیغام خدا تک پہنچا دوں گی ۔"

فاطمہ اٹھ کر چلی گئی ۔ عالیہ کو نئی طرح سے فکر لاحق ہو گیا ۔ وہ اس کے متعلق سوچنے لگی ۔"

(۴۲)

ایک روز عالیہ کچھ زیادہ فکر مند تھی۔ وہ اٹھ کر چہل قدمی کرنے لگی۔ اس کی خدمت میں پچاس ساٹھ کنیزیں معمور تھیں اس کے اشارہ پر کام ہوتا تھا سب کنیزیں نو عمر و نو خیز، خاصی شکیل بھی تھیں اور کئی مست شباب ہنستیں لڑکیاں اس کا دل بہلانے پر مقرر تھیں۔ وہ سب ہنس مکھ تھیں۔ ہر وقت ہنستی اور عالیہ کو ہنسانے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔

لیکن عالیہ کچھ ایسی مغموم اور متفکر رہتی تھی کہ بہت کم ہنستی تھی۔ یہ حسین لڑکیاں اس کی دوست شمار ہوتیں تھیں۔ وہ صرف اسے خوش رکھنے کی کوشش نہ کرتی تھیں۔ بلکہ اس کے سامنے مقنع کی تعریفوں کے گن گاتی تھیں۔ اس سے ایسی حیرت ناک باتیں منسوب کرتیں تھیں جو خدا ہی کی طرف سے ہو سکتی ہیں۔

عالیہ کو مجبوراً ان کی باتیں سننی پڑتی تھیں لیکن وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ تمام باتیں جھوٹ ہیں۔ اسے ورغلانے کے لئے کی جا رہی ہیں اس سے وہ اپنے عقیدہ پر اور پختہ اور مضبوط ہو جاتی۔ اپنی سہیلیوں کی باتیں تو سن لیتی لیکن ان پر یقین نہ لاتی۔

جب وہ زیادہ فکر مند ہوئی تو سہیلیاں اس کے گرد جمع ہو گئیں اور اسے خوش کرنے کے لئے ہنسی دل لگی کی باتیں کرنے لگیں۔ لیکن اس کا غنچۂ دل شگفتہ نہ ہوا۔ اس کے حسین لبوں پر ہنسی تو ہنسی تبسم بھی نہ آیا۔ کچھ دیر بعد اس نے سہیلیوں کو رخصت کر دیا اور وہاں سے باغیچہ میں آ گئی۔

کئی کنیزیں اس سے کچھ فاصلہ پر اس لئے منڈلانے لگیں تاکہ وہ اگر انھیں کوئی حکم دے تو وہ اس کی تعمیل کریں۔ مگر اس وقت عالیہ تنہائی چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے ان سے کہہ دیا کہ وہ

تنہا سیر کرنا چاہتی ہے۔ کنیزیں سب چلی گئیں۔ وہ تنہا رہ گئی۔

اپنے محل سے گزر کر دوسرے محلوں میں پہنچی اور پھر وہ اس باغیچہ میں پہنچ گئی۔ جس میں عذرا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے دیکھا عذرا اسی فوارہ پر جس پر وہ اور فاطمہ ایک روز بیٹھی تھیں۔ اور اس نے پہلی مرتبہ عذرا کو دیکھا تھا۔ سر جھکائے کچھ مغموم اور پریشان سی بیٹھی ہے۔ وہ کسی خیال خیال میں ایسی محو مستغرق تھی کہ اسے عالیہ کے آنے خبر نہ ہوئی۔

عالیہ اس کے برابر جا کھڑی ہوئی وہ جب بھی استغراق میں رہی۔ عالیہ نے کہا "عذرا کیا سوچ رہی ہو؟"

عذرا چونک پڑی۔ اس نے گھبرا کر عالیہ کو دیکھا۔ اسے پہچان کر مسکرائی اور اس کی تعظیم کے لئے کھڑی ہو گئی۔ عالیہ نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے مخملی ہاتھ میں لے لیا اور حوض کی سنگ مرمر کی دیوار پر بیٹھ گئی۔ عذرا بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گئی۔ عالیہ نے کہا "اس وقت کسے یاد کر رہی تھیں تم؟"

عذرا نے حیرت سے عالیہ کو دیکھا۔ دیکھتی رہی عالیہ کو خیال ہوا شاید اس کی بات اس سیم وتن کو ناگوار گزری۔ اس نے کہا "برا مان گئیں عذرا! میری بات کا"۔

عذرا نے نہایت ہی خفیف دلربا تبسم کرتے ہوئے عالیہ سے کہا "آپ شاید ساحرہ ہیں۔ حسین ساحرہ، ایسی ساحرہ جو دوسروں کے دلوں کو ٹٹول لیتی ہے۔

عالیہ: خدا نہ کرے۔ میں کیوں ساحرہ ہوتی!

عذرا: پھر تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اس وقت کسی کو یاد کر رہی تھی۔

عالیہ: تمہارے استغراق کی کیفیت اور تمہارے دلربا چہرہ کی حالت دیکھ کر۔

عذرا: میں جھوٹ نہیں بولا کرتی عالیہ، واقعی اس وقت کسی کو یاد کر رہی تھی۔

عالیہ نے مسکراتے ہوئے کہا "کون ہے خوش قسمت وہ؟

عذرا: میں اسے نہیں جانتی۔

اس نے افق کی جانب جھانکتے ہوئے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "کاش میں اسے جانتی ہوتی۔

عالیہ: خوب۔ کب سے واقفیت ہے اس سے۔

عذرا : کیا کریں گی پوچھ کر آپ "

عالیہ : کیا وہ کوئی تمہارا عزیز ہے ؟

عذرا : " نہیں ۔ وہ میرا کچھ نہیں ہے ۔ کاش کچھ ہوتا "

عالیہ : عجب بات ہے ۔ کب ملاقات ہوئی اس سے ؟

عذرا : پرسوں ۔ یہیں ۔ اسی مقام پر ۔

عالیہ : کیسے آگیا وہ یہاں ؟

عذرا : خدا ہی کو خبر ہے ۔ میرا خیال ہے مقنع یا اس کے گرگوں نے اسے یہاں تک پہنچایا "

عالیہ : بڑی دلچسپ باتیں کر رہی ہو ۔ عذرا ۔ ذرا مفصل سناؤ مجھے ۔

عذرا : میں اس راز کو دل سے زبان تک ہرگز نہ لاتی ۔ چاہے مر جاتی لیکن جانتی ہوں ۔ میری یہ زندگی چند روزہ ہے اور آپ سے بہتر کوئی رازداں نہیں مل سکتا ۔ اس لئے سب کچھ بتائے دیتی ہوں ۔ ہوا یہ کہ میں پرسوں یہاں چلی آئی اس میدان میں میں نے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی اب نماز سے فارغ ہوئی تو پھولوں کے کنج میں چلی گئی ۔ مجھے پھولوں سے بڑی رغبت ہے میں نے گلاب کے چند پھول توڑ کر سر کے بالوں میں لگائے اور وہاں سے یہاں چلی ۔ یہاں میں نے ایک نوجوان کو اسی جگہ بیٹھے دیکھا جس جگہ میں اور آپ بیٹھی ہیں ۔ وہ کچھ پریشان اور فکرمند سا تھا وہ مغرب کی طرف افق کو تک رہا تھا ۔ تکے جا رہا تھا ۔ جیسے کسی کو افق میں تلاش کر رہا ہو ۔ میں نے اس کی صورت دیکھی ، بڑا جاذب نظر چہرہ تھا ۔ بڑی بڑی آنکھیں ، کشادہ پیشانی، موزوں ناک ، دلفریب ہونٹ ، چوڑا سینہ ، مضبوط بازو ، بڑا وجیہہ جوان تھا ۔ میں اسے دیکھ کر اس طرح دیکھتی رہ گئی ۔ جیسے اس نے مجھ پر جادو کر دیا ہو ۔ بے اختیار میں اس کی طرف بڑھی ۔ دل یہ چاہتا تھا کہ اس کی غمخواری کروں ۔ شاید اس نے میرے قدموں کی چاپ سن لی اس کی محویت ٹوٹ گئی اس نے چونک کر مجھے دیکھا ۔ اس کی نگاہیں میری نگاہوں سے چار ہوئیں ۔ میرے تن میں سنسنی سی پڑ گئی دل دھڑکنے لگا ۔ شاید اس کی بھی یہی کیفیت ہوئی ۔ اس کے چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا ۔ اور وہ ایک دم حوض کی دیوار سے کود کر کھڑا ہو گیا ۔ حیرت بھری کچھ عجیب نگاہوں

سے مجھے دیکھنے لگا۔

میری طاقت جواب دینے لگی۔ مجھ سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا گیا۔ بت بن کر کھڑی رہ گئی۔ اس نے کہا معاف کرنا میں یہاں آگیا۔

اس نے وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا میں سمجھ گئی۔ میں نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر کہا" کوئی بات نہیں ۔ آپ کون ہیں ؟

انھوں نے افسردگی کے لہجہ میں کہا" میں ایک بدقسمت مسلمان ہوں ۔

"مسلمان ہیں آپ ۔۔۔ ؟ میں نے جلدی سے کہا اور حیرت سے انھیں دیکھنے لگی۔ انھوں نے اطمینان کے لہجہ میں کہا" ہاں میں مسلمان ہوں اور تم ؟

میں : میں بھی مسلمان ہوں۔

وہ : مقنع کے حرم میں اور مسلمان کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے ؟

اب میرا حجاب بہت کچھ دور ہو گیا تھا۔ میں نے کہا" اور ایک نوجوان مسلمان اور مقنع کا حرم کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے"۔

وہ : تمہارے لئے تعجب کی بات ضرور ہے۔ پہلے یہ بتاؤ تم یہاں رہتے ہوئے مسلمان کیسے ہو ؟ پھر میں یہ بتاؤں گا کہ یہاں کیسے آیا"۔

میں : میں ابینیہ کی رہنے والی ہوں ۔ یہاں زبردستی پکڑ کر لائی گئی ہوں۔ میں نے مقنع کو خدا نہیں مانا۔ نہ زندگی بھر مانوں گی۔

وہ : خدا تمہارے استقلال کو قائم رکھے ۔ مجھے یہاں لایا گیا ہے۔ مقنع کے بدسرشت فدائی لائے ہیں۔ میں تمہیں دیکھ کر سمجھ گیا کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔

میری سمجھ میں بھی یہ بات آگئی تھی۔ مقنع کے فدائی ہم دونوں کو ملانا چاہتے تھے تاکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ اور اگر ہمیں ۔۔۔ آپس میں محبت ہو جائے تو وہ ہم دونوں کو مقنع کو سجدہ کرنے کی ترغیب دیں اور یہ وعدہ کر لیں گے کہ ہمیں ملنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

لیکن میں نے دیکھا کہ وہ کسی فوری خیال سے کچھ غمگین اور بے چین ہو گئے ہیں ان کی کیفیت دیکھ کر یہ سمجھ گئی کہ وہ کسی اور کو چاہتے ہیں۔ اس کی یاد نے انھیں بے چین کر دیا ہے۔

میں ان کا راز معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ایوانِ اعلیٰ کی پری چہرہ لڑکیاں آگئیں اور انھیں اپنے ساتھ لے گئیں۔ کاش وہ کچھ اور تھوڑی دیر میں آتیں اور میں ان کا راز معلوم کر لیتی۔

عالیہ: تم نے ان سے ان کا نام نہیں معلوم کر لیا تھا۔

عذرا: سب ہی کچھ معلوم کرتی۔ مگر ان لڑکیوں نے اتنا موقع ہی نہیں دیا وہ چلے گئے اور میرے دل میں ایک خلش، ایک تڑپ ایک بے چینی، ایک اضطراب چھوڑ گئے۔ میں رات بھر تڑپتی رہی۔ کل یہاں آکر تمام دن ان کا انتظار کیا۔ آج بھی انتظار کر رہی ہوں۔ لیکن وہ نہیں آئے۔

عالیہ: خدا کرے آجائیں۔

عذرا: خدا تیری زبان مبارک کرے۔ عالیہ وہ ضرور کسی کو چاہتے ہیں۔ نہ معلوم کون خوش قسمت ہے وہ۔

اسی وقت ان دونوں لڑکیوں نے ایک نوجوان کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا سب سے پہلے عذرا کی نظر ان پر پڑی۔ وہ خوش ہو گئی۔ اس نے کہا "عالیہ کس قدر جلد تیری دعا قبول ہو گئی ہے دیکھ وہ آگئے۔

عالیہ نے انھیں دیکھا۔ وہ اس کے بھائی نصر تھے۔ وہ بھی خوش ہو گئی اس کا حسین چہرہ چمکنے لگا۔ وہ جلدی سے کودی اور نصر کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑی "اوہ تم۔

عذرا نے حسرت سے عالیہ کو دیکھا اور آہستہ سے کہا" اچھا ـــ عالیہ وہ تیرے فراق میں گھل رہے تھے۔ واقعی تم ان کے قابل ہو اور تمہارے قابل ہیں"۔

اس نے زیر لب ایک آہ کی اور حوض سے اتر کر اپنے محل کی طرف چلی گئی اگر وہ نہ جاتی تو اس کی غلط فہمی دور ہو جاتی۔

(۴۳)

عالیہ دوڑ کر نصر کے پاس پہنچی ۔ نصر اسے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گیا۔ اس نے کہا عالیہ تم اور یہاں ؟"

عالیہ : ہاں میں یہاں ۔ بھائی جان، مجھے یہاں دیکھ کر تمہیں بڑا تعجب ہو رہا ہے۔ میں مختصراً حالات سنا کر تمہاری حیرت دور کئے دیتی ہوں۔

ہوا یہ کہ تمہارے چلے آنے کے بعد طوفان آ گیا۔ میں اور امی جان بہت پریشان ہوئیں وہاں مقنع کے آدمی مجھے تلاش کرتے پہنچ گئے۔ ان میں سے کئی تو ڈوب گئے۔ دو باقی رہ گئے تھے۔ ان میں ایک کو میں نے مار ڈالا دوسرا بھاگ گیا۔ دوپہر کے وقت وہاں سعید آ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ مشرکوں نے تمہیں گرفتار کر لیا ہے۔ مجھے اور امی جان کو تمہاری گرفتاری کا بڑا رنج ہوا وہ اپنے ساتھ ہم کو لے کر چلے۔ راستہ میں سفید پوشوں کا دستہ مل گیا۔ انھوں نے سعید پر حملہ کر دیا وہ مقدور بھر لڑے۔ انھوں نے کئی سفید پوشوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن کافروں نے انھیں بھی مار ڈالا اور مجھے اور امی جان دونوں کو گرفتار کر کے لے آئے۔

نصر کو سعید کے مارے جانے کا سخت صدمہ ہوا۔ انھوں نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا" آہ سعید تم شہید ہو گئے۔ بھائی سے زیادہ عزیز دوست مارا گیا۔ خدایا مجھے اتنی قوت دے کہ میں اپنے دوست کا بدلہ کافروں سے لے سکوں ۔"

عالیہ : میرا خیال ہے سعید بچ گئے۔ کیونکہ مجھے مقنع نے بتایا تھا کہ سعید زندہ ہے مرا نہیں۔"

نصر : خدا کرے وہ زندہ ہو ۔ امی جان کہاں ہیں ؟

عالیہ : مجھ سے علیحدہ کر دی گئی ہیں معلوم نہیں کس قصر میں ہیں ۔

نصر : تو مقنع کے سامنے گئی تھی ؟

عالیہ : جی ہاں۔ اس نے سجدہ کرنے کے لئے کہا۔ میں نے نہیں کیا۔ کہنے لگا تجھے مہلت دی جاتی ہے۔

نصر : اب تیرا کیا ارادہ ہے ؟

عالیہ : میں مسلمان ہوں۔ اپنی زندگی میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کروں گی۔

نصر : شاباش، یہ دنیا اور اس کی کیف آگیں رنگینیاں چند روزہ ہیں۔ ہمیں مرنا ہے اور ایک دن خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اگر ہم آج ایک انسان کو سجدہ کر لیں تو قیامت کے روز خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے۔

عالیہ : مجھے معلوم ہوا تھا تم پر بڑی سختیاں کی جارہی ہیں۔

نصر : بے شک سختیاں کی جارہی ہیں۔ لیکن اب مجھے ان کی مطلق پرواہ نہ ہوگی۔ میں جانتا تھا کہ تمہیں گرفتار کیا جائے گا۔ مجھے خوف تھا کہیں تم لالچ میں نہ آجاؤ یا ڈر نہ جاؤ۔ اور تمہارے قدم صراطِ مستقیم سے ڈگمگا نہ جائیں خدا کا شکر ہے تم ایمان پر استقلال سے قائم ہو۔ اب مجھے کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا۔"

عالیہ غمگین ہوگئی۔ اس نے کہا "آخر کیا ہوگا بھائی جان"۔

نصر : ایمان داروں پر ہمیشہ سختیاں ہوتی رہی ہیں۔ ایمان پر قائم رہنے کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی کر دیئے گئے ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے امتحان ہوتا ہے۔ ہمارا بھی امتحان لیا جارہا ہے۔ ممکن ہے ہم بھی شہید کر دیئے جائیں۔ خدا کی راہ میں مارے جانے سے زیادہ ثواب کی کیا بات ہوگی۔ ہمیں اس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی اور ہم جنت کے مستحق ہو جائیں گے۔"

عالیہ : اب مجھے بھی کوئی فکر اور غم نہ ہوگا۔ خدا کی رضا میں راضی رہوں گی اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر سختی، ہر ظلم اور ہر عذاب کو خوشی سے گوارا کر لوں گی۔

عالیہ : آج تمہیں یہاں آنے کی اجازت کیسے مل گئی۔

نصر : میں سمجھ گیا۔ مجھے تم سے اور تمہیں مجھ سے اس لئے ملایا گیا ہے کہ ہم ایک دوسرے

کو سمجھائیں اور دونوں مقنع کو خدا ماننے کو تیار ہو جائیں۔

عالیہ: کیا انھیں یقین ہے کہ ہم گمراہ ہو جائیں گے۔

نصر: انھیں یہ خیال ہے کہ دولت، شان و شوکت اور عیش و تنعم کو دیکھ کر شاید بہک جائیں۔ اسے خدا مان لیں۔ لیکن میری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ ہم دونوں کو بہ کی اس قدر کوشش کیوں کر رہے ہیں۔ کیوں ہمارے لئے جال پھیلا رہے ہیں۔ ہم ایسے با نہیں کہ ہمارے مقنع کو سجدہ کرنے سے اس نواح کے تمام مسلمان اسے سجدہ کرنے لگیں۔ ہمارے متعناعی ہو جانے سے مقنع کو کوئی خاص فائدہ پہنچے۔

عالیہ اس بات کو سمجھ گئی تھی کہ اس کے بڑھے ہوئے حسن نے اس کے ساتھ دشمنی کی اگر وہ اس کے قدر حسین نہ ہوتی اور وہ حورِ صحرا مشہور نہ ہو جاتی تو مقنع اس کی تعریف کر اس کا گرویدہ نہ ہو جاتا اور جب وہ اس کا گرویدہ نہ ہوتا تو اس کی جستجو نہ کراتا۔ اسے اپنے محل میں نہ بلاتا اور بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ وہ اسے اپنی محبوبہ بنانا چاہتا تھا۔ اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ اس کا کہنا مان لیتی۔ اسے سجدہ کر کے اس کے حرم میں داخل ہو جاتی تو عین ممکن تھا کہ وہ اپنے ساتھ اسے بھی لوگوں سے سجدے کراتا اور وینس کی دیوی کی طرح بخارا اور ماوراء النہر میں اس کی پوجا بھی شروع ہو جاتی اور اس کے حسین سنگ مرمر کے بت بھی عبادت گاہوں میں رکھے جاتے۔

غرض وہ اس بات کو خوب جانتی تھی کہ مقنع اس پر فریفتہ ہے اسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ اس بات اپنے بھائی سے کیسے بیان کر دیتی۔ شرم نے اس کی زبان روک لی۔ اشارۃً اس نے اتنا کہا۔ "صرف کسی کا اثر رسوخ ہی تو کارآمد نہیں ہوتا۔ اور بھی بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ آدمی کو جھکنا پڑ جاتا ہے۔"

عالیہ نے لطیف اشارہ کر دیا تھا۔ نصر کچھ کچھ سمجھ گیا انھوں نے کہا "میں سمجھ گیا۔ عا مقنع بڑا بد سرشت، بد قماش اور اوباش قسم کا انسان ہے۔ اس نے ترکستان، بخارا اور ماوراء النہر کی حسین و پری جمال لڑکیوں کو اغوا کر کے اپنے محلوں میں بھر لیا ہے۔ وہ نہیں جا

ہم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں - ہم اموی ہیں - بنی امیہ کے فرزند ہیں - قریش کے
ی عزت قبیلہ کی ایک شاخ ہیں خدا کی قسم ہمارے ناموس کی قیمت ساری دنیا کی دولت
بھی ادا نہیں کر سکتی - ہمارے قبیلہ کی دوشیزائیں جان سے زیادہ عصمت کو عزیز رکھتی ہیں -
دختران بنی امیہ جب جوش میں آتی ہیں تو شیرنیاں بن جاتی ہیں - سیاہ کار سردوں کے منہ نوچ لیتی
ہیں - بدکاروں کے ٹکڑے اڑا دیتی ہیں اور اگر بے بس ہو جاتی ہیں تو جان دے دیتی ہیں
عصمت پر قربانی بھی ایک قسم کی شہادت ہے -

نصر نے بھی عالیہ کو اشاروں میں سب کچھ سمجھا دیا - عالیہ نے کہا " مجھے امی جان نے
بتا دیا تھا کہ ہم بنی امیہ ہیں - ہم عرب ہیں اور مسلمان ہیں - ہمارا ناموس بھی ہمیں ایمان کی طرح
عزیز تر ہے ــــ بھائی جان ، میں نے تمہیں ایک روز پہلے بھی دیکھا تھا -

نصر نے حیرت سے اس گل اندام کو پوچھا ؛ کہاں ؟

عالیہ نے کہا کئی روز ہوئے جب مجھے مقنع کے سامنے پیش کیا جانے والا تھا میں
ایک کمرہ میں جالی کے پردہ کے پیچھے کھڑی کی گئی تھی - تمہیں کئی آدمی حراست میں لے کر گزرے میں
نے بے چین ہو کر تمہیں آواز دینی چاہی میرے ساتھ ایوان اعلیٰ کی منتظمہ تھی اس نے ڈرایا کہ
مت پکارو - ورنہ تمہارے بھائی اسی وقت مار ڈالے جائیں گے -

نصر ؛ میں نے بھی دو عورتوں کو جالی کے پیچھے دیکھا تھا - میں تمہیں پہچان نہیں
سکا تھا ــــ عالیہ اس وقت بھی تو تمہارے ساتھ کوئی لڑکی تھی - کون تھی وہ -

عالیہ ؛ باتوں میں کچھ ایسی مشغول ہوئی تھی کہ عذرا کو بھول گئی تھی - اس
نے کہا " وہ عذرا ہے - میری عزیزہ سہیلی - جو ایک دفعہ تم سے مل چکی ہے
میفیہ کی رہنے والی ہے " !

نصر نے اپنی یادداشت پر زور ڈالا جیسے کچھ یاد کر رہے ہوں دفعتہً انھوں نے
کہا " اوہ وہ سلیمان کی لڑکی ہے - میں سمجھ گیا -

عالیہ نے مسکرا کر کہا " وہ تو تمہیں یاد کر رہی تھی - آؤ اس سے ملیں -
وہ نصر کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی - مگر جب اس نے فوارہ کی طرف دیکھا تو وہاں عذرا

نہ تھی۔ چلی گئی تھی۔ عالیہ سمجھ گئی کہ وہ کیوں چلی گئی۔ اس نے کہا۔ افسوس عذرا غلط فہمی کا شکار ہو کر چلی گئی ہے۔"

نصر: کیسی غلط فہمی

عالیہ شرم کی وجہ سے بتا نہ سکی۔ اس نے کہا" ٹھہریئے میں اسے ڈھونڈ لاؤں پھر بتاؤں گی"۔

وہ نصر کو چھوڑ کر عذرا کو ڈھونڈنے چلی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کہیں قریب ہی ہو گی مگر وہ کہیں نہ ملی۔ آخر تھک کر واپس لوٹ آئی۔ اس نے یہاں آکر دیکھا تو نصر بھی موجود نہیں تھا۔ خدا جانے کہاں چلے گئے تھے اسے ان سے بہت سی باتیں کرنی تھیں وہ آ اسے تلاش کرتے لگی مگر وہ بھی نہیں ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی سہیلیاں آگئیں اور وہ ان کے ساتھ اپنے محل میں واپس آگئی۔

(۴۴)

عالیہ کو اپنے بھائی سے بڑی محبت تھی۔ شاید یہ وجہ ہو کہ اس کے صرف ایک ہی بھائی تھے۔ نصر بھی اپنی بہن پر جان دیتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے۔

عالیہ کو یہ تو خوشی ہوئی تھی کہ وہ اپنے بھائی سے مل لی۔ لیکن یہ افسوس ہوا کہ وہ ان سے اچھی طرح باتیں نہ کر سکی۔ ان سے یہ نہ پوچھ سکی کہ ان پر کیا کیا سختیاں کی جاتی ہیں۔ مقنع کے سامنے وہ پیش ہوئے کہ نہیں۔ اس نے ان سے کیا کہا۔

غرض بہت سی باتیں اس کے ذہن میں ایسی آئیں جو ان سے پوچھنی ضروری تھیں لیکن وہ کچھ بھی تو نہ پوچھ سکی تھی۔ اسے یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اتنے جلد چلے جائیں گے یا لے جائے جائیں گے۔ وہ انھیں عذرا سے ملانا چاہتی تھی اور ان سے عذرا کے متعلق بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ یہ سمجھ گئی کہ انھیں جس طرح لایا گیا تھا اسی طرح لے جایا گیا۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ اسے چھوڑ کر ہرگز نہ جاتے۔

پھر عالیہ کو یہ اطمینان ہو گیا کہ نصر زندہ ہیں اسے یہ بھی خیال ہوا کہ انھیں اس وقت تک قتل نہ کیا جائے گا جب تک خود اس کی یعنی عالیہ کی طرف سے مقنع ناامید نہ ہو جائے گا۔ وہ رات کو خواب میں بھی نصر کو دیکھتی رہی۔ دوسرے روز اس نے عذرا کو تلاش کیا وہ نہ ملی۔ اسی روز سیدۂ حرم نے اسے بتایا کہ وہ پھر عنقریب ہی مقنع کے سامنے پیش کی جائے گی۔ اس نے سمجھایا کہ مقنع کی بات مان لے۔ وہ مست شباب ہے۔ حسین ہے، پری پیکر ہے، حسن و شباب کے رنگین باتوں کو غم و فکر سے بے کیف نہ بنائے۔ مقنع کو ناخوش نہ ہونے دے۔ کہیں وہ غضب ناک ہو کر اس سے اس کا حسن و شباب نہ چھین لے اور اسے ایک کریہہ النظر لڑکی نہ بنا دے اگر وہ مقنع

کی محبوبہ بن جائے گی تو اس کا بھائی لنفر مقنع کا مشیر خاص بنا دیا جائے گا۔ دونوں کے لئے عیش
وعشرت کے وہ سامان مہیا کر دیئے جائیں گے جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہ ہوں۔
عالیہ اطمینان سے سب کچھ سنتی رہی۔ اس نے آخر میں کہا کہ "اگر مقنع خدائی کے دعوے
سے دستبردار ہو جائے اور اسی خدا کے سامنے جھک جائے۔ جس سے اس نے بغاوت کی ہے
تو وہ اس کے متعلق کچھ سوچے گی۔
سیدۂ حرم نے کہا "بھولی اور ناسمجھ حسینہ، جس کی تو قائل ہے وہی خدا تو مقنع کے قالب
میں ہے۔ اب جب کہ وہ خود مقنع ہے تو سجدہ کیسے کرے گی۔
عالیہ نے مسکرا کر کہا "اگر بات یہ ہے تو مقنع بے نقاب ہو کر لوگوں کو اپنی صورت دکھا دے۔
سیدۂ حرم "وہ خالق حسن ہے اس نے تجھ جیسی ماہ پیکر پیدا کی ہیں جنہیں دیکھ کر انسان اپنے
ہوش وحواس کھو دیں تو سمجھ لے وہ خود کیسا ہوگا۔ اگر وہ بے نقاب ہو جائے تو تجلی الٰہی سے لوگ
مر جائیں۔ زمین اور پہاڑ جل جائیں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے۔
عالیہ: اچھا وہ چہرہ مجھے ہی دکھا دے"۔
سیدۂ حرم، تم بھی جلوۂ خداوندی دیکھ کر کیسے زندہ رہ سکو گی۔
عالیہ: اگر میں مر جاؤں گی اور مقنع واقعی خدا ہے تو وہ مجھے دوبارہ زندہ کرے گا اور اس کا
یہ معجزہ اسے دنیا بھر میں مشہور کر دے گا۔ لوگ خود اس کے سامنے جھک جائیں گے۔ میں اس کے
معجزہ کی زندہ یادگار رہوں گی۔ بستی بستی اور شہر شہر تقریریں کر کے لوگوں کو اس کے سامنے جھکنے کی
ترغیب دوں گی۔ میرا خیال ہے کہ اسی طرح دنیا کی تمام مخلوق اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے
گی"۔

سیدۂ حرم: آج تم نے وہ بات کہی جس کی تم سے توقع کی جا رہی ہے۔ عالیہ تم اپنے
حسن کی فتنہ سامانیوں سے واقف نہیں ہو۔ اگر تم محبوبۂ خداوند بن کر لوگوں کے سامنے آجاؤ تو
بڑے بڑے گردن فراز اور سرکش تمہارا اشارہ پاتے ہی جھک جائیں تمہاری آواز اتنی شیریں اور
تمہاری گفتگو کا لہجہ اتنا پیارا ہے کہ انسان تو انسان جانور بھی تمہارے گرویدہ ہو جائیں۔ جس سے
تم ایک دفعہ بات کر لو وہ دوبارہ تمہاری آواز سننے کی آرزو میں وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جائے جو تم

کرنے کا حکم دو۔"

عالیہ: اگر مقنع میرا مطالبہ پورا کرے۔ اپنے چہرہ سے سونے کا خول اتار دے تو میں۔"

سیدۂ حرم نے قطع کلام کر کے کہا۔" اپنے خدا سے ایسا مطالبہ کرنا مناسب نہیں ہے۔"

عالیہ: تم نے شاید سنا ہو کہ دنیا میں جب کبھی پیغمبر انسانوں کی ہدایت کے لئے آئے ان سے لوگوں نے طرح طرح کے معجزے دکھانے کے مطالبے کئے۔ انھیں ان کے اکثر مطالبے پورے کرنے پڑے۔ وہ تو پیغمبر تھے۔ خدا کے محکوم لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کے مطالبوں کے مطابق معجزے دکھانے کی خدا سے دعائیں التجائیں اور درخواستیں کرتے تھے۔ خدا ان کی دعائیں قبول کر لیتا تھا۔ وہ معجزے دکھاتے تھے۔ اب جب کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق خود خدا انسانی قالب میں آ گیا ہے تو اسے کیا مشکل ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے انھیں معجزے نہ دکھائے مردوں کو زندہ نہ کر دے سب بے نقاب ہو کر اپنا جلوہ نہ دکھا دے اگر اس کی تجلی سے لوگ بے ہوش ہو جائیں یا مر جائیں۔ زمین اور پہاڑ جل جائیں۔ تو وہ انھیں پہلی حالت میں نہ کر دے اسے تو سب قدرت ہونی چاہیئے۔

سیدۂ حرم: تم بڑی ضدی لڑکی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کم سن دلربائیں ضدی ہوا ہی کرتی ہیں۔

عالیہ: تمہیں یاد ہوگا میں نے ایک روز تم سے کہا تھا کہ اگر مقنع میرے والد کو زندہ کر کے میرے پاس لے آئے تو میں اسے خدا مان لوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرا یہ پیغام اپنے خدا تک پہنچا دو گی۔ غالباً تم نے میرا پیغام اپنے خدا تک پہنچا دیا ہوگا۔ کیا جواب دیا تمہارے خدا نے میرے پیغام کا؟

سیدۂ حرم: تمہارا پیغام خدا تک پہنچا دیا گیا ہے۔ خدا نے کہا ہے کہ وہ عالیہ ہی کے والد کو نہیں بلکہ آدم کی جتنی اولاد اب تک پیدا ہو کر مر چکی ہے۔ سب کو زندہ کر سکتا ہے۔ لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اس دنیا میں ان کی کھپت نہیں ہو سکتی۔"

عالیہ: میں نے کب کہا تھا کہ آدم کی تمام اولاد کو زندہ کیا جائے۔ میں نے تو صرف اپنے والد کے متعلق کہا تھا۔"

سیدۂ حرم: خدا نے فرمایا ہے کہ ہم عالیہ کے دل کا حال خوب جانتے ہیں اگر ہم اس

کے والد کو زندہ کر کے اس کے پاس سے بھی آئیں وہ تب بھی ہم پر ایمان نہ لائیں گی۔"

عالیہ: اوّل تو میں اس بات کا وعدہ کرتی ہوں۔ دوسرے اگر میں اس پر ایمان لاؤں تو وہ مقلب القلوب ہے میرا قلب پلٹ سکتا ہے اور میں ہزار نہ چاہنے پر بھی اسے سجدہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔

سیدۂ حرم: یہ تم سچ کہتی ہو۔ اسے سب کچھ قدرت ہے۔ تم اپنے بھائی سے مل چکی ہو ممکن ہے اپنے والد سے بھی مل لو۔ عالیہ، مجھے خوف ہے کہ تمھر کو دوزخ میں نہ ڈال دیا جائے وہ بھی تمہاری طرح ضدی اور بے سمجھ ہے۔ یہ بات تمہارے اختیار میں ہے کہ تم اپنے بھائی کو بچا لو۔ خود بھی مقتنع پر ایمان لے آؤ اور اپنے بھائی کو بھی ترغیب دو کہ وہ اس پر ایمان لے آئے۔

عالیہ: جب تمہارا خدا میری درخواست منظور کرے گا۔ میرے والد کو زندہ کر کے مجھ سے ملا دے گا۔ یا میرے سامنے بے نقاب ہو جائے گا میں اس پر ایمان لے آؤں گی۔

سیدۂ حرم: مجھے ڈر ہے کہیں تمہارے ان بے ہودہ مطالبوں سے خدا کو جلال نہ آجائے اور وہ غضب ناک ہو کر تم پر اپنا کوئی عذاب نازل نہ کر دے۔"

عالیہ: اس کے لئے میں تیار ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ جو مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا وہ عذاب بھی نازل نہیں کر سکتا۔

سیدۂ حرم: مجھے تم سے بڑی محبت ہو گئی ہے عالیہ"

عالیہ نے مسکرا کر کہا "شکریہ!"

"آج تم حق سخاوت خوب ادا کر رہی ہو۔ جب کسی بات کا جواب نہیں بن آتا تو اسے چھوڑ کر دوسرے موضوع پر گفتگو شروع کر دیتی ہو۔ جانتی ہو اسے کیا کہتے ہیں؟

سیدۂ حرم: کیا کہتے ہیں؟

عالیہ: پینترا بدلنا۔ جس طرح لڑائی کے وقت پینترے بدلے جاتے ہیں اسی طرح ہوشیار آدمی گفتگو کے وقت بھی پینترے بدلتے رہتے ہیں۔

یہ کہہ کر عالیہ ہنس پڑی۔ سیدۂ حرم نے اسے دیکھ کر کہا خیر سے آج تو طبیعت میں جولانی رہی ہے مگر میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ تم کافی شوخ ہو۔ یہ سن کا تقاضا ہے میں بھی جب جوان تھی۔"

عالیہ پھر ہنسی اس نے کہا" مہربانی کرو۔ میں تمہاری کم سنی کے حالات سننا نہیں چاہتی"۔

سیدۂ حرم کچھ کھسیانی سی ہوگئی۔ اس نے کہا" میں تمہیں حالات نہیں سنا رہی۔ بلکہ یہ کہتی ہوں کہ تم سے زیادہ شوخ تھی میں ۔۔۔ مگر اس بات کو چھوڑدو۔ یہ حقیقت ہے عالیہ کہ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت ہوگئی ہے۔ میں یہ چاہتی ہو کہ تم خوش رہو"۔

عالیہ : اگر یہ حقیقت ہے تو میری مدد کرو۔

سیدۂ حرم : کیا مدد چاہتی ہو تم"۔

عالیہ : تم مقنع سے کہہ دو، وہ مجھے اور میرے بھائی کو رہا کردے۔ ورنہ ممکن ہے کہ کر اس اس کا طلسمی کارخانہ ٹوٹ پھوٹ جائے اور اس کا اصلی روپ دنیا دیکھ لے۔

سیدۂ حرم کانپ گئی۔ اس نے کہا۔ عالیہ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ یہ مانا کہ تم خدا کی نافرمان بندی ہو مگر اس کے قہر کو ایسی باتیں کر کے دعوت نہ دو۔ اسے ہر ایک کے دل کی بات معلوم ہو جاتی ہے۔ نہ معلوم وہ کس وقت غضب ناک ہوجائے۔

یہ کہہ کر سیدۂ حرم چلی گئی عالیہ اس کے متعلق سوچنے لگی کہ کس کس طرح ترغیب دینے اور بہکانے آتی ہے۔

(۴۵)

عالیہ یہ سمجھ گئی تھی کہ عذرا کو غلط فہمی ہوئی ہے اور اس غلط فہمی سے اسے قلبی اذیت پہنچی ہوگی۔ وہ کئی روز تک اس فوارہ پر جاتی رہی جہاں اسے عذرا مل جایا کرتی تھی لیکن وہ نہیں ملی اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس قصر میں رہتی ہے نہ تو اس سے پوچھا تھا۔ نہ اسے یہ خیال ہوا تھا کہ کبھی ایسا وقت بھی آئے گا جب اسے اس کی تلاش ہوگی وہ اس وقت اس سے صرف اس لئے ملنا چاہتی تھی کہ اس کی غلط فہمی کو دور کر دے۔

اس نے اپنی کنیزوں سے اسکے متعلق پوچھا۔ انھیں کچھ معلوم نہیں تھا وہ کچھ نہیں بتا سکیں۔ سہیلیوں سے معلوم کیا وہ بھی نہیں بتا سکیں۔

ایک روز وہ پھر فوارہ پر پہنچی۔ اتفاق سے اس روز عذرا مل گئی، وہ دوڑ کر اس کے پاس پہنچی اس کی نگاہیں فوارہ پر جمی ہوئیں تھیں۔ شاید وہ پانی اچھلنے کا تماشا دیکھ رہی تھی یا اس حسین بت کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے ناف میں سے وہ فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ اس نے قریب جا کر کہا "کہاں تھیں تم عذرا ؟"

عذرا اس کی طرف گھوم گئی۔ عالیہ نے دیکھا اس سیم تن کے چہرہ کا رنگ چمپئی ہو گیا تھا اس نے ہلکے نارنجی رنگ کا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ اس کے سر سے آنچل ڈھلک گیا تھا اور عالم بے خبری میں اس کے سینہ سے بھی پلو ہٹ گیا تھا۔ ثمر شباب نہایت سرکشی سے محرم سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس کے چہرہ چمپئی رنگ نہایت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہتا تھا وہ کچھ دبلی ہو گئی تھی۔ جیسے بیمار رہی ہو۔ اس کا اصلی شہابی رنگ اڑ کر چمپئی رنگ چھا گیا تھا۔

لیکن۔ ع"

رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

کے مصداق اس کا یہ رنگ اور بھی جاذب نظر بن گیا تھا۔

عالیہ نے اسے دیکھ کر کہا "یہ کیا حال ہو گیا ہے تمہارا؟"

عذرا نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن نہ مسکرا سکی۔ پھیکا تبسم ان کے لبوں پر آ کر رہ گیا۔

عالیہ نے کہا "خدانخواستہ کہیں طبیعت خراب ہو گئی تھی کیا؟

عذرا: ہاں مجھے کئی روز تک بخار آتا رہا۔

عالیہ: اب کیسی طبیعت ہے؟

عذرا: خدا کا شکر ہے اچھی ہوں۔

عالیہ: مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ —"

عذرا: مسیحا بن کر آ جائیں آپ میرے پاس۔"

عالیہ: بے شک مسیحا بن کر ہی آتی۔

عذرا نے مسکرا کر کہا "آپ واقعی مسیحا ہیں اگرچہ تمہاری آنکھیں سم قاتل ہیں لیکن ہونٹوں پر مسیحائی ہے۔"

عالیہ: اور تمہاری آنکھیں اور ہونٹ۔

عذرا: نہ آنکھیں قاتل، نہ ہونٹوں پر مسیحائی۔"

عالیہ: اللہ رے انکساری۔ مجھ سے پوچھو۔ تم شاعروں کی خیالی محبوباؤں سے کہیں زیادہ حسین، ماہ رو اور پری چہرہ ہو۔ تمہاری آنکھوں میں ہلاہل ہے اور ہونٹوں پر ایسی مسیحائی ہے جو صرف عورتوں ہی کے ہونٹوں پر ہو سکتی ہے۔"

عذرا: شکریہ"

عالیہ: تم اس روز چلی کیوں گئی تھیں؟۔

عذرا: کچھ طبیعت گھبرانے لگی تھی۔

عالیہ: میں تمہیں ان سے ملاتی۔

عذرا : معاف کرنا مجھے معلوم نہیں تھا۔ انھیں آپ سے محبت ہے اور آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔"

عالیہ نے شوخی سے کہا "واقعی وہ مجھے بہت زیادہ چاہتے ہیں اور میرے ہی لئے غمگین تھے

عذرا : خدا کا شکر ہے آپ سے مل گئے۔

عالیہ : لیکن افسوس یہ رہا کہ تم ان سے نہ مل سکیں۔

عذرا نے عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا "میری موجودگی میں شاید آپ کو اس ملاقات کا پورا کیف حاصل نہ ہوتا۔"

عالیہ : نہیں، بلکہ دو بالا ہو جاتا۔

عذرا : مگر وہ یہاں آ کیسے گئے۔

عالیہ نے خوشی سے مسکرا کر کہا "مجھے تلاش کرنے۔"

عذرا : پاسبانوں نے کیسے آنے دیا۔

عالیہ : انھیں روکنے کی مجال نہ ہوسکی۔

عذرا نے مسکرا کر کہا "پاسبانوں سے آپ کا نام لے دیا ہوگا۔ انھیں روک دینے کی جرأت نہ ہوئی۔"

عالیہ : مجھے کون جانتا ہے۔

عذرا : آپ کو ـــ تو یہ میں جانتی ہوں کہ آپ کے حسن کی وجہ سے دنیا جانتی ہے۔"

عالیہ : انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ میں یہاں ہوں۔

عذرا نے حیران ہو کر پوچھا "پھر کیسے آگئے وہ؟"

عالیہ : بات یہ ہے کہ انھیں یہاں لایا گیا۔

عذرا نے ہنس کر کہا "آپ سے ملاقات کرنے کیلئے۔

عالیہ نے مسکرا کر کہا "جی ہاں"

عذرا : یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

عالیہ : مگر بات یہی تھی۔

عذرا : کیا ضرورت تھی انھیں یہاں لانے کی ۔

عالیہ : مجھے اور انھیں دونوں کو گمراہ کرنے کی ترغیب دینے کی اور اگر ہم نہ مانیں تو دونوں پر عذاب کی دھمکی دینے کے لئے ۔

عذرا : عجیب معمہ ہے یہ تو ۔

عالیہ : جی ہاں ، ایک بات پوچھوں عذرا ۔

عذرا : ضرور پوچھو ۔

عالیہ : برا تو نہ مان جاؤ گی ۔

عذرا : عالیہ مجھے آپ سے کچھ ایسی محبت ہوگئی ہے کہ میں آپ کی کسی بات کا برا نہیں نہ مانوں گی ۔ اگرچہ آپ کو میرا راز معلوم ہوگیا ہے مگر میں آپ کے لئے اس نوجوان سے دست بردار ہوگئی ہوں ۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ اب اس کا خیال دل میں نہ آنے دوں گی ۔ سچ یہ ہے کہ تم دونوں کی جوڑی خوب ہے ۔"

عالیہ : تمہیں وہ پسند ہیں ؟

عذرا : میں تو بتا چکی ۔

عالیہ : صاف صاف کہو ۔

عذرا : وہ پسند کے قابل ہیں ۔

عالیہ نے شوخی سے کہا " اچھا تو اپنا دل چھوٹا نہ کرو ۔

عذرا : کیا مطلب ہے اس سے آپ کا ؟

عالیہ : وہ تمہیں مبارک ۔"

عذرا : یعنی — یعنی آپ میرے لئے قربانی کرنے پر تیار ہیں ۔"

عالیہ : بالکل ۔

عذرا اسے دیکھنے لگی اس نے کہا میں بھابی جان کو سلام عرض کرتی ہوں ۔

عذرا نے جھینپ کر کہا شریر ۔

عالیہ نے اس کے رخ زیبا کو دیکھ کر کہا " اچھا جی " ۔ ابھی سے خطاب ملنے لگے ۔

عذرا : بڑی شوخ ہیں آپ"

عالیہ : وہ میرے حقیقی بھائی نفر ہیں ۔ میں تمہیں ان سے ملانا چاہتی تھی ۔ مگر تم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر غائب ہو گئیں"۔

عذرا خاموش رہی ۔ عالیہ نے کہا" خیر تم نے تو بھائی جان کو پسند کر ہی لیا ہے ۔ خدا کرے وہ بھی پسند کر لیں"۔

عذرا نے نیچی نظریں کر کے شرمیلے لہجہ میں کہا" میں تو عالیہ تمہیں بہت بھولی اور معصوم سمجھتی تھی ۔ لیکن تم تو بڑی شوخ ہو"۔

عالیہ : اور میں خوش ہوں کہ ہماری ہونیوالی بھابی مجھ سے بہت زیادہ شریر ہیں"۔

عذرا : یاد رکھنا"۔

عالیہ : سزا دو گی ۔ دے لو ، بڑی بھابی کو تو سب ہی اختیار حاصل ہو جاتے ہیں"۔

عذرا : شرارت سے باز نہ آؤ گی ۔

عالیہ : تم دل چھوٹا نہ کرو ۔ اگر بھائی جان نے تمہیں پسند نہ کیا تو وہ میرا کہنا بہت مانتے ہیں میرے کہنے سے پسند کر ہی لیں گے"۔

عذرا : کیوں شرارت پر کمر باندھی ہے ۔

عالیہ نے بڑھ کر عذرا کا منہ چوم لیا اور کہا بھلا ایسی پری کو بھائی جان کیوں پسند نہ کریں گے"۔

عذرا : کیسی شوخ ہو تم عالیہ ۔

عالیہ : وہ تمہیں پوچھ رہے تھے ۔

عذرا : کیوں مجھے بناتی ہے ۔

عذرا شرم کی وجہ سے نہیں چاہتی تھی کہ عالیہ سے کچھ پوچھے مگر دل نہ مانا ۔ پوچھنا ہی پڑا ۔ دریافت کیا ، کیا کہتے تھے وہ ؟

عالیہ نے ہنس کر کہا" خوب بغیر منہ میٹھا کئے وہ باتیں بتا دوں ۔

عذرا نے مسکرا کر کہا" تم خود شکر لب ہو ۔ تمہیں مٹھائی کی کیا ضرورت ہے ۔

عالیہ : خیر نہ کھلاؤ ۔ میں بتائے دیتی ہوں وہ تمہیں جانتے ہیں ۔

مجھے جانتے ہیں ؟ عذرا نے متعجب ہو کر کہا۔

عالیہ : ہاں جانتے ہیں ۔ کہنے لگے وہ سلیمان کی لڑکی ہے ۔ کیا تمہارے والد کا نام سلیمان ہی ہے ؟"

عذرا : "ہاں ۔ مگر کیسے جانتے ہیں وہ مجھے ۔

عالیہ نے ہنس کر کہا " تم پری رخسار اور شعلہ رو ہو۔ جب تمہارے حسن کی شہرت مقنع تک پہنچ گئی تو بھائی جان نے کیوں نہ سنی ہو گی عجب نہیں کہ تمہیں کہیں دیکھ لیا ہو "۔

عذرا : تجھے معلوم ہے عالیہ وہ مجھے کیسے جانتے ہیں ۔ ٹھیک بتا "۔

عالیہ : واقعی یہ مجھے معلوم نہیں نہ میں نے اس کے متعلق ان سے دریافت کیا "۔

عذرا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کئی کنیزیں وہاں آ گئیں ۔ ان کی موجودگی میں ان دونوں نے بات کا موضوع بدل دیا۔

اس وقت شام کا سہانا سماں ہو گیا تھا ۔ اسی کے متعلق ذکر کرنے لگیں اور کچھ دیر اور بیٹھ کر دونوں اٹھیں اور ایک دوسری سے رخصت ہو کر چلیں ۔

(۴۶)

مقنع کا سپہ سالار ہشیم، اسلامی سپہ سالار یزید بن جبریل کے مقابلہ سے ہزیمت اٹھا کر پسپا ہو گیا تھا۔ اسلامی لشکر بخارا کی سرحد میں داخل ہو کر ملک کے اندر بڑھنے لگا تھا۔ اس لشکر کے بخارا میں پہنچنے سے مقناعیوں میں بڑی کھلبلی مچ گئی تھی وہ مسلمانوں کے کارناموں سے خوب واقف تھے اچھی طرح جانتے تھے کہ جس ملک پر اور جس قوم پر حملہ کرتے ہیں اسے بغیر فتح کئے واپس نہیں لوٹتے۔

کئی مرتبہ پہلے بھی مسلمانوں نے بخارا اور ترکستان پر حملے کئے تھے اور ان دونوں ملکوں کو انھوں نے فتح کر لیا تھا، بخارا کا صوبہ ایسا تھا جو اکثر بغاوت کرتا رہتا تھا۔ اس صوبہ میں متمرد اور سرکش لوگ زیادہ رہتے تھے وہ بجوبہ پسند تھے۔ کئی لوگوں نے وہاں نبوت کے دعوے کئے تھے، اہل بخارا ان کے پیرو ہو گئے تھے۔ گویا وہ سرزمین ایسی تھی جہاں نبیوں کی پیدائش کثرت سے ہوتی تھی اور وہاں کے لوگ ایسے سادہ لوح تھے کہ ہر نبوت کے مدعی کو نبی مان لیتے تھے۔ یعنی مدعیان نبوت کے لئے وہ سرزمین بڑی سازگار تھی۔

اہل بخارا کو یہ خیال تھا کہ مقنع کی خدائی کے دعویٰ کی خبر سن کر اسلامی خلیفہ کو یہ جرأت نہ ہو سکے گی کہ وہ ان کے ملک پر لشکر کشی کریں۔ ان کے اس خیال کو اس لئے اور بھی تقویت ہوئی تھی کہ کچھ عرصہ تک بخارا میں رہنے والے مسلمانوں پر مقناعی سفاکانہ مظالم کرتے رہے تھے اور خلافت کی طرف سے ان کی کوئی مدد نہیں کی گئی تھی۔ اسی لئے ان لوگوں کی جسارتیں اور شرارتیں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں اور مسلمانوں کے لئے اس سرزمین پر رہنا دشوار ہو گیا تھا۔

جو اہل ایمان وہاں باقی رہ گئے تھے وہ یا تو جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپ گئے تھے یا وہاں سے ہجرت کر کے عراق آنے لگے تھے۔ کچھ لوگ لباس تبدیل کر کے وہیں رہ گئے تھے لیکن وہ اعلانیہ نہ نماز

پڑھ سکتے تھے اور نہ دوسرے ارکان اسلام ادا کر سکتے تھے۔

لیکن اب جب کہ اسلامی لشکر بخارا کی سرحد میں داخل ہو گیا تھا تو گردن فراز اور سرکش مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ انھیں خوف ہو گیا تھا کہ کہیں مسلمان پھر اس علاقہ کو فتح نہ کریں اور ان سے ان مسلمانوں کا انتقام نہ لیں جن پر انھوں نے وحشیانہ ظلم وستم کئے تھے مگر اس بات سے انھیں تسلی ہو جاتی تھی کہ ان کا خدا ان کے درمیان میں موجود ہے چونکہ وہ اس کے پیرو ہو گئے تھے اور ان کے رئیس لوگ بسیام میں جا کر مقنع کی خدائی کا کارخانہ دیکھ چکے تھے۔ اس لئے انھیں یہ اطمینان تھا کہ ان کا خدا غضبناک ہو کر مسلمانوں کو فنا کر دے گا۔

مگر یہ طفل تسلیاں اس وقت مشکوک نظر آنے لگیں جب انھوں نے سنا کہ مسلمانوں نے سرحد کے مقام پر مقامی لشکر کو شکست دے کر پسپا کر دیا اور اسلامی لشکر آگے بڑھا آ رہا ہے۔

چونکہ مسلمانوں کو یہ بات معلوم تھی کہ بخارا کے قریب قریب تمام باشندے مشرک وکافر ہو گئے ہیں اس لئے انھیں اندیشہ تھا کہ وہ اسلامی لشکر کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

چنانچہ یزید بن جبریل جس قدر بخارا کے ملک میں پیش قدمی کرتے اس حصّہ پر اچھی طرح نظم و نسق قائم کر کے پھر آگے بڑھتے تھے۔ اسی طریقہ عمل سے اسلامی لشکر کی پیش قدمی بڑی سست رفتار سے جاری تھی۔

ہشیم پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہو گئی تھی کہ اسے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ وہ پسپا ہو کر ایک محفوظ مقام پر مقیم ہو گیا تھا اور اس نے وزیر اعظم کو تمام واقعات لکھ کر ورمدد طلب کی تھی۔ اس کی مدد کے لئے ایک مشہور سپہ سالار ہنیک کو دو ہزار فوج کے ساتھ بھیج دیا

ہنیک نے کبھی مسلمانوں سے جنگ نہیں کی تھی۔ وہ ان کے اسلوب جنگ سے واقف نہ تھا یوان آدمی تھا۔ دل میں لڑائی کا جذبہ تھا۔ وہ مسلمانوں سے ٹکرانا چاہتا تھا۔ اس نے ہشیم کو ترغیب ی کہ وہ پیش قدمی کر کے مسلمانوں کو روکے۔

ہشیم نے کہا "تم مسلمانوں کو نہیں جانتے ہو وہ کٹ کٹ کر لڑتے ہیں اور کم بخت جیسے مرنا تو اتنے ہی نہیں۔ ان پر بڑھ کر حملہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس جگہ ٹھہر کر ان کے آنے انتظار کیا جائے اور جب وہ یہاں آجائیں تو پوری قوت سے ان کا مقابلہ کیا جائے۔

ہنیک : یہ تو بڑی بزدلی کی بات ہے ایک تو اس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے دوسرے مسلمان ہمارے ملک کے کافی حصہ پر قابض ہو جائیں گے یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں آگے بڑھ کر مسلمانوں کو روکنا چاہیئے۔

لیکن ہشیم اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ ہنیک نے اپنے ماتحت افسروں سے مشورہ لیا۔ وہ لوگ بھی ہنیک کی طرح ایسے ہی تھے۔ جنہوں نے کبھی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کیا تھا۔ ان کے دلوں میں بھی لڑائی کا جوش تھا اور وہ مسلمانوں سے ٹکرانا چاہتے تھے۔ انھوں نے بھی رائے دی کہ مسلمانوں کو آگے بڑھ کر ہی روکا جائے۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ اس تمام لشکر کا سپہ سالار ہشیم تھا ہنیک اس کے مددگار کے طور پر تھا اس کا ماتحت بغیر اس کی رضامندی اور حکم کے کوئی کام کر نہیں سکتا تھا۔ اس لئے مجبور تھا بڑھ کر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔

ایک روز اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے ایک ایسی بستی پر قبضہ کر لیا ہے جو شہر کی حیثیت رکھتی تھی اور اس بستی میں مقنع کے جو پتھر کے بت عبادت خانوں میں رکھے تھے۔ ان سب کو توڑ پھوڑ دیا ہے ہنیک جوش اور غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا اور اسی وقت ہشیم کے پاس پہنچا اور اس سے کہا "کیا اس مذہبی توہین کا آپ کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا ہے؟"

ہشیم : بہت زیادہ اثر ہوا ہے۔

ہنیک : تو چلئے اور ان کافروں کو سزا دیجئے۔

ہشیم : مگر میرا مشورہ اب بھی یہی ہے کہ آگے نہ بڑھو۔ وہ بڑھتے چلے آرہے ہیں ان کا انتظار کر دیہاں ان سے دل کھول کر مقابلہ کرنا۔

ہنیک : لیکن جانتے ہو اس کا کیا اثر ہو گا؟

ہشیم : "کیا اثر ہو گا؟"

ہنیک : جب مسلمان بڑھتے اور عبادت خانوں کو گراتے ہمارے خدا کی مورتیوں کو توڑتے چلے آئیں گے تو عوام سمجھیں گے کہ ہماری کوئی قوت نہیں ہے اور ہمارے خدا کو کچھ قدرت نہیں ہے اس سے وہ بہکنے لگیں گے۔ مسلمانوں کے خدا کو اپنا خدا ماننے لگیں گے اور مسلمان ہو جائیں گے۔

ہشیم : یہ فضول خیال ہے بخارا کے مقتاعی ایسے بزدل اور ہیولہ مزاج نہیں کہ مسلمانوں سے ڈر کر اپنے خدا سے منحرف ہو جائیں گے اور جن کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ہو جانے دو۔ یہ معلوم تو ہو جائے گا کہ کون لوگ کچے ایمان کے تھے، کون بھکل ہیں۔ جب ہم مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے یا مٹا دیں گے تب ان سے سمجھ لیں گے۔ ان کے خون سے انھیں نہلا دیں گے۔ اور ایسے عیاروں کے وجود سے اپنے خون کو پاک کر دیں گے۔

ہنیک : لیکن اگر وہ لوگ بہک کر مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہم سے لڑنے لگے تو کیا اس سے مسلمانوں کی قوت اور نہ بڑھ جائے گی، اور مسلمان ہمیں آپس میں ہی نہ ٹکرا دیں گے؟

ہشیم : میں اس بات کو نہیں مانتا جو بخاری لوگ بہک کر مسلمان ہو جائیں گے وہ ہم سے لڑنے کی جرأت ہرگز نہ کریں گے اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو ہم ان کے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔

ہنیک : مگر آپ ایسا موقعہ ہی کیوں دیتے ہیں کہ لوگ بہک کر مسلمان ہو جائیں اس سے مقتاعیوں پر برا اثر پڑے گا۔

ہشیم : لیکن تم اس بات کو نہیں سمجھتے ہو کہ آگے بڑھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا دشوار ہو جائے گا اور یہاں رہ کر آسانی سے ان کا مقابلہ کیا جا سکے گا۔

ہنیک : اور میں کہتا ہوں کہ اگر ہم یہیں دبکے پڑے رہے تو ایک طرف مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے دوسری طرف ہمارے سپاہیوں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اور یہ بہت برا ہوگا۔ اچھا یہی ہے کہ ہم بڑھ کر مسلمانوں کو روکیں۔

ہشیم : تمہاری یہ بڑی آرزو ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں سے جلد سے جلد ٹکر لینا چاہتے ہو۔ اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو تم شوق سے آگے بڑھو اور ان سے ٹکرا جاؤ۔

ہنیک : مگر تم یہیں مقیم رہو گے۔

ہشیم : ہاں میں یہیں رہ کر تمہارے اور مسلمانوں کے جنگ کے نتیجہ کا انتظار کروں گا۔

ہنیک : بہتر ہے تم دیکھو گے کہ میں مسلمانوں کو بہت جلد شکست دے کر بھگا دوں گا کس قدر لشکر دیں گے آپ مجھے۔

ہشیم : مسلمان پانچ ہزار ہیں ۔ پانچ ہزار ہی سپاہ تم لے جاؤ ۔

ہنیک : کافی ہے ۔ مقنع نے چاہا تو آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کو شکست دیکر ان کے ملک پر حملہ کر دوں گا ۔ اور اگر مجھے مدد مل گئی تو میں بڑھ کر دار الخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا ۔

چنانچہ ہشیم نے پانچ ہزار سپاہی علیحدہ کر کے ہنیک کے تحت میں دے دیئے اور اس لشکر کے لئے تمام ضروری سامان مہیا کر دیا ۔ ہنیک اس لشکر کو لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ۔

(۴۷)

یزید بن جبریل نہایت ہوشیاری اور پختہ کاری کے ساتھ بخارا کے اندرونی علاقہ میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ اگرچہ ان کی رفتار بڑی سست تھی مگر ان کا طریقہ بہت اچھا تھا وہ جس علاقہ پر قبضہ کرتے تھے اس پر اچھی طرح تسلط کر لیتے تھے اور وہاں کے اشرار و عیار لوگوں کو گرفتار کر کے قید کر دیتے تھے ان کی اس تدبیر سے مفتوحہ علاقہ میں بغاوت کا اندیشہ نہیں رہتا تھا۔

جب ان مسلمانوں نے جو پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپ گئے تھے۔ اسلامی لشکر کے آنے کی خبر سنی تو وہ وہاں سے چلے آئے اور مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ لوگ وہ تھے جن پر مقامیوں نے ہولناک مظالم کئے تھے اور انھوں نے مسلمانوں پر وحشیانہ ظلم و ستم ہوتے دیکھے تھے۔ ان کے دلوں میں انتقام کا بڑا جوش تھا وہ چاہتے تھے کہ ان کا مقابلہ مقامی لشکر سے ہو جائے اور وہ ان سے لڑ کر اپنے دلوں کے حوصلے نکال لیں۔

لیکن ان کے دلوں میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ جس علاقہ کو مسلمانوں نے اپنے قبضہ میں لیا تھا۔ اس علاقہ کے مقامیوں سے انتقام لیتے۔ انھیں قتل کر ڈالتے اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیتے۔ مقامیوں نے بھی تو ایسا ہی کیا تھا۔ انھوں نے مسلمان مردوں کو مار ڈالا تھا۔ بوڑھی عورتوں اور بچوں کو ذبح کر دیا تھا اور نوخیز و حسین دوشیزاؤں اور جوان و خوب صورت عورتوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے عام مقامیوں سے انتقام لینا بزدلی سمجھا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ انتقام ان سے ہی لینا چاہیئے۔ جنھوں نے ظلم کئے ہوں۔ اور جنھوں نے کوئی سختی نہ کی ہو ان پر اس وجہ سے حملہ کرنا کہ وہ ظالموں اور قاتلوں کے ہم قوم ہیں، انسانیت، شرافت اور مذہب سے گری ہوئی بات ہوتی ہے۔ مسلمان اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے وہ لڑنے والوں سے انتقام

لینا چاہتے تھے۔

مسلمان آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان کا لشکر بہت کم تھا لیکن انھوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ البتہ یزید دربارِ خلافت کو اس علاقہ کے تمام حالات لکھتے رہتے تھے خلیفہ مہدی نے یہ ضروری سمجھا کہ کچھ اور لشکر ان کی مدد کے لئے بھیجا جائے۔ چنانچہ انھوں نے دو ہزار سواروں کا ایک دستہ ربذعون کی سرکردگی میں یزید کی کمک کیلئے بھیجا۔ مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع ہوگئی کہ ان مدد کے لئے اور لشکر آرہا ہے۔

اس خبر کے سننے سے مسلمانوں میں جذبہ پیدا ہوا کہ وہ امدادی لشکر کے آنے سے پہلے بخارا کا تمام ملک فتح کر کے صغد پر چڑھائی کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے سپہ سالار یزید پر کیا۔ یزید خود بھی چاہتے تھے کہ نئے لشکر کے آنے سے پہلے کچھ اور علاقہ پر قبضہ کرلیں۔ چنانچہ اب انھوں نے کچھ تیز رفتاری سے اپنی پیش قدمی شروع کر دی۔

ابھی انھوں نے کچھ تھوڑی ہی پیش قدمی کی تھی کہ انھیں معلوم ہوا کہ مقنعائیوں کا لشکر چلا آرہا ہے اس کی تعداد بھی معلوم ہوگئی۔ پانچ ہزار تھی۔ پانچ ہزار ہی مسلمان تھے۔ انھوں نے بھی یہ کوشش کی کہ اس آنے والے لشکر سے مقابلہ ہو جائے۔

مگر یزید بڑے تجربہ کار فوجی افسر تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مقابلہ کھلے ہوئے میدان میں ہو کسی تنگ جگہ نہ ہو۔ اس لئے جب وہ پڑاؤ کرتے تھے حتی الامکان کشادہ میدان میں کرتے تھے۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے آرہے تھے۔ درمیانی فاصلہ کم ہوتا جاتا تھا اور دونوں طرف کے سپاہی بڑے جوش میں بڑھ رہے تھے۔ ہنیک بھی تجربہ کار، ہوشیار اور بہادر سپہ سالار تھا وہ بھی نہایت ہوشیاری سے آرہا تھا اس نے اپنے لشکر کی تعداد بھی بڑھا لی تھی۔ جن شہروں اور بستیوں میں سے ہو کر وہ گزرا اس نے وہاں کے نوجوانوں اور پرجوش لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اس سے اس کے لشکر کی تعداد سات ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

جن نوجوانوں کو اس نے اپنے ساتھ لیا وہ ایسے لوگ تھے جنھیں مقنع سے بڑی عقیدت تھی اسے خدا مانتے تھے اور اس کی توہین کو کسی حالت میں بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ انھیں اس لئے بڑا جوش تھا کہ مسلمان ان کے خدا کو خدا نہیں مانتے اور اس سے لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔ یہ بات ان کے جوش کو ہیجان

میں لانے کے لئے کچھ کم نہ تھی۔

آخر ایک دن ایسا آیا جب دونوں لشکر مقابلہ میں آگئے اور یزید جیسا چاہتے تھے ویسا ہی ہوا۔ یعنی بڑے وسیع میدان میں دونوں لشکر فروکش ہوئے ایک وسیع میدان دونو لشکروں کے درمیان حدِ فاصل رہا۔

مقنائیوں کا جوش اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ اس وقت حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن ہنیک نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ اس نے قیام کر دیا۔ رات فریقین نے بے اطمینانی سے گزاری۔ کیونکہ دونوں کو ایک دوسرے کے شب خون مارنے کا اندیشہ رہا۔ دونوں ہی کچھ سپاہی ساری رات پاسبانی کرتے رہے

صبح کو جب مسلمانوں نے نماز سے فراغت پائی تو انھوں نے مشرکوں کے لشکر کو صف بستہ حملہ پر تیار کھڑے دیکھا۔ ہنیک نے پچھلی رات ہی سب کو مسلح ہونے کا حکم دے دیا تھا اور وہ ہتھیاروں سے سج کر میدان میں نکل آئے تھے اور صبح کے دھندلکے میں صف بستہ ہو گئے تھے۔

ادھر مسلمانوں نے نماز سے فراغت کی۔ ادھر مقنائیوں نے بڑے جوش اور عزم وارادہ سے بڑھنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے ان کی پیش قدمی کو دیکھ لیا وہ اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے۔ مسلمانوں کا جو دستہ رات بھر گشت کرتا رہا تھا اس نے بھی نماز پڑھی تھی۔ وہ مسلح تھا وہ فوراً بڑھ کر کافروں کو روکنے کیلئے تیار ہو گیا۔ کافروں کی فوج یلغار کرتی ہوئی بڑھی چلی آ رہی تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ صرف ڈھائی سو سواروں کا دستہ ان کا راستہ روکنے کیلئے کھڑا ہوا ہے۔ مسلمانوں کا یہ دستہ ڈھائی سو سپاہیوں پر ہی مشتمل تھا مقنائیوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ انھوں نے طے کر لیا کہ ان تھوڑے سے مسلمانوں کو روندتے ہوئے بڑھ کر اسلامی لشکر پر حملہ کر دیں۔ انھوں نے دیکھ ہی لیا تھا کہ مسلمان ابھی مسلح نہیں ہوئے انھیں یقین تھا کہ اگر اس وقت وہ ان پر حملہ کر دیں گے تو ان کا خاتمہ کر ڈالیں گے۔

مگر جب وہ پاسبان دستہ کے پاس پہنچے اور ان پر حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا اور اسی سختی سے حملہ کیا کہ ان کی یلغار کو روک دیا۔ اور نہ صرف روک دیا۔ بلکہ تلواروں کی نوکوں سے انھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ کافروں نے حملہ کیا تھا یہ سمجھ کر مسلمان تھوڑے ہیں انھیں قتل کر کے ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے مسلمانوں کے لشکرگاہ ہی میں ان پر حملہ کر کے انھیں ٹھکانے لگا دیں گے۔ لیکن جب ان تھوڑے سے مسلمانوں نے انھیں روک دیا اور نہ صرف روک دیا بلکہ چند قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تو ہنیک کو ف

غصہ آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو للکارا وہ جوش میں آکر پھر حملہ آور ہوئے۔ ان کی صفیں سمند
لہروں کی طرح آگے بڑھیں پھر کچھ پیچھے ہٹیں اور پھر بڑھیں۔

مسلمانوں میں جوش میں آکر ان پر حملہ کر دیا۔ وہ اگرچہ تمام رات جاگتے رہے تھے۔ صبح کے
تھک گئے تھے لیکن لڑائی نے ان کے دلوں میں جوش بھر دیا اور تلواروں سے حملہ آور ہوئے۔ ان کی
پاش سفید تلواریں اٹھیں اور کافروں کے سروں کی طرف بڑی پھرتی سے چلیں کافروں نے ڈھالوں پر ان
وار روکے مگر حملے اس زور سے ہوئے تھے کہ کئی ڈھالیں پھاڑ ڈالیں گئیں۔ کئی جوان زخمی ہوئے
کئی آدمی تڑپ کر گر گئے۔

کافر جھنا گئے۔ انھوں نے جوش میں آکر پھر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کی تلواروں کو اپنی ڈھا
روکا۔ کئی مسلمانوں کے بھی زخم آئے۔ زخمی مسلمانوں نے تڑپ کر اور بھی جوش سے حملہ کیا اور انھوں
کافروں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

لیکن کافر چند پیچھے ہٹ کر پھر سنبھلے اور انھوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ مسلمان کئی قدم
پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ بڑی مشکل سے وہ سنبھلے اور انھوں نے تلواروں کی دھاروں پر کافروا
رکھ لیا۔ کئی کافر زخمی اور قتل ہو کر گرے اس سے کافروں کو اس قدر جوش آیا کہ انھوں نے دیو
وار حملے شروع کر دیے۔ تلواریں جلد چلنے لگیں۔ چیخ پکار اور آہ و فریاد کی آوازیں بلند ہو
لگیں۔ خون کی چھینٹیں اڑنے لگیں اور بہت سی تلواریں خون برساتی ہوئی اٹھنے لگیں۔

کافروں نے پھر یورش کی اگرچہ مسلمانوں نے اپنی ہمت اور طاقت سے زیادہ زور ان
روکنے کے لئے لگایا۔ لیکن وہ ان کی یلغار کو نہ روک سکے۔ کافر بڑھنے لگے اور مسلمان پیچھے
لگے پھر بھی کچھ دور ہٹ کر مسلمانوں نے حملہ کر کے ان کی پیش قدمی روک دی۔ اسی وقت ا
کے فلک شگاف نعروں کی آواز آئی یہ مسلمان کے نعرہ کی آواز تھی وہ مسلح ہو کر آ گئے تھے۔

(۴۸)

مسلمانوں نے آتے ہی نہایت سختی سے حملہ کر دیا انھوں نے اس دستہ کو سبکدوش کر دیا جو اب تک دشمنوں کو روکے رہا تھا ۔ اگرچہ اس دستہ کے مجاہدین بھی جہاد میں شریک رہنا چاہتے تھے لیکن انھیں بتایا گیا کہ ان کے سپہ سالار یزید نے ازراہِ شفقت انھیں کیمپ میں واپس جانے اور آرام کرنے کا حکم دیا ہے ۔

مسلمان اپنے افسر کا حکم ضرور مانتے تھے ۔ عدول حکمی کو وہ جانتے بھی نہ تھے یہ دستہ فوراً علیحٰدہ ہو کر کیمپ کی طرف چلا ۔

ان کے ہٹتے ہی تازہ دم مسلمانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ مشرکوں کا تمام لشکر جنبش میں آ گیا انھوں نے ان کی پہلی صف کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ ڈالا ۔ لاشوں پر لاشیں گرا دیں ۔ خون کی دھاریں بہا دیں کٹے ہوئے سر گیندوں کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکتے پھرنے لگے ۔ دھڑ تنا ور درختوں کی طرح گر کر پھیل گئے اور کٹی ہوئی گردنوں میں سے اس طرح خون ابل رہا تھا جیسے مشکوں کے دھانے کھل کر پانی بہنے لگے ۔

مسلمان بڑے جوش میں تھے وہ پہلی صف کو ختم کر کے دوسری پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے اس میں بھی بہت سے دشمنوں کو مار کر گرا دیا ۔ کچھ مسلمان دوسری صف کو توڑ کر تیسری پر جا حملہ آور ہوئے اور وہیں جٹ گئے ۔ بڑی پھرتی اور قوت سے حملے کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے لگے مشرکوں کو اپنے مقتولوں کو دیکھ کر بڑا جوش آیا ۔ انھوں نے اپنی پوری قوت سے حملے کر کے مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا ۔ بہت سے مسلمانوں کو زخمی اور شہید کر ڈالا ۔

ان کا یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ مسلمان ایڑی چوٹی کا زور لگانے پر بھی اسے نہ روک سکے ۔ ان

کے قدم اکھڑنے لگے۔ یزید نے دیکھ لیا وہ پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ جنگ گاہ کے کنارے پر کھڑے میدان کارزار کو دیکھ رہے تھے انھیں جوش آگیا۔ انھوں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا تیزی سے چلا۔ ان کے محافظات دستہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ انھوں نے بھی اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھادیں اور اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر حملہ کر دیا۔

ان تازہ دم مسلمانوں نے حملہ کرتے ہی اس زور سے جدال و قتال کی اور اس پھرتی سے دشمنوں کو قتل کیا کہ ان کی پیش قدمی رک گئی۔ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ انھوں نے سنبھل کر پھر حملہ کیا اور اس سختی سے مارکاٹ کرتے بڑھے کہ دشمن گھبرا گیا۔ کافروں میں سراسیمگی پیدا ہو گئی اور وہ مسلمانوں کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگے ان کے حملوں میں کمی واقع ہو گئی۔

مسلمانوں کو موقع مل گیا۔ انھوں نے ایک اور حملہ کیا۔ یہ حملہ پہلے حملوں سے بڑا سخت تھا۔ وہ مقنائیوں کی صفیں کاٹتے آگے بڑھتے چلے گئے اور اس طرح مقنائی اور مسلمان گڈمڈ ہو کر لڑنے لگے تھے۔

اب جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک اٹھی۔ چاروں طرف حدّ نگاہ تک تلواروں کے کھیت اگے ہوئے معلوم ہوتے تھے اس پھرتی سے تلواریں جھک کر اٹھ رہی تھیں کہ دور سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگ تلواریں لئے کھڑے ہوں۔ یا تلواروں کے کھیت اگ آئے ہوں۔ حالانکہ جنگ بڑی شدت سے ہو رہی تھی۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ ہاتھ کٹ کر اس زور سے لوگوں کے جا کر لگتے تھے کہ جسم کے جس حصہ پر پڑتے تھے اسے توڑ ڈالتے تھے۔ سر گیندوں کی طرح کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے اور خون کی بارش ہو رہی تھی۔

مشرکین پھر جم گئے تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے زیادہ تر بخارا کے ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن کا مشغلہ ہی جنگ و جدل ہے جن کے بچے میدان جنگ میں ہوش سنبھالتے ہیں اور جنہیں شروع عمر سے ہی جنگ و پیکار کی تعلیم دی جاتی ہے کچھ ترک تھے۔ ترک بھی جنگجو قوم ہے وہ بھی لڑکپن سے ہی لڑائی کی تعلیم پاتے ہیں اور میدان جنگ میں خونخوار شیر بن جاتے ہیں۔

لیکن ان کا مقابلہ تھا مسلمانوں سے اور مسلمان جنگ کو غذا کی روح سمجھتے ہیں۔ لڑائی ان کا دن

رات کا مشغلہ ہے ۔ ان کی مائیں اور انائیں جب سے وہ سمجھنے اور بولنے لگتے تھے انھیں ان کے بزرگوں کی بہادری کی کہانیاں اور داستانیں سنا سنا کر انھیں ایسا بہادر، دلیر، جری، نڈر اور شجاع بنا دیتی تھیں کہ وہ بڑے ہو کر میدان جنگ کو بازیچۂ طفلاں سمجھنے لگتے تھے ۔ اور جب انھیں معلوم ہوتا تھا کہ مذہب اسلام میں جہاد کا اتنا ثواب ہے کہ اور دوسرے نیک سے نیک کاموں کے ثواب اس کے سامنے ہیچ ہیں ۔ جہاد عبادت سے بھی بڑھ کر ہے اور جہاد میں شہید ہونے والے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کا شوق جنگ اور بڑھ جاتا تھا اور وہ جہاد کے لئے ہر وقت آمادہ اور مستعد رہتے تھے ۔ دنیا کی رنگینیاں انھیں اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی تھیں وہ بندۂ عشرت نہیں تھے، بلکہ ان کی عمریں گھوڑوں کی پشتوں پر اور تلواروں کے سایہ میں گزر جاتی تھیں ۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ بہشت کا راستہ تلواروں کے سایہ میں سے ہے ۔ اور اس لئے وہ آرام طلبی سے واقف ہی نہ تھے ۔

مشرکوں کے جم کر لڑنے سے مسلمانوں کو طرارہ آگیا ۔ انھوں نے پھر شدت سے حملہ کیا اور پھر اپنی قوت اور تلواروں کو دشمنوں پر خرچ کرنے لگے ۔ پھر سختی سے مارکاٹ شروع کر دی ۔ پھر مشرکوں کے قدم لڑکھڑا گئے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے ۔

ہنیک نے اپنے لشکر کو ہٹتے ہوئے دیکھا ۔ اسے بڑا غصہ آیا ۔ اس نے للکار کر کہا "اے مقنع کے فدائیوں ! یہ کیا بزدلی ہے ۔ مسلمان تھوڑے ہیں تم زیادہ ہو وہ تمہارے ملک پر حملہ آور ہوئے ہیں ۔ تم اپنے ملک میں ہو ۔ ان کا خدا کوئی نہیں ہے ۔ تمہارا خدا مقنع ہے وہ مر کر دوزخ میں ہی جائیں گے اور تم مر کر جنت میں جاؤ گے اس جنت میں جس کا نظارہ تم میں سے کئی لوگ کر چکے ہیں اور جسے دوبارہ دیکھنے کے لئے اپنی جان تک دینے کو تیار ہیں ۔ آج موقع ہے کہ دشمنوں سے جی کھول کر لڑو ۔ اپنے خدا کو خوش کرو ۔ فتح تمہاری ہوگی ۔ اس صلہ میں جو مر جائیں گے وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں چلے جائیں گے اور جو زندہ رہیں گے انھیں جنت کا نظارہ کرایا جائے گا اور جو لوگ آج بزدلی کریں گے ۔ جنگ سے جی چرائیں گے وہ شعلہ زار میں دھکیل دیئے جائیں گے ۔ بڑھو اور اپنے خدا کی توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر ڈالو ۔

اس کی اس تقریر نے مشرکوں کے دلوں میں نیا جوش پیدا کیا اور وہ رک کر بڑی دلیری سے

مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے بہت سے مسلمانوں کو قتل و زخمی کر ڈالا۔ ان کی تلواروں نے بہت سی ڈھالوں کو پھاڑ ڈالا۔ یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ مسلمانوں کو پسپا ہو جانا چاہیئے تھا لیکن وہ ایک انچ نہیں ہٹے۔ ان پران کے اس حملہ کا کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔ وہ برابر اپنی جگہ جمے بدستور لڑتے رہے بلکہ انھیں اپنے کچھ ساتھیوں کے قتل و زخمی ہو جانے سے بڑا غصہ آیا اور انھوں نے غضب ناک ہو کر پھر سختی سے حملہ کیا اور پھر پھرتی اور قوت سے تلواریں مارنے لگے۔ انھوں نے بہت سے دشمنوں کی ڈھالیں پھاڑ ڈالیں۔ بہت لوگوں کے ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالے۔ بہت سے لوگوں کے سر اڑا دئیے۔ لاشوں پر لاشیں ڈال دیں خون کی بارش کر دی۔

مسلمانوں کا یہ حملہ پہلے تمام حملوں سے بہت زیادہ سخت ہوا۔ انھوں نے گردہ کے گردہ کاٹ ڈالے اور صف کی صف قتل کر کے بچھا دی۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ بڑے بڑے افسروں کو مار ڈالا۔ مشرک گھبرا گئے وہ سہم کر پیچھے ہٹے۔ ہنیک نے انھیں پھر للکارا۔ اور جوش دلا کر لڑانا چاہا مگر ان کے قدم نہ جمے۔ دراصل مسلمانوں نے انھیں جمنے ہی نہ دیا۔ وہ ایک دم بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے ان کے سینکڑوں سپاہیوں کو مار ڈالا سینکڑوں کو گرفتار کر لیا۔ جب وہ دور نکل گئے تب مسلمان لوٹ آئے۔ انھوں نے مقائیوں کے کیمپ پر قبضہ کر کے ان کا تمام سامان لوٹ لیا اور پھر شہیدوں کو جمع کر کے ان کے جنازہ کی نماز پڑھ کر بڑے اعزاز سے ساتھ انھیں دفن کر دیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے اپنے کیمپ میں جا کر آرام کرنے لگے۔

(۴۹)

عالیہ اکثر دوسرے محلوں میں جاتی رہتی تھی ۔ وہ جس محل میں جاتی وہاں اس کی بڑی تعظیم
و تکریم کی جاتی اس محل کی بیگمیں اور کنیزیں سب اس کی بڑی آؤ بھگت کرتیں اور اس کی باتیں سنا
کرتیں ۔ اس کی آواز کچھ ایسی روح نواز اور نغمہ ریز تھی کہ جی چاہتا کہ اس کی باتیں سنی جائیں ۔

لیکن اس کے سامنے مقنع کی سب تعریفیں کرتی رہتی تھیں ۔ اس کے معجزات بیان کرتیں
اس کی عظمت ، جلال ، جنت اور دوزخ کا اس طرح ذکر کرتیں جسے سن کر انسان کے خیالات کچھ
کے کچھ ہو جاتے ۔ خصوصاً جنت کا تذکرہ بڑے دل کش انداز میں ہوتا ۔ جنت کے حالات سن کر ہر
ایک کو اس کے دیکھنے کی آرزو ہو جاتی ۔

چنانچہ عالیہ کو بھی جنت دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی تھی مگر وہ اپنی اس خواہش کا اظہار کسی
پر نہ کرتی تھی ۔ البتہ چاہتی ضرور تھی کہ ایک نظر مقنع کی جنت کو دیکھ ضرور لے ۔

وہ اکثر عذرا سے ملتی رہی ۔ اسے عذرا سے اور عذرا کو اس سے بڑی محبت ہو گئی تھی
دونوں جب ایک جگہ جمع ہوتیں تو ایک دوسری سے اپنے دل کا حال کہہ کر اپنے غموں اور پریشانیوں
کو کچھ ہلکا کر لیتیں ۔

عذرا اور عالیہ دونوں کو ہر طرح ترغیب دی جا رہی تھی کہ وہ مقنع کو خدا مان لیں ۔ اسے
سجدہ کر لیں اور اس کے حرم میں داخل ہو جائیں ۔ لیکن وہ دونوں ان باتوں کو نہ مانتی تھیں ۔ بلکہ
جتنی انھیں ترغیب دی جاتی تھی اتنی ہی وہ بھڑکتی تھیں ۔

دونوں حسین ، ماہرو اور پری چہرہ تھیں ۔ مقنع کے حرم میں اگرچہ بڑی پری جمال لڑکیاں
موجود تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے مقابلہ کی ایک بھی ماہ وش اور پری رخسار نہ تھی ۔ اگر

اگر وہ دونوں آفتاب حسن تھیں تو اور لڑکیاں ذرۂ بے مقدار تھیں۔

دونوں کو سمجھایا جا رہا تھا۔ ترغیبیں دی جا رہی تھیں۔ عجیب عجیب قسم کے لالچ دیئے جا رہے لیکن وہ ان کے جال میں نہ پھنستی تھیں۔ وہ پختہ عقیدہ کی مسلم دوشیزائیں تھیں ان کے ایمان مضبوط تھے۔ وہ دینے کو تیار تھے لیکن ایمان اور عصمت پر آنچ آنے دینا نہیں چاہتی تھی انھیں دھمکایا اور ڈرایا بھی جا رہا تھا وہ خوف زدہ نہیں ہوتی تھیں۔

ایک روز عذرا۔ عالیہ کے محل ہی میں آگئی۔ عالیہ اسے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئی۔ بڑا پرتپاک خیر مقدم کر کے اسے بڑے کمرے میں لے گئی دونوں صوفوں پر بیٹھ گئیں اور باتیں کرنے لگیں۔ عذرا نے میں نے سنا ہے مسلمانوں نے یورش کر دی ہے۔

عالیہ: ہم ایسے محلوں میں رہتے ہیں جہاں باہر کی دنیا کے حالات نہیں پہنچتے گویا ہماری ان محلات تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔

عذرا: "یہ صحیح کہتی ہو۔ مجھے بھی اتفاقیہ کچھ حالات معلوم ہو گئے۔ ہوا یہ کہ ابھی چند روز ایک کم سن اور الھڑ لڑکی کنیزوں کے زمرہ میں داخل ہو کر میرے محل میں بھیجی گئی ہے۔ وہ مادر وا کے اسی سرحدی علاقہ کی رہنے والی ہے۔ تو رخم سے ملحق ہے۔ کافی حسین، شوخ اور بے باک۔ وہ چند ہی روز میں مجھ سے بہت زیادہ مانوس ہو گئی ہے ایک روز وہ میرے بال بنا رہی تھی اور سیدۂ مجھے الٹی سیدھی ترغیبیں دے رہی تھی۔ آخر سیدۂ حرم نے کہہ دیا کہ عذرا اگر تم اپنی ضد پر قائم رہیں تو تمہیں اپنے قہر و غضب کی بجلی سے ہلاک کر دے گا۔

میں نے کہہ دیا کہ جب سے مجھے گرفتار کر کے یہاں لایا گیا ہے میں نے سمجھ لیا ہے کہ ا نہ ایک دن میری جان ضرور جانی ہے تم نہیں جانتی ہو کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان لڑکیاں سب سے اپنے ایمان اور عصمت کی حفاظت کیا کرتی ہوں۔ میں بھی جان دے دوں گی لیکن ایمان نہ دوں گی ا عصمت پر داغ نہ لگنے دوں گی۔

اس نے برہم ہو کر کہا "تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ نہ تمہاری قوم، نہ تمہارا خلیفہ اور تمہارا خدا، پھر کیوں کڑھ کڑھ کر اپنے شباب اور تندرستی کو گھن لگاتی ہو مقنع کی بات مان لو۔" نوجوان اور خوش رہو گی۔

میں نے کہا "مسلمان میری مدد نہیں کر سکتے نہ کریں، خلیفہ کچھ نہیں کر سکتے پرواہ نہیں، مگر میرا خدا میری ضرور مدد ضرور کرے گا۔

وہ بگڑ کر چلی گئی۔ میں اس خیال سے افسردہ ہو گئی کہ واقعی ہماری خبر لینے والا کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ اس بات کا میرے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے اختیار میرے لبوں سے آہ نکل گئی۔

میری آہ کا کنیز کے دل پر برا اثر ہوا اس نے کہا "تم غمگین کیوں ہو گئیں؟

میں نے کہا" اس لئے کہ مسلمانوں کو اور ہمارے خلیفہ کو ہمارے حالات کا کچھ علم نہیں ہے اس لئے وہ ہماری مدد کو نہیں آ سکتے ہیں"۔

اس نے کہا میرے خیال میں تمہارے خلیفہ کو تمہارے حالات کی اطلاع ہو گئی ہے"۔

مجھے اس کی بات سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا۔

وہ۔ میں نے ایک لشکر ماوراء النہر کے علاقہ کے قریب مسلمانوں کا دیکھا ہے۔ اس کا افسر ایک نوجوان سعید نامی ہے۔

"سعید" بے اختیار عالیہ کی زبان سے نکلا۔ عذرا نے متعجب ہو کر اس پری پیکر کو دیکھا اور کہا "کیا تم سعید کو جانتی ہو؟

عالیہ سنبھلی۔ اسے بڑا افسوس ہوا کہ جس راز کو وہ دل میں چھپائے ہوئے تھی اس کی حماقت سے اس کی کنجی اس کی زبان سے نکل گئی۔ اب باتیں بنانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس نے کہا "ہاں ایک سعید کو میں بھی جانتی ہوں"۔

عذرا نے اس کے چاند سے چہرہ پر نظریں جما کر کہا "کون ہے وہ؟

عالیہ: وہ میرے بھائی کے دوست ہیں۔

اس کے بعد اس کا مختصر حال بیان کیا۔ کس طرح وہ جنگل میں رہتی تھی، ان کے بھائی نفر گرفتار ہو گئے۔ سعید اسے اور اس کی ائی کو لے کر چلے۔ سفید پوشوں نے ان پر حملہ کر کے انھیں مار ڈالا یا زخمی کر دیا۔ عذرا نے کہا "کون کہہ سکتا ہے کہ وہ وہی سعید ہیں"۔

عالیہ نے بے خیالی میں کہا میرا دل کہتا ہے۔

عذرا نے شوخی سے مسکرا کر کہا "اچھا۔ اس میں کچھ دل کا معاملہ بھی ہے۔

عالیہ جھینپ گئی ۔ اس نے شرمیلی نظروں سے اس شوخ دوشیزہ کو دیکھ کر کہا" دل کا کچھ معاملہ نہیں ہے"۔

عذرا نے ہنس کر کہا" جی بالکل نہیں ۔ سعید کا نام سنتے ہی چونک کر اس کا نام لینا اور دل کا یہ گواہی دینا کہ وہ وہی سعید ہے ۔ کیا یہ دل کا معاملہ نہیں ہے ---- بڑا خوش قسمت ہے سعید جس کی یاد خراسان کی حور کے دل میں ہے ۔ خدا کرے وہ وہی سعید ہو ۔

عالیہ : ہاں ۔ اچھا پھر کیا کہا کنیز نے ؟

عذرا : اس نے بتایا کہ مسلمانوں کا مقابلہ مقامیوں سے ہوا تھا ۔ مسلمان کم تھے ۔ وہ ہزیمت اٹھا کر واپس چلے گئے ۔ لیکن اس نے یہ بھی سنا تھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے کوئی اور لشکر آرہا ہے ۔

عالیہ : خدا کرے مسلمان آجائیں ۔

عذرا نے شرارت بھرے انداز میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر شوخی کے انداز میں کہا " اور خدا کرے ہماری عالیہ کے سعید بھی اسی لشکر کے ساتھ ہوں ۔

عالیہ : بڑی شریر ہو تم ۔ اپنے رتبہ کا تو خیال کرو بڑی بھابی بننے والی ہو"۔

عذرا نے ناز آفریں چتون سے دیکھ کر کہا" کہیں بنی نہ ہوں"۔

عالیہ نے سنجیدگی نما شوخی سے کہا" بالکل اطمینان رکھو تم ۔ میرے بھائی جان بڑے اچھے ہیں ۔ میرا کہنا بہت مانتے ہیں ۔ میں انھیں رضامند کر ہی لوں گی ۔ اور تم میری بھابی بن ہی جاؤ گی ۔

عذرا : کیسی سنجیدہ بن گئی ہے ۔ جیسے بہت ہی بھولی ہو ۔ مگر تمہاری تو سنجیدگی میں بھی شوخ ہے"۔

عالیہ : میں شوخی سے نہیں کہہ رہی ہوں ۔ میں نے اچھی طرح غور کر لیا ہے ۔

عذرا : پتہ نہیں سعید بھی تمہاری طرح شوخ ہیں یا مرد مومن بالکل بھولے اور سیدھے ہی ہیں ۔

عالیہ : وہ بھی بھائی جان کی طرح بھولے ہیں۔ مگر تم شوخ اور شریر ہو اور بھائی جان مردِ مومن ـــ سوچتی ہوں تمہاری شوخی کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے۔ لیکن ـــ یہ میں سمجھ گئی ہوں کہ تم خود ہی شرارتیں چھوڑ دو گی بلکہ میں تو سمجھتی ہوں پہلے ہی سے چھوڑ دو۔ اگر وہ کہیں گے بھی کہ عذرا تو شوخ ہے میں کہہ دوں گی کہ انھوں نے سب شرارتیں چھوڑ دی ہیں۔

عذرا : بڑی شوخ ہو۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ سیدہ حرم آگئی۔ اس نے عالیہ سے کہا" مبارک ہو۔ تمہیں جنت کی زیارت کرنے کا حکم ہو گیا ہے۔"

عالیہ نے اسے دیکھا۔ اس نے کہا "بس یہ اطلاع تمہیں دینے آئی تھی"۔ وہ چلی گئی عذرا بھی کچھ دیر کے بعد روانہ ہو گئی۔

(۵۰)

عالیہ نے مقنع کی جنت کی بڑی تعریف سنی تھی۔ اسے اس کے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ سیدہ حرم نے اسے یہ خوش خبری سنائی تھی کہ اسے جنت کی زیارت کی اجازت ہو گئی ہے اس سے اسے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ کب اسے جنت میں لے جایا جائے گا اور کب وہ پر بہار، راحت افزا اور دل کش مقام کی سیر کرے گی۔ جسے دیکھ کر انسان ایسے دیوانے ہو جاتے ہیں کہ مقنع کی خدائی کے قائل ہو کر اسے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔

لیکن اسی عرصہ میں ایک روز اس کی ایک سہیلی نے اس سے کہا کہ "سنا ہے کہ خراسان میں جنگ شروع ہو گئی ہے۔ مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے۔ مقناعیوں کو ہزیمت ہوئی ہے۔"

عالیہ نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔ اس لڑکی کا نام رباب تھا۔ عالیہ نے کہا "تمہیں کیسے معلوم ہوا رباب؟"

اس نے کہا "راز داری کا وعدہ کریں تو عرض کروں۔"

عالیہ: "اطمینان رکھ۔ میں تیرا راز اپنی جان کے ساتھ رکھوں گی۔"

رباب: "تب میں آپ کو بہت سی باتیں بتاؤں گی۔ میرا بھائی ہنیک ہے۔ وہ لشکر لے کر گیا تھا اسے ہزیمت ہوئی ہے وہ اور دوسرا افسر جو سپہ سالار تھا اور جس کا نام ہیثم ہے دونوں آ گئے ہیں۔ وہ مقنع کے حضور میں جاتے اس لئے شرما رہے ہیں کہ شکست کھا کر آئے ہیں۔ ایک دو روز میں شاید وہ مقنع کے سامنے پیش ہوں گے۔ کل میں جب آپ سے اجازت لے کر گئی تھی تو مجھے میرے بھائی ملے اور انھوں نے یہ باتیں بتائی تھیں یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں نے بخارا کا بڑا علاقہ فتح کر لیا ہے اور وہ شہر صغد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مسلمان کچھ ایسے جوش میں ہیں کہ انھیں روکنا دشوار ہے۔"

عالیہ کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ۔ اس نے کہا" خدایا تیرا شکر ہے ۔
پھر اس نے رباب سے مخاطب ہو کر کہا" کچھ معلوم ہے اس اسلامی لشکر کا سردار کون ہے ؟
سعید تو نہیں ہے ۔
رباب : جی نہیں" سعید نہیں ہے ۔ یزید ہے ۔ مگر ایک اور لشکر ماوراالنہر پر حملہ کرنے والا
ہے ۔ اس کا افسر کوئی سعید ہے"۔
عالیہ نے آہستہ سے کہا خدا کرے وہی سعید ہو جو ہمیں صحرا سے لائے تھے ۔
رباب نے کہا" آپ نے خدا کو نہیں مانا
عالیہ : وہ خدا نہیں ہے انسان ہے
رباب : اب مجھے بھی شبہ ہونے لگا ہے ۔ اگر وہ خدا ہوتا تو اس کے لشکر کو شکست نہ ہوتی"۔
عالیہ : ٹھیک کہا تم نے رباب ، وہ خدا نہیں ہے ایک چالاک اور مکار انسان ہے پہلے وہ
نبی مشہور ہوا ۔ جب لوگوں نے اسے نبی مان لیا تو وہ خدا بن بیٹھا ۔ اس نے مسلمانوں کو ستایا ہے اسلامی
حکومت نے اس پر لشکر کشی کر دی ہے ۔ وہ وقت قریب ہے جب اس کی خدائی کا شیرازہ بکھر جائے گا
مسلمان اس کی پول کھول دیں گے اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا ۔
رباب : کیا آپ وعدہ کرتی ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں گی ۔
عالیہ : وعدہ کرتی ہوں ۔ اگر تو میرے ساتھ رہنا پسند کرے گی تو میں تجھے ضرور اپنے ساتھ رکھوں
ہوں گی ۔
رباب : میں آپ کے سامنے توبہ کرتی ہوں اور مسلمان ہوتی ہوں ۔
عالیہ کو بڑی خوشی ہوئی کہ ایک سیم تن نوخیز لڑکی جس سے اسے انسیت تھی ہو گئی تھی مسلمان ہونے
نیا رہی ہے ۔ اس نے اسی وقت اسے مسلمان کر لیا ۔ عالیہ نے اس سے پوچھا " رباب کیا تو نے مقنع کی
۔ کی سیر کی ہے ۔
رباب : جی ہاں ایک دفعہ وہاں جا چکی ہوں نہایت دل کش اور فرحت افزا مقام ہے ۔ لیکن مجھے
جنت کی سیر بہت گراں پڑی ۔ میری عصمت کو داغ لگا دیا گیا ۔ میری دوشیزگی تباہ کر دی گئی اور مجھے
معصوم لڑکی سے عورت بنا دیا گیا مجھے اس بات کا بڑا رنج اور غصہ ہے ۔

عالیہ: کس کم بخت نے یہ شیطانی حرکت کی تیرے ساتھ؟

رباب: اس نے جو مقنع کا بڑا معتقد ہے اور جس کا نام صفار ہے۔

عالیہ: مقنع اور اس کے تمام معتمد اور معتقد بھیڑیے ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو ان بھیڑیوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ عجب نہیں کہ مقنع کی موت میرے ہاتھ سے لکھی ہو۔

رباب کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے کہا "کیا آپ ان نازک ہاتھوں سے اسے قتل کر سکیں گی۔

عالیہ: تم دختران اسلام سے واقف نہیں ہو۔ وہ نازو نزاکت والیاں ہوتے ہوئے بھی بڑی دلیر اور نڈر ہوتی ہیں۔ ان کے بازوؤں میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ اپنی حفاظت آپ کر سکیں۔ ایک بات بتاؤ رباب۔

رباب: کیا؟

عالیہ: تمہارے بھائی کو تمہاری آبروریزی کی اطلاع ہو گئی ہے۔

رباب: جی ہاں۔ میں نے اسی روز انھیں سب کچھ بتا دیا تھا۔ وہ جوش اور غیرت میں آ کر صفار سے انتقام لینے گئے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے کہا "ایسی باتوں کا ذکر نہیں کرتے وہ خدا کا معتمد اور مشیر خاص ہے۔ میں سمجھ گئی کہ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں۔ میرے بھائی نے بھی کسی کی عصمت کو داغ لگایا ہوگا۔ اس کا خمیازہ میں نے بھگتا۔

عالیہ: میرا خیال ہے ان محلوں میں جس قدر لڑکیاں ہیں وہ سب آبرو باختہ ہیں۔

رباب: آپ ٹھیک کہتی ہیں۔

عالیہ: ان کے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب چھلکنے ہی والا ہے۔

رباب: خدا انھیں غارت کرے۔

عالیہ: انشاء اللہ وہ ضرور غارت ہوں گے۔

اس روز سے رباب سے عالیہ کو ہمدردی بھی ہو گئی اور وہ اس پر زیادہ مہربانی کرنے لگی۔

ایک روز سیدۂ حرم عالیہ کے پاس آئی۔ اس نے کہا "کس قدر خوش قسمت ہو تم تمہیں خدا نے تمہارے جنت کی سیر کرنے کی وجہ سے جنت کی صفائی، ستھرائی اور چمن بندی کا حکم دے دیا ہے۔

عالیہ نے اسے روک کر کہا "میرا خدا وہ ہے جو آسمان پر ہے اور جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ اس کا قیام عرش پر ہے۔ لیکن وہ عرش سے فرش تک ہر وقت ہر جگہ موجود رہتا ہے مقنع خدا نہیں انسان ہے۔

سیدۂ حرم: تم نے خدا سے ملاقات کی ہے۔ اس کی عظمت اور جلال کو دیکھا ہے اب جنت دیکھو گی۔ مجھے یقین ہے جنت دیکھ کر اس کی قدرت کی قائل ہو جاؤ گی۔

عالیہ: ایسی باتیں میرے سامنے نہ کیا کرو تم"۔

سیدۂ حرم: میں یہ باتیں تمہاری بھلائی اور ہمدردی کے لئے کہہ رہی ہوں۔ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت ہو گئی ہے۔ حالانکہ تم اس محبت کو ریاکاری سمجھتی ہو حالانکہ میرا خدا شاہد ہے یہ بات نہیں ہے۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں۔ مجھے ہر وقت خوف رہتا ہے کہ تمہاری ضد سے برہم ہو کر خدا تم پر اپنا قہر و غضب نازل نہ کر دے تمہیں عقوبت و عذاب کی ہولناکیاں دکھانے کے لئے دوزخ میں نہ بھیج دے بہت ہی بری جگہ ہے وہ اتنی بھیانک، اتنی خوفناک، اتنی پر ہیبت کہ اسے دیکھتے ہی بہادر سے بہادر اور ضدی سے ضدی کانپ اٹھتے ہیں تھرا جاتے ہیں۔ توبہ، توبہ اور پناہ پناہ کی صدائیں دینے لگتے ہیں۔

عالیہ: اطمینان رکھو میں عقوبت و عذاب سے نہ ڈروں گی۔ انشاء اللہ میں ایک تمہارے خدا کا مصنوعی چہرہ نوچ کر اسے بے نقاب کر دوں گی۔ اس کی مکاری سب پر ظاہر ہو جائے گی۔

سیدۂ حرم کانپ گئی۔ اس نے حسب عادت کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اور کہا "ایسی باتیں نہ کرو کہیں میں اور تم دونوں کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

عالیہ: میں نہ تم سے ڈرتی ہوں نہ تمہارے خدا کے عذاب سے۔ کیوں کہ جب میں اسے خدا نہیں مانتی تو یہ بھی نہیں مانتی کہ وہ عذاب کر سکتا ہے"۔

سیدۂ حرم: مجھے یقین ہے کہ تم جنت دیکھ کر اس کی قدرت کی قائل ہو جاؤ گی"۔

عالیہ: میں کب جنت میں جاؤں گی؟

سیدۂ حرم ! کل۔"

عالیہ ! کون لے جائے گا؟"

سیدۂ حرم ! خدائے جنت۔ یعنی مقنع۔"

عالیہ ! کیا مقنع مجھے لینے آئے گا؟

سیدۂ حرم ! نہیں۔ وہ تو خدا ہے کسی کام کو کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔ وہ کام ہو جاتا ہے تم رات کو اس محل میں سوؤ گی اور صبح کو جنت میں اٹھو گی۔

عالیہ یہ سن کر حیران ہوئی۔

اور سیدۂ حرم اٹھ کر چلی گئی۔

(۵۱)

سیدہ حرم نے عالیہ سے یہ بتا دیا تھا کہ وہ رات کو اپنے محل میں سوئے گی اور صبح کو جنت میں اٹھے گی۔ اسے بقیہ دن اس بات پر بڑی حیرت رہی۔ اگرچہ وہ نوجوان اور مست شباب تھی۔ اس عمر میں نیند زیادہ اور ایسی غفلت سے آتی ہے کہ سر و پا کا ہوش نہیں رہتا۔ لیکن اس کی نیند ایسی تھی کہ ذرا سا کھٹکا ہونے پر آنکھ کھل جاتی تھی اس کی خواب گاہ کے کمرے کے باہر سے اگر کوئی کنیز گزر جاتی تھی تو اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ اسے رہ رہ کر تعجب ہو رہا تھا کہ اسے سوتے میں کون اور کیسے جنت میں لے جائیں گے۔

اس نے یہ طے کر لیا کہ وہ جاگتی رہے گی اور دیکھے گی کہ کون اور کس طرح اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ رات کو اس نے اس خیال سے کھانا کم کھایا کہ اسے غفلت کی نیند نہ آئے۔ کھٹکا ہوتے ہی اس کی آنکھ کھل جائے۔

اس نے عشاء کی نماز پڑھی۔ حسب معمول اس کی چند سہیلیاں آئیں۔ اس سے کچھ دیر باتیں کرتی رہیں اور پھر اٹھ کر چلی گئیں۔ لیکن رباب بیٹھی رہ گئی۔ سب کے چلے چلے جانے کے بعد اس نے کہا "آج آپ اس کمرے میں سو رہی ہیں اور صبح کو جنت میں اٹھو گی مجھے خدا کے معتمد صفاد نے یہ بات بتائی ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنے کمرے میں سوئی تھی اور جب آنکھ کھلی تو جنت میں موجود تھی۔ اگر وہاں صفاد آکر میری عصمت کو داغ نہ لگاتا تو مجھے بڑی فرحت ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت دیکھنے کے قابل ہے میرا بس ہوتا تو میں تمہارے کمرہ کے باہر کھڑی رہ کر تمہاری حفاظت کرتی اور یہ دیکھتی کہ کون اور کس طرح تمہیں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ مگر افسوس یہ بات ممکن نہیں ہے کوئی کنیز اور کوئی سہیلی تمہارے کمرہ کے قریب بھی نہیں آسکتی۔ مشہور یہ ہے کہ جسے مقنع کا حکم جنت میں لے جانے کا ہوتا

ہے ۔ اسے فرشتے لے جاتے ہیں ۔ اگر کوئی اور وہاں ہوتا ہے تو وہ اسے مار ڈالتے ہیں ۔

عالیہ : میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں ساری رات جاگتی رہوں گی ۔

رباب : ضرور جاگنا اور دیکھنا لیکن جنت میں جا کر بڑی ہوشیاری سے رہنا کہیں میری طرح تم بھی اپنا سب کچھ نہ لٹا آؤ ۔

عالیہ : میں ہوشیار رہوں گی اور ایسا وقت آنے سے پہلے اپنی جان دے دوں گی ۔

رباب اٹھ کر چلی گئی ۔ عالیہ کچھ دیر تو بیٹھی رہی پھر لیٹ گئی مگر جاگتی رہی ۔ آدھی رات کے بعد اسے اپنی خواب گاہ کے باہر کچھ آدمیوں کی چاپ معلوم ہوئی وہ ہوشیار ہو گئی اسی وقت کمرہ میں بھینی بھینی خوشبو پھوٹ پڑی وہ حیران تھی یہ خوشبو کہاں سے آئی ۔

کمرہ میں کافی روشنی تھی وہ دم بخود پڑی آنکھیں کھولے دیکھ رہی تھی ۔ اس نے دیکھا کمرہ کا دروازہ بہت ہی آہستگی سے کھلا اور چار سفید آدمی جو سفید کپڑے پہنے اور سفید ہی نقاب چہروں پر ڈالے تھے کمرہ کے اندر گھس آئے انھیں دیکھ کر عالیہ کے دل پر خوف طاری ہوا ۔ لیکن اس نے اپنے دل کو مضبوط رکھا اور غور سے ان کی حرکتیں دیکھنے لگی ۔ وہ بہت ہی آہستگی سے اس طرف بڑھ رہے تھے ۔ یہ عجیب بات تھی کہ جوں جوں وہ بڑھتے جاتے تھے اس کی آنکھیں بند ہوتی جاتی تھیں ۔ کچھ خوف اور دہشت کی وجہ سے نہیں بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت زور کی نیند آ رہی ہو ۔ وہ بہ آنکھیں کھولتی تھی لیکن نہ کھلتی تھیں ۔ بدن بھی راگ کی طرح پگھلا جا رہا تھا بے حس سا ہوا جاتا تھا آخر اس پر غفلت طاری ہو گئی ' اسے ما فیہا کی خبر نہ رہی اور جب وہ صبح کو بیدار ہوئی تو ایک پُر فضا باغیچہ میں نرم و گداز قالینوں پر پڑی تھی ۔ سرہانے اور دونوں پہلوؤں میں نرم ریشمیں تکیے لگے ہوئے تھے ۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ۔ اس نے کلمہ پڑھا ۔ اپنی حسین آنکھیں اپنی مخملی ہتھیلیوں سے ملیں اور چاروں طرف سے دیکھا ۔ شاید یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ سو رہی ، کوئی خواب دیکھ رہی ہے یا جاگ رہی اسے محسوس ہو گیا کہ وہ جاگ رہی ہے وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ۔ جس قطعہ میں وہ کھڑی تھی نہایت دلکش چمن تھا ۔ جس کی تختہ بندی بڑے سلیقہ سے کی گئی تھی ۔ روشیں سنگِ مرمر کی صاف اور کشادہ تھیں سبز لان ایسی نرم و ملائم گھاس کے تھے جو گہری سبز اور کچھ سنہرا پن لئے ہوئے تھی ۔ نہایت ہی بھلی معلوم

ر رہی تھی جی چاہتا تھا کہ گھاس کے مخملی فرش پر لڑکھنیاں کھائے ، اس نے غور سے دیکھا مگر
س کا ایک تنکا بھی خشک نظر نہ آیا ان سبز زمردی تختوں سے ملی ہوئی پھولوں کی کیاریاں تھیں نہایت
غریب اور دیدہ زیب بڑے سلیقہ سے پھولوں کے پودے لگائے گئے تھے ۔ گلاب کے پھول معلوم
دتے تھے مگر اتنے بڑے اور خوشنما کہ اس نے ایسے پھول آج تک نہیں دیکھے تھے ایسا معلوم ہوتا
تھا جیسے ۔ ع

دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام

جہاں تک نظر جاتی تھی پھول ہی پھول نظر آتے تھے ۔ گویا وہ تمام وادی گل پوش تھی ۔ قدرت
نے فرش کو زمردی غلعت عطا کر کے گل بوٹوں کے پیرہن پہنا دیئے تھے نہایت دلکش منظر تھا
یسا کہ نظر سیر نہ ہوتی تھی ۔

پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے وہ تمام وادی طلبہ عطار بنی ہوئی تھی ۔ نہایت ہی فرحت بخش
خوشبو پھوٹ رہی تھی اس وادی میں چھوٹی سی نہر سفید اور شیریں پانی کی جا رہی تھی ۔ اس نہر کے کنارے
ک مرمر کے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے گھاٹ بنے ہوئے تھے ان میں چوڑی چوڑی سفید
سیڑھیاں نہر میں پانی تک اترتی چلی گئی تھیں ۔

صبح کا وقت معلوم ہوتا تھا ۔ بڑا ہی سہانا سماں تھا ۔ وہ بڑھ کر سیڑھیوں سے اتری اور سب
پہلے اس نے وضو کیا ۔ وضو کر کے گھاس کے ایک لان میں پہنچی اور نماز پڑھنے لگی ۔ اسے ایسا معلوم
ہوا جیسے وہ گھاس نہیں ہے بلکہ سبز ملائم قالین ہیں نماز پڑھ کر اس نے عصمت اور اپنے ایمان کی سلامتی
دعا مانگی ۔

جب وہ دعا مانگ کر اٹھی تو اس نے اپنے پیچھے چند نوجوان اور حسین لڑکیوں کو کھڑے
تھا ۔ وہ نہایت ہی خوشنما لباس پہنے تھیں ۔ ایسی ماہر وتھیں کہ ان کی صورتیں چاند کی طرح چمک رہی تھیں
یوں اور جواہرات کے زیورات پہنے تھیں ۔ اچھے لباس اور جگمگ کرنے والے زیورات نے ان کی
رتوں کو اور بھی جگمگا دیا تھا ۔ وہ سب بڑی بڑی آنکھوں والی ، کمان ابرو ، غنچہ دہن اور نوخیز تھیں ان
چہروں سے بھولا پن اور سنجیدگی ظاہر تھی ۔ ان میں سے ایک نے کہا " اے محبوبہ خدا ، آپ کا اس جنت
آنا مبارک ہو ۔

عالیہ ان مہ وشوں، ان کے لباسوں اور ان کے زیورات کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی ان کا لباس ایسا موزوں تھا کہ ان کے سڈول جسم بہت ہی بھلے معلوم ہو رہے تھے اور ان کے سینوں کے ابھار تو غضب ہی ڈھا رہے تھے وہ سب سرو قامت تھیں۔

عالیہ نے ان سے پوچھا " تم کون ہو؟"

ایک دوسری لڑکی نے کہا " ہم وہ ہیں جن کے دیکھنے کی تمنا دنیا والوں کو ہر وقت بے چین اور بے تاب رکھتی ہے۔" اور وہ واقعی اس قابل تھیں کہ انھیں ایک دفعہ دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کے لئے لوگ بے چین ہی نہیں بلکہ دیوانے ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ عالیہ سمجھ گئی کہ وہ اس جنت کی حوریں ہیں لیکن پھر بھی اس نے اپنا شک مٹانے کے لئے پوچھا کیا تم اس جنت کی حوریں ہو؟

پہلی لڑکی بولی " جی ہاں"

عالیہ: واقعی تم حسین ہو۔ ایسی پر بہار وادی میں ایسی ہی ماہ رو لڑکیاں ہونی چاہئیں۔

نازنین: آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ تمہیں مقنع نے اپنی جنت کی سیر کی اجازت دے دی یہاں آپ وہ کچھ دیکھو گی جو کبھی نہ دیکھا ہوگا اور نہ آئندہ کبھی دیکھیں گی اور جس کے دیکھنے کی تمنا ہمیشہ آپ دل میں رہے گی یہ وہی جنت ہے جس کا تذکرہ آپ کے رسولؐ اور خدا نے کیا ہے جس کے دیکھنے کی آرزو تمہاری قوم کے ہر بشر میں ہے۔"

عالیہ: مگر وہ جنت تو آسمان پر ہے۔

نازنین: مقنع خدا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں پر اس کی حکومت ہے وہ اس دنیا میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اپنے ساتھ جنت کا ایک ٹکڑا بھی لایا قابل تعریف ہے وہ خدا جس کی خدائی آسمانوں سے زمین تک ہے جس کے قبضہ میں پہاڑ، دریا، سمندر اور ریگستان ہیں یہ وادی بنجر تھی اس کے پہاڑ خشک تھے اب اس میں جنت ہے۔ آؤ جنت کی سیر کرو۔

عالیہ چپ چاپ ان حوران جنت کے ساتھ ہولی جن کے حسن نے اسے متعجب کر دیا تھا۔

(۵۲)

عالیہ ان نازنیناں دلربا کے ساتھ روانہ ہوئی۔ اسے حیرت تھی کہ وہ رات اپنے کمرہ
ں سوئی تھی اور صبح ایک پر بہار اور دل کش وادی میں اٹھی تھی۔ وہ چلتے چلتے سوچنے لگی کہ
ہاں کیسے آگئی۔ اسے فوراً ہی خیال آیا کہ اس نے چند سفید پوشوں کو اپنے کمرہ میں دیکھا تھا
تھیں دیکھ کر اس کی آنکھیں بند ہوتے لگی تھیں اور وہ غفلت کی نیند سوگئی تھی۔
اسے تعجب ہوا کہ وہ سوتی رہی اور یہاں آگئی حالانکہ وہ نہایت چوکنی سوتی تھی ذرا سی آہٹ
ذرا سے جھٹکے سے جاگ پڑتی تھی۔
وہ چلی جا رہی تھی۔ جوں جوں بڑھتی جاتی تھی۔ نہایت ہی دلفریب منظر آتے جاتے تھے۔
ہ دور چلنے پر گل پوش وادی ختم ہوگئی۔ ایک قصر آیا نہایت عالی شان قصر تھا۔ اس کی استرکاری
ہی سفید تھی کہ سنگ مرمر کو مات کر رہی تھی کشادہ اور بلند برآمدے تھے اور ان کے پیچھے کشادہ
روں کی قطاریں تھیں۔ ہر برآمدے میں اعلیٰ قسم کے غالیچے پڑے ہوئے تھے۔ دیواروں کی استر
ریاں رنگ کی تھیں۔ کمروں کے رنگ مختلف اور نہایت ہی خوشنما تھے۔ ہر کمرہ پورے طور آراستہ
پیراستہ تھا دروازوں پر بھاری پردے ریشمی کپڑوں کے تھے اور ان کے حاشیوں پر جواہرات کی جھالریں
ہیں۔ فرش ایسے ملائم اور خوش رنگ تھے کہ اس نے ان محلوں میں بھی نہیں دیکھے تھے جن میں مقیم
حرم رہتی تھیں صوفے نہایت ہی اچھے اور بے نظیر تھے۔ یہ قصر اسے نہایت ہی اچھا معلوم ہوا
وہ ایک کمرہ میں بیٹھ گئی۔ اسی وقت کئی مہ وش لڑکیاں جو بہت ہی زیادہ نازنین اور ناز آفریں
۔ کمرہ میں داخل ہوئیں اور کچھ ایسا لباس پہنے تھیں جو ان پر بہت ہی پھب رہا تھا اور زیورات ایسے
جن سے ان کے حسن کی چمک اور بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ بڑی ہی دلربا اور ان کی ادائیں نہایت ہی

دلفریب تھیں ۔ ان کے کمرہ میں آنے سے ایسا معلوم ہوا جیسے کئی چاند گھس آئے ان کے حسن کی ضیا سے کمرہ منور ہوگیا ۔ وہ چینی کی گڑیاں اور سنگ مرمر کی مورتیاں معلوم ہوتی تھیں ، سیمیں بدن ، پھولوں سے زیادہ نازک اور شگفتہ وہ عالیہ کے بالمقابل صوفے پر بیٹھ گئیں ۔ عالیہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگیں عالیہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو ؟

ان میں سے ایک نے کہا " اس قصر کی دلربائیں آپ کو مبارک باد دینے آئی ہیں ۔ آپ خدا کی محبوبہ ہیں اگر آپ چاہیں تو اس جنت میں ہمیشہ رہ سکتی ہیں ۔

عالیہ : خدا کی جنت اس سے بہتر ہوگی ۔

ایک دلربا نے کہا " وہی خدا " جسے آپ خدا کہتی ہیں مقنع کے قالب میں آگیا ہے اور وہ جنت کے اس ٹکڑے کو دنیا میں لایا ہے ہم بھی جنت کے ساتھ ہی یہاں آئی ہیں ۔ قابل تعریف ہے وہ خدا جس نے دنیا ، زمین ، آسمان ، دوزخ اور جنت بنائی اور جو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اس دنیا میں آیا ۔ آؤ خدا کی نعمتوں سے کچھ نعمتیں کھاؤ ۔

یہ کہتے ہی وہ اٹھیں ۔ عالیہ بھی اٹھی اور ان کے ساتھ چلی ۔ وہ قصر کے پچھلے کمروں سے باہر نکل گئیں ۔ اس طرف باغات تھے ۔ بے شمار پھلوں کے باغات ان کے نیچے سے نہریں بہہ رہی تھیں ۔ نہروں کی دونوں پٹریاں سبزہ سے لدی ہوئی تھیں ۔ نہایت دیدہ زیب منظر تھا ۔

وہ سب دلربائیں نہر کی ایک پٹڑی پر بیٹھ گئیں انھوں نے چند اشارے کئے ۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک نہایت خوب صورت بجرہ وہاں آگیا ۔ اس کی تزئین خدا کی پناہ ۔ اسے دیکھ کر دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا وہ عالیہ کو لے کر اس میں سوار ہو گئیں اس بجرہ میں کئی چھوٹے چھوٹے کمرے تھے جو بہت زیادہ آراستہ تھے ۔ اس بجرہ کی ہر چیز سفید تھی ۔ پردے باریک ریشم کے تھے ۔ موتیوں کی جھالریں تھیں ۔ صوفوں پر سفید پھولدار کپڑے چڑھے ہوئے تھے ۔ میزیں چاندی کی تھیں اور خوشنما تھیں ان تمام میزوں پر جن کی قطاریں کمرہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی تھیں ۔ طرح طرح کی کھانے کی چیزیں سونے اور چاندی کی قابوں میں رکھی تھیں ۔ وہاں مکھیوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا ۔ کنگ کنج اور چاندی کی صراحیاں تھیں ۔ ان میں دودھ سا بھرا ہوا تھا ۔

کئی دلربائیں نے پلیٹیں اٹھا اٹھا کر عالیہ کے سامنے رکھنی شروع کیں اسے اشتہا معلوم ہوتے

لگی تھی۔ وہ کھانے لگی۔ ہر چیز کا ذائقہ کچھ عجیب تھا مگر تھیں سب خوش ذائقہ۔ ایک سنہری پلیٹ میں کوئی سفید سفید پھولی ہوئی چیز تھی اور ایک روپہلی پلیٹ میں پرندوں کا گوشت تھا۔ ایک دلربا نے کہا یہ وہ کھانا ہے جس کے دستر خوان حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی بنی اسرائیل پر اترتے تھے۔ اسے من اور سلویٰ کہتے ہیں۔ اس کھانے سے خدا کے وہ نافرمان اکتا گئے تھے اور انھوں نے مسور، پیاز اور لہسن جیسی بدبودار چیزوں کی خواہش کی جس سے ان پر خدا کا عتاب نازل ہوا۔ اسے کھا کر دیکھیں کیا یہ خوش ذائقہ نہیں ہے؟

عالیہ نے کھایا۔ یہ کھانا بھی خوش ذائقہ تھا۔ ابھی وہ کھانے میں مشغول تھی کہ ساز بجنے کی آواز آئی نہایت خوش آئند ساز تھا۔ تھوڑی دیر بعد گانے کی آواز آئی گانے والیوں کی آواز میں بڑا لوچ، شیرینی اور ترنم تھا۔ عالیہ پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ اسے یہ خبر ہی نہ رہی کہ وہ کہاں ہے۔

بجرا چلا جا رہا تھا اور جب آفریں گانا گایا جا رہا تھا۔ عالیہ کھانا بھول کر گانا سننے لگی جب گانا ختم ہوا تو وہ ہوش میں آئی۔ اسے پیاس معلوم ہوئی۔ اس نے پانی پیا۔ وہ پانی تھا جسے وہ دودھ سمجھ رہی تھی۔ نہایت خوش ذائقہ پانی۔ اسے تعجب ہوا کہ پانی اور دودھ جیسی رنگت کا سفید!

کچھ دور چل کر بجرہ رک گیا۔ یہ سب اتر کر چلیں۔ وہاں ایک پہاڑی تھی۔ کچھ زیادہ اونچی نہیں تھی۔ اس کے تمام ڈھلوان کناروں پر سبزہ اور پھول تھے اور اوپر ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ جس کا رنگ بہت ہی بھلا معلوم ہو رہا تھا۔

عالیہ نے اس پہاڑی پر چڑھنا چاہا۔ دلرباؤں نے کہہ دیا آپ ہو آئیں ہم آپ کا یہیں انتظار کریں گی وہ بے تکلف اس پر چڑھنے لگی۔ نہایت خوشنما پہاڑی تھی۔ معلوم ہوتا تھا اس نے پھولوں کی پوشاک پہن لی جب اس نے آدھا راستہ طے کیا تو ایک چشمہ ملا جو نہایت خاموشی کے ساتھ اوپر سے آ رہا تھا اور مغرب کی طرف چٹانوں کے پیچھے غائب ہو جاتا تھا۔ اس پر آمد و رفت کے لئے پل بنا ہوا تھا اس پل سے گزر کر مکان میں داخل ہوئی۔ بڑا ہی خوشنما بنگلہ تھا۔ اس کی تمام دیواریں باہر اور اندر سے سنہری تھیں۔ کمروں کے پردے قالین، صوفے سب سنہرے رنگ کے تھے۔ اس مکان میں جا کر عالیہ کا چہرہ بھی سنہرا ہو کر اور بھی جاذب نظر بن گیا۔

وہ ایک کمرہ میں پہنچی وہاں اسے اس کی امی بیٹھی ہوئی ملیں انھیں وہاں دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

جب حیرت دور ہوئی تو اس نے انھیں سلام کیا اور ان سے لپٹ گئی اس کی امی نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا اور کچھ دیر کے بعد علیحدہ کیا ۔ عالیہ نے کہا" امی جان ۔ آپ یہاں ؟
اس کی امی نے کہا" ہاں میں یہاں ہوں ۔
پھر انھوں نے رک رک کر کہنا شروع کیا" یہ مقنع کی جنت ہے ۔ مقنع وہ نہیں جو ہم اور تم سمجھتی تھیں ۔ اس کی بڑی قوت ہے ۔ وہ پوجا جا رہا ہے اور پوجے جانے ہی کے قابل ہے ۔
عالیہ نے حیرت سے اپنی امی کو دیکھا اور کہا" یہ آپ کہہ رہی ہیں امی جان"۔
امی : ہاں ۔
عالیہ : کیا آپ نے اپنے مقنع کا مذہب اختیار کر لیا ہے ؟
امی : ابھی نہیں کیا ہے ۔ میں ، تم اور نسرین تینوں ایک ساتھ مقنع کا مذہب اختیار کریں گے ۔
یہ کہتے ہی اس کی امی نے اپنا منہ پھیر لیا ۔ معلوم ہوتا تھا انھیں یہ باتیں کہتے ہوئے بڑی تکلیف ہوئی ہے ۔ اسی وقت چند نازنین لڑکیاں آئیں جو سنہرے لباس پہنے ہوئے تھیں اور بالکل زرفام معلوم ہو رہی تھیں ۔ انھوں نے عالیہ سے کہا" آپ کچھ دیر آرام کریں"۔
تقیہ نے کہا" ہاں بیٹی آرام کر ۔ پھر ملاقات ہوگی ۔
وہ چلی گئی ۔ زرفام لڑکیاں بھی چلی گئیں ۔ عالیہ ایک صوفے پر پڑ گئی ۔ تھوڑی ہی دیر میں کمرہ معطر ہو گیا ۔ اس کی آنکھیں بھاری ہو گئیں ۔ سر بھی بھاری ہو گیا اور اس پر غفلت طاری ہونے لگی ۔ اس نے کمرہ میں سفید پوشوں کو سفید نقاب ڈالے آتے دیکھا ۔ اس نے اٹھنا چاہا ۔ نہ اٹھا گیا ۔ اور وہ گہری نیند سو گئی ۔

(۵۳)

یزید نے ہنیک اور ہشیم کو ہزیمت دیکر آگے بڑھنا شروع کیا۔ ان دونوں سرداروں کو اس ہزیمت کے بعد مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جب وہ سنتے کہ مسلمان قریب آ گئے ہیں تو پیچھے ہٹ جاتے۔ ایک ہی جنگ نے ہنیک کے جوش اور ارادوں کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا لوہے کے چنے چبانے ہیں۔

یزید اور ابو عون بھی اپنا لشکر لے کر آ ملے تھے۔ اب مسلمانوں کی تعداد سات ہزار کے قریب ہو گئی تھی۔ یزید نے بخارا کا بڑا علاقہ فتح کر کے صغد کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

چونکہ عام مقنعیوں نے فوجیوں کے ساتھ مل کر بے گناہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے اور اب مسلمان اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے آ گئے تھے۔ اس لئے انھیں اپنا فکر ہو گیا تھا وہ اس ڈر سے کہ کہیں مسلمان ان سے انتقام نہ لیں اپنے گھروں اور غیر منقولہ جائیدادوں کو چھوڑ چھاڑ کر ماوراء النہر کی طرف بھاگنے لگے اور ان میں سے زیادہ تر مقنع کے پاس سیام اور سنجردہ کے قلعوں میں پناہ لینے چلے گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جب وہ اپنے خدا کے پاس جا کر مسلمانوں کی یورش اور فتح یابی اپنی ہزیمت اور بربادی کا ذکر کر کے فریاد کریں گے تو خدا غضبناک ہو کر مسلمانوں پر اپنے قہر وغضب کی بجلیاں گرا دے گا اور وہ سب کے سب نیست ونابود ہو کر بے نام ونشان ہو جاویں گے۔

چنانچہ انھوں نے ان مقامات پر جا جا کر جو مقنع کی عبادت کے لئے مخصوص تھے اس سے فریادیں کرنی اور دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔

مسلمان برابر پیش قدمی کر رہے تھے جو مسلمان جنگلوں اور پہاڑوں میں مقنعیوں کے خوف سے جا چھپے تھے۔ وہ واپس آ کر مسلمانوں میں شامل ہو کر ان کے قوت بازو بن گئے تھے اور اب لڑائی میں یہ

لوگ اس لئے پیش پیش رہتے تھے تاکہ وہ بے رحم وسفاک سفید پوشوں سے انتقام لیں گے۔

جو مسلمان مقنائیوں کے خوف سے بھاگ گئے تھے اب وہی مسلمان بڑے جوش اور عزم وارادہ کے ساتھ انتقام لینے کے لئے آ گئے تھے اگر مقنائیوں کو عقل ہوتی تو وہ ان مسلمانوں کو نہ ستاتے جو ان کے ملک میں رہ گئے تھے۔ انھیں پر امن رہنے دیتے بلکہ ان کی دل جوئی کرتے مگر انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان پسماندہ مسلمانوں کی مدد کون کرے گا اور کون انھیں پامال ہونے سے بچائے گا اس لئے ان پر اس قدر مظالم کئے کہ وہ وہاں سے ہجرت کر گئے۔ کاش مقنائیوں میں عقل ہوتی اور وہ سمجھ لیتے کہ اسلام ایک درخت ہے اور مسلمان اس درخت کے گدے، شاخیں اور پتے ہیں۔ یہ درخت ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے کسی جگہ کے مسلمانوں کو ستانا اور مٹانا ایسا ہی ہے جیسے درختوں کی شاخیں قلم کر دینا۔ اسلام ایسا درخت ہے جس کی شاخیں تراشنے پر وہ بڑھتا، پھیلتا اور پھولتا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان ایک ہیں۔ ممکن ہے ان میں اختلاف ہوں لیکن جب کسی ملک کے مسلمانوں پر ظلم ہوتے سنتے ہیں تو وہ اپنے اختلافات کو مٹا کر ایک ہو جاتے ہیں اور بے گناہ مظلوموں کا انتقام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ بخارا، صغد اور ماوراءالنہر کے معصوم و مظلوم مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے مسلمان آ گئے تھے اور اب وحشی ان سے ڈر کر بھاگنے لگے تھے جنہوں نے مسلمانوں کو تختۂ مشق بنایا تھا۔

یزید تیزی سے صغد کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے اور سفید پوش جو بستیوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے۔ قافلوں کی صورت میں بسیام اور سنجر کی طرف بھاگ رہے تھے۔

آخر یزید صغد کے سامنے جا پہنچے۔ اگرچہ وہاں مقنائیوں کا کافی لشکر شہر اور قلعہ کی حفاظت کیلئے موجود تھا۔ لیکن انھیں میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ قلعہ بند ہو گئے اور فصیلوں پر چڑھ کر حفاظت کے لئے گشت کرنے لگے۔

یزید نے محاصرہ کر لیا اور ایسا سخت محاصرہ کیا کہ چڑیا تک اڑ کر قلعہ پر پہنچنی مشکل ہو گئی۔ مقامی بہت گھبرائے۔ انھوں نے مدد کے لیے صفار کو لکھا۔ مسلمانوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ مشرکوں نے مدد طلب کی ہے۔ یزید اور ابو عون نے قلعہ کے چاروں طرف گشت کیا۔ اس خیال سے کہ شاید کسی طرف سے حملہ کرنے کا موقع مل جائے لیکن قلعہ اتنا مضبوط، بلند اور کشادہ تھا کہ اس پر رسائی مشکل تھی۔

ایک روز ایک طرف سے یزید نے اور دوسری طرف سے ابو عون نے نہایت سختی سے حملہ

کیا۔ لیکن مقناعیوں نے اس شدت سے سنگ باری اور تیروں کی بارش کی کہ مسلمانوں کو قلعہ کی فصیل تک پہنچنا دشوار ہوگیا اور ظہر کے وقت مسلمانوں کو بے نیل و مرام واپس لوٹنا پڑا۔

اس روز کے حملہ سے مسلمانوں کو یہ تجربہ ہوگیا کہ اس طرح حملہ کرنا بے کار ہے اب انھوں نے ذی رائے لوگوں سے مشورے کئے سب کی یہ رائے ہوئی کہ شبخون مارا جائے لیکن قلعہ اتنا بلند، عالی شان اور مضبوط تھا کہ اگر رات کو مسلمان فصیل کے قریب پہنچ بھی جاتے تب بھی قلعہ کے اوپر پہنچنا یا فصیل کو توڑ ڈالنا مشکل ہی تھا۔

لیکن مسلمان کسی کام کی دشواری سے ہراساں نہیں ہوتے تھے وہ ناممکن کو ممکن کر دکھاتے تھے انھوں نے یہ طے کرلیا کہ رات کو حملہ کیا جائے گا۔ اور جب انھوں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو یزید نے آدھے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دے دیا اور آدھے لشکر میں سے ایک چوتھائی ابو عون کو دے کر آدھی رات کو یورش کرنے کی ہدایت کی اور چوتھائی لشکر اپنے زیر کمان رکھا۔ ابو عون کے لشکر میں زیادہ تر بخاری مسلمان تھے جن کے سینوں میں انتقام کی آگ دہک رہی تھی۔

آدھی رات کے بعد ابو عون اپنا دستہ لیکر نہایت خاموشی سے روانہ ہو لئے مقناعیوں کا ایک دستہ فصیل کی حفاظت پر معمور تھا۔ رات اندھیری تھی۔ لیکن فصیل پر روشنی ہو رہی تھی۔ مسلمان بڑی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ فصیل کے قریب پہنچ گئے۔ چند جوشیلے نوجوان بڑھ کر فصیل سے جا لگے اور انھوں نے ریشمی کمندیں اور سیڑھیاں پھینکنی شروع کیں۔ ایک کمند کا سرا کسی کنگرہ میں اٹک گیا۔ فوراً ایک مسلمان دو سیڑھیاں لے کر اس پر چڑھ گیا اور اس نے دونوں سیڑھیاں لٹکا دیں ان سیڑھیوں پر اور کئی مسلمان چڑھ گئے وہ بھی کمندیں اور سیڑھیاں لے کر گئے تھے انھوں نے وہ لٹکا دیں۔

اب مسلمانوں نے تیزی سے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ مگر جب وہ فصیل کے اوپر پہنچے تو گشتی دستہ اس طرف آ گیا۔ اس کے سپاہیوں نے شور کر دیا "مسلمان آگئے، مسلمان آگئے۔

مقنائی گھبرا کر اٹھنے لگے۔ جو مسلمان فصیل پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے محافظ دستہ پر حملہ کر دیا اور بڑی پھرتی سے انھیں قتل کرنے لگے اور جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمان سیڑھیوں کے ذریعے سے برابر اوپر چڑھتے اور وہاں پہنچتے ہی حملے کرتے لگے۔

مقنائی گھبرا گھبرا کر اٹھنے لگے۔ جب وہ دیکھتے کہ مسلمان قضائے مبرم کی طرح اوپر پہنچ کر حملے کر

رہے ہیں اور ان کے ساتھی قتل ہو رہے ہیں وہ ڈر کر شور کرتے ہوئے نیچے اترنے لگے۔ مسلمانوں نے محافظ دستہ کو چشم زدن میں ٹکڑے کر کے ڈال دیا۔ جب فصیل پر کوئی ایسا دشمن باقی نہ رہا جوان سے لڑتا تو وہ بھی جھپٹ کر قلعہ کے صحن میں اترنے لگے اور جوان کے سامنے آگیا انھیں قتل کرنے لگے۔ مسلمانوں میں ایسا جوش تھا کہ وہ اپنے سے بڑے بڑے گروہوں پر حملے کر کے انھیں قتل یا منتشر کر دیتے تھے۔

مسلمانوں کا ایک گروہ دروازہ کی طرف چلا اور کچھ اس نشان سے چلا کہ جو کوئی ان سے ٹکرا گیا، جو گروہ ان سے بھڑ گیا انھوں نے اس کا خاتمہ کر ڈالا۔ آخر لڑتے لڑتے وہ دروازہ پر پہنچے اور اس کے پہرہ داروں کو قتل کر کے انھوں نے کھول دیا۔

مسلمان گویا دروازہ کھلنے کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ وہ قلعہ کے اندر دھنس گئے اور انھوں نے اس قدر تلوار زنی کی کہ دشمنوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔

وہ مقتاعی جنہوں نے خوش ہو ہو کر مسلمانوں پر مظالم کئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کا فریاد رس کوئی نہیں ہے۔ اب قلعہ سے بھاگنے لگے تھے اور ایسی بے اوسانی سے بھاگ رہے تھے کہ بیوی بچوں کو بھی چھوڑ گئے تھے۔

آخر مقتاعی پسپا ہوئے۔ انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جو لوگ بھاگ نہ سکے مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ اور صبح ہوتے ہوتے قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس قلعہ میں سے بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ مرد، عورتیں اور بچے قیدی بھاری تعداد میں ملے۔ مجبور وہ مسلم عورتیں اور لڑکیاں بھی رہا ہوئیں جنہیں مقتاعی گرفتار کر لائے تھے۔ قدرت نے مقتاعیوں سے انتقام لے لیا تھا انھوں نے مسلم عورتوں کو قید کیا تھا آج ان کی عورتیں قید ہو گئی تھیں۔ مسلمانوں نے صفد کے مشہور قلعے پر قبضہ کر لیا۔

(۵۴)

عالیہ جب بیدار ہوئی تو اپنے کمرہ میں موجود تھی۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ مرغان خوش الحان صبح کی آمد کے گیت گا رہے تھے۔ غراب یعنی کوّے قائیں، قائیں کرتے اپنے اپنے اس علاقہ کی طرف پرواز کر رہے تھے جہاں وہ دن بھر چگتے تھے۔

عالیہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا اور نماز پڑھی جب وہ نماز پڑھ کر بیٹھی تو اسے جنت فریب وادی اس کے قصر، باغیچے، باغات، پہاڑی اور بجرے کا خیال آیا جو اس نے دیکھے تھے۔ ان کی خوشنمائی اور دلفریبی کا اس کے دل پر گہرا اثر تھا۔ اسے وہ حسین لڑکیاں یاد آئیں۔ جو اس نے وہاں دیکھی تھیں۔ کم سن، نوخیزہ، کمان ابرو، غنچہ دہن، مست شباب۔

اسے یہ خیال ہوا کہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اس کے لئے خواب ہی سا ہو گیا۔ وہ اپنے کمرہ میں سوئی۔ اٹھی تو مقنع کی بنائی ہوئی بہشت میں جا پہنچی وہاں کی سیر کی۔ جو کچھ وہاں دیکھا وہ خواب ہی تھا وہاں بھی سے نیند آگئی جب آنکھ کھلی تو پھر اپنے کمرہ میں موجود تھی۔ اس نے اپنی امی کو بھی وہاں دیکھا تھا۔ انھوں نے اس سے کہا تھا کہ مقنع پرستش کئے جانے ہی کے قابل ہے۔ حالانکہ اس کی امی مقنع کے سخت خلاف تھیں۔ اسے رہ رہ کر تعجب ہو رہا تھا کہ انھوں نے ایسا کیوں کہا پھر اسے ایسا ہی خیال ہوا کہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہے۔

کچھ دیر کے بعد اس کی سہیلیاں آگئیں۔ انھوں نے اسے بہشت کی سیر کی مبارک باد دی۔ وہاں کے حالات پوچھے۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا۔ بیان کیا۔ ایک سہیلی نے کہا" ابھی آپ نے ساری جنت کہاں دیکھی ہے۔ اس کا تھوڑا سا حصہ دیکھا ہے۔

واقعی اس نے کچھ تھوڑا ہی سا حصہ دیکھا تھا مگر جس قدر دیکھا تھا وہ بھی کافی تھا۔ اس کا

نظارہ بھی اس کی آنکھوں میں بس گیا تھا ۔

دوپہر کے قریب سیدۂ حرم آئی ۔ اس وقت عالیہ تنہا اپنے کمرہ میں آرام کر رہی تھی ۔ سیدۂ حرم نے اسے مبارکباد دی اور کہا " دیکھ لی تم نے جنت یقین ہے اب تو مقنع کی خدائی کی قائل ہو گئی ہو گی ۔
عالیہ نے کہا میں نے کچھ دیکھا ۔ واقعی وہ حیرت ناک ہے لیکن مقنع کی خدائی کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے ۔ البتہ اس کی ہوشیاری حکمت اور سمجھ بوجھ کی تعریف ضرور کی جا سکتی ہے ۔
سیدۂ حرم ، کیا تمہیں اپنی امی کے الفاظ بھی یاد نہیں رہے ۔
عالیہ : میں سمجھتی ہوں ۔ انھوں نے وہ الفاظ کسی مجبوری سے کہے تھے ۔
سیدۂ حرم : اچھا تو آج پھر تمہیں خدا کے حضور میں پیش کیا جائے گا ۔ اگر تم نے اس کا کہا نہ مانا تو تم پر، تمہارے بھائی نصر پر اور تمہاری امی تقیہ پر عقوبت و عذاب شروع ہو جائیں گے ۔ ایسے عذاب جن کو دیکھ کر تم لرز جاؤ گی ۔ تھرانے لگو گی اور خود بخود سجدہ میں جھک جاؤ گی ۔
عالیہ نے مسکرا کر کہا " اطمینان رکھو ایسا نہ ہو گا ۔ اگر میری بوٹیاں اڑا دی جائیں گی میں جب بھی ایک انسان کو ہرگز خدا نہ مانوں گی ۔
سیدۂ حرم : خدمت کرو ۔ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت ہو گئی ہے ۔ میں چاہتی ہوں تم وہ رتبہ حاصل کرو جو تمہارے شایان شان ہے مجھے یہ اعتراف ہے کہ تم بے نظیر حسینہ ہو ۔ جنت تمہارے لئے موزوں جگہ رہنے کی ہے محبوبہ خدا ہو کر مخلوق کے دلوں پر حکومت کرو گی ۔ تمہاری ہر آرزو پوری ہو گی ۔ جو چیز تم چاہو گی تمہارے خواہش کرتے ہی موجود ہو جائے گی ۔
عالیہ : میں تمہارے خدا کی محبوبہ بننے سے اپنے خدا کی بندی اور کنیز بننا پسند کروں گی ۔

سیدۂ حرم : جلدی فیصلہ نہ کرو ۔ سوچ لو ۔

وہ چلی گئی ۔ عالیہ پھر جنت اور وہاں جو کچھ دیکھا تھا اس پر غور کرنے لگی ۔ اب اسے یہ تو یقین آ گیا کہ اس نے خواب نہیں دیکھا بلکہ حقیقت دیکھی ہے ۔

شام کے وقت اسے لے جانے کے لئے کئی حسین لڑکیاں آئیں ۔ اور ایک ایسی سواری ساتھ لائیں جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی ۔ نہایت خوش نما تھی ۔ وہ اس میں سوار ہو گئی اور چلی جب وہ ایوانِ اعلیٰ میں پہنچی تو زینب نے اس کا استقبال کیا ۔ وہ سواری سے اتری اور زینب کے ساتھ

چل ایک نہایت خوشنما کمرہ میں پہنچی۔ یہ کمرہ اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ بڑی خوش سلیقگی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ زینب نے کہا "ایک لڑکی عذرا بھی آج پیش کی گئی ہے مگر اس نے خدا کی بات نہیں مانی۔ اسے سجدہ نہیں کیا۔ مقنع اس سے برہم ہو گئے۔ عذرا کسی نوجوان نصر سے محبت کرتی ہے ان دونوں کے لئے عقوبت ہوگیا ہے۔ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت ہوگئی ہے۔ تم ضد نہ کرنا، اسے صرف ایک سجدہ کر لینا۔ پھر دیکھنا تم پر کس قدر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے جس جنت کو تم دیکھ کر آئی ہو اس کی حوریں تم پر سے تصدق ہوں گی تم خدا کی محبوبہ بن جاؤ گی۔ تمام خدائی تمہارے قدموں پر ہوگی۔ تمہاری زندگی عجیب زندگی ہوگی۔ فرشتے تم پر سایہ کریں گے اور دنیا بھر کی حسین عورتوں اور ماہرو لڑکیوں کو تمہاری خوش قسمتی پر رشک ہوگا۔

وہ کہے جا رہی تھی۔ عالیہ نے اسے روک کر کہا "تم نہیں جانتی ہو۔ میں مسلمان ہوں اور کوئی مسلمان غیر اللہ کو سجدہ نہیں کر سکتا۔

اسی وقت چند ماہ وش لڑکیاں آئیں جو سفید لباس اور سفید موتیوں کے زیورات میں سنگ مرمر کی حسین بت معلوم ہوتی تھیں۔ وہ عالیہ کو اپنے ساتھ لے کر چلیں۔ ان تمام کمروں میں سے گزر کر جن میں پہلے بھی عالیہ جا چکی تھی۔ اس بڑے کمرہ میں داخل ہوئی۔ جس میں وہ پردہ کو دیوار سمجھی تھی اور جہاں اس کی رہنمائی ایک آواز نے کی تھی۔ سفید کمرہ جس کی ہر چیز سفید تھی۔

اس نے دیکھا۔ وہاں کئی آدمی تھے جو سجدوں میں پڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے" اے خدا تو خوب جانتا ہے ہم بدبخت مسلمانوں سے اپنی طاقت سے زیادہ لڑے لیکن انھوں نے بخارا اور صغد پر قبضہ کر لیا۔

آواز آئی" مقنع، تمہاری توبہ قبول کرتا ہے لیکن تمہیں حکم دیتا ہے کہ واپس جاؤ اور بے دین مسلمانوں سے اس وقت تک لڑو جب تک ان کا خاتمہ نہ کر دو الوخدا کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی۔ جو لوگ مارے گئے انھیں تم مردہ نہ سمجھو وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ بہشت میں آرام اور مسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اٹھو اور جاؤ۔"

وہ لوگ اٹھے۔ ان کے چہروں سے پشیمانی ظاہر تھی۔ انھوں نے عالیہ کو دیکھا اسے دیکھتے ہی حیران و ششدر رہ گئے اور عجیب عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگے جیسے وہ کوئی آسمانی مخلوق اور پیکر نور ہے آواز آئی" ادب کرو۔ یہ نازنین ان نازنینوں میں سے ایک ہے جنہیں خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ خدا کے فرمانبردار بندوں

کی دل بستگی کریں۔

وہ لوگ پھر سجدہ میں گر گئے انھوں نے کہا" تو بڑا پاک ہے، قدرت والا ہے ہم تیرے فرماں بردار بندے ہیں۔ تیری رضا پر چلیں گے مسلمانوں کو مار کر نکال دیں گے۔

وہ پھر اٹھے آواز آئی" تمہارا خدا تمہیں اس صلہ میں ایسی نازنینیں عطا کرے گا جنہیں دیکھ کر تم غرق حیرت رہ جاؤ گے۔

وہ لوگ چلے گئے۔ آواز آئی" اے خدا کی محبوبہ آگے بڑھو۔

وہ بڑھی پہلے کی طرح دروازہ نمودار ہوا۔ وہ اس میں سے گزر کر بڑے کمانچہ والے کمرہ میں پہنچ گئی۔ حجابات اٹھنے شروع ہوئے۔ مقنع زرنگار تخت پر بیٹھا نظر آیا۔ اس نے کہا" عالیہ! تم نے جنت کے کچھ حصہ کی سیر کرلی، اپنی والدہ کی باتیں سن لی اب تمہاری خوش بختی کا وقت آگیا ہے۔ جھک جاؤ۔ اور اس خدا کی تعریف کرو۔ جو تمہارے سامنے ہے تمہاری سب تمنائیں پوری ہوجائیں گی۔

عالیہ: میں خدا کی پرستار ہوں۔ خدا کی بندی ہوں۔ خدا کے پیدا کئے ہوئے انسان کو سجدہ نہیں کرسکتی"۔

مقنع: ہم ہی وہ خدا ہیں جو خالق کائنات کہلاتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین پر ہمارا حکم چلتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں موت بھی ہے اور زندگی بھی۔

عالیہ: اور میں تمہاری اس قدرت کا امتحان کرنا چاہتی ہوں۔ میرے والد کو زندہ کرکے مجھ سے ملا دیجئے۔

مقنع: یہ بات ہماری شان کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ کام تو ہمارے بندے جو پیغمبر بن کر آتے رہے۔ کرتے رہے ہیں۔ کچھ اور مانگو۔

عالیہ: میری یہی خواہش ہے۔

مقنع: سنو عالیہ! جس طرح کوئی آرٹسٹ، مصور، اپنی کسی اچھی تصویر پر شیفتہ ہوجاتا ہے اسی طرح ہم بھی تمہیں پیدا کرکے تم پر فریفتہ ہوگئے ہیں تم ہم پر ایمان لاؤ۔ ہم تمہارے مرتبے

اور درجے اس قدر بلند کر دیں گے دنیا بھر کی عورتیں حسد کریں گی ۔

عالیہ : گناہ گار بننے سے بہتر یہی ہے کہ ۔ میری زندگی ہی ختم ہو جائے

مقنع : تم بڑی ضدن ہو ۔ اب تک ہم تم پر مہربان تھے ۔ مگر اب ہمارا قہر و غضب تم پر نازل ہوگا ۔ جاؤ اور اس عقوبت کا انتظار کرو ۔ جس سے تمہاری زندگی تلخ ہو جائے گی ۔

وہ چل کر اس کمرہ میں آئی جس میں تھوڑی دیر ہوئی ۔ لوگ سجدہ میں پڑے تھے ۔ وہاں آواز آئی " ضدن لڑکی ۔ خدا کا انجام دیکھنا کتنا ہولناک اور صبر آزما ہوگا " وہ جلدی جلدی کمروں کو طے کرنے لگی ۔

(۵۵)

عالیہ پر اسی روز سے سختیاں شروع کر دیں گئیں ۔ رات کو اسے کھانا نہیں دیا گیا اور صبح کو ناشتہ
نہیں ملا ۔ اسے بھوک ضرور معلوم ہوئی ۔ لیکن اس نے ضبط کیا وہ روزے رکھتی تھی ۔ بھوک اسے
ضرور معلوم ہوئی لیکن اس نے ضبط کیا وہ روزے رکھتی تھی ۔ بھوک سے اسے کچھ زیادہ تکلیف
نہ پہنچی ۔ دوپہر کے وقت رباب آگئی ۔ اس نے عالیہ کی پژمردہ صورت دیکھ کر کہا "آج کیا
ہے ۔ پھول سا چہرہ کملایا ہوا کیوں ہے ؟"

عالیہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنے چہرے سے یہ بات ظاہر ہونے دے کہ اس پر ستم شروع
کئے ہیں اور وہ رات سے فاقہ سے ہے لیکن وہ اپنے چہرہ کے تغیر کو نہ چھپا سکتی تھی اس
نے کہا "مجھے یہ دھمکی دی گئی ہے کہ مجھ پر عقوبت و اذیت شروع ہونے والی ہیں ۔"

رباب : مجھے پہلے ہی سے یہ خیال تھا ۔ غالباً کھانا بند کر دیا گیا ہوگا ۔

عالیہ : ہاں

رباب : ان کی عقوبت و اذیت کا آغاز فاقہ ہی سے ہوتا ہے ۔ اب آپ کو عقوبت خانہ
میں بھیجا جائے گا ۔

عالیہ : نہ مجھے فاقوں کی پرواہ ہے نہ اذیتوں کی ۔ میرا اپنے خدا پر بھروسہ ہے وہ
کارساز ہے ۔"

رباب : یا تو یہ اذیت چند روزہ ہے ۔ اور پھر آپ کے اچھے دن آجائیں گے
مگر میں ایسی بدفال منہ سے نکالنی نہیں چاہیئے ۔

عالیہ : مجھے خدا سے بہتری کی امید ہے ۔

رباب : اور خدا مسلمانوں پر مہربان معلوم ہوتا ہے۔ بخارا اور صغد پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور اب وہ اسی قلعہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ ماوراء النہر کے قریب جو مسلمان افسر سعید تھے۔ سنا ہے وہ بھی اپنا لشکر لئے بڑھے چلے آ رہے ہیں عجب نہیں کہ مقنع کا انجام قریب آگیا ہو۔"

عالیہ : خدا کبھی ایسے شیطانوں کو جو نبی یا خدا بننا چاہیں اتنی قوت نہیں دیتا کہ وہ اس کی ساری مخلوق کو گمراہ کردیں۔ اس کی گرفت سخت ہے۔ خدا نے مقنع کو حکومت عطا کی اسے غرور ہوگیا۔ پہلے وہ نبی بنا۔ پھر خدا بن بیٹھا۔ اس نے خدا کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ بلکہ کفران نعمت کی ایسے مغروروں اور متکبروں کا انجام عبرت ناک ہی ہوتا ہے۔

رباب : بھائی جان کہتے تھے کہ مقنع اور اس کی خدائی کا انجام قریب آگیا ہے۔

عالیہ : تم نے اپنے بھائی جان کو اسلام کی تلقین نہیں کی۔

رباب : کی ہے، وہ تذبذب تو ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی وقت مسلمان ہو جائیں میرا خیال ہے کوئی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ ابھی تک مقنع کے دامن سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ مقنع کے معتمد صفار کی لڑکی کا ان سے تعلق ہے۔

عالیہ : یہ بات میں نے اسی وقت سمجھ لی تھی جب تم نے مجھے اپنی آبرو ریزی کی داستان سنائی تھی۔ بغیر ایسی بات کے کوئی غیرت مند بھائی اپنی بہن کی بے عزتی گوارا نہیں کرسکتا۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ چند سرخ پوش لڑکیاں آئیں۔ وہ کچھ تند خو معلوم ہوتی تھیں انھیں دیکھتے ہی رباب کچھ پریشان ہوگئی اور آہستہ سے کہنے لگی۔

"دارالعقوبت کی خونخوار لڑکیاں۔"

عالیہ نے اطمینان کے لہجہ میں کہا "آنے دو۔"

لڑکیوں نے قریب آکر پہلے رباب کو اور پھر عالیہ کو دیکھا اور ایک لڑکی نے عالیہ سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے مقنع کی شان میں گستاخی کی اب دارالعقوبت کا نظارہ کرنا۔ ایسی گستاخ اور ضدی لڑکیوں کا انجام بڑا ہولناک ہوتا ہے۔

کچھ وقفہ کے بعد اس نے پھر کہا "ہمارے ساتھ چلو۔"

عالیہ اُٹھ کر ان کے ساتھ چلی۔ رباب فکر و افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔
ان میں سے دو لڑکیاں آگے اور دو پیچھے اور دو دائیں بائیں ہو گئیں۔ گویا وہ حراست میں لے لی گئی تھی۔ عالیہ ان کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ اس نے چلتے چلتے ان لڑکیوں کو جو اس کی سہیلیاں تھیں اور ان عورتوں اور لڑکیوں کو جو اس کی سہیلیاں تھیں اور ان عورتوں اور لڑکیوں کو جو مقنع کی حرم کہلاتی تھیں۔ مسکراتے اور آپس میں کچھ اشارے کرتے دیکھا۔ ان لڑکیوں سے کوئی توقع تھی کیونکہ نہیں وہ جانتی تھی کہ انھوں نے دنیا کے لالچ میں آکر اپنی عاقبت خراب کر لی ہے۔ وہ خوب جانتی ہیں کہ مقنع خدا نہیں ہے مگر دولت اور ثروت نے انھیں اندھا کر دیا ہے۔
وہ چلتی رہی۔ کئی محلوں میں سے ہو کر گزری۔ اس نے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا کچھ کمزور ہو گئی تھی۔ پیدل چلنے سے اور ضعف بڑھنے لگا مگر اس نے ان لڑکیوں پر جو اسے لے جا رہی تھیں۔ یہ بات ظاہر نہیں ہونے دی کہ اس سے مشکل سے چلا جاتا ہے۔ وہ ان کی صورتیں دیکھ کر اور ان کی گستاخانہ باتیں سن کر یہ سمجھ گئی تھی کہ وہ وحشی قسم کی بے رحم لڑکیاں ہیں ان سے اسلئے کچھ کہنا کہ انھیں ہمدردی ہو جائے حماقت ہے۔
وہ چلتی رہی۔ ایک وسیع احاطہ میں پہنچی۔ وہاں کئی خون خوار انسان عجیب خوفناک قسم کا لباس پہنے طرح طرح کے ہولناک ہتھیار لئے کھڑے تھے۔ ان کی صورتیں ان کی وضع ان کے ہتھیار ایسے تھے جن کا خوفناک اثر دلوں پر پڑتا تھا اور مضبوط مردوں کے دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے نازک دل نازنین لڑکیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے عالیہ کے دل پر بھی ان کا خاص اثر ہوا۔
وہ آگے بڑھی ایک جگہ اس نے آگ کی بھٹیاں دیکھیں۔ ان میں آگ دہک رہی تھی۔ کچھ لوگ وہاں پڑے تھے۔ وہ تڑپ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کو بھٹیوں میں ڈالا گیا ہے ان کی کھالیں جلی ہوئی تھیں۔ گوشت سرخ ہو رہا تھا اور چربی نکلی ہوئی تھی انھیں دیکھ کر اسے بڑا رحم آیا۔ وہ کراہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے "خدا میں سب کچھ قدرت ہے۔ وہی ہمارا انتقام ہم جانیں دے دیں گے مگر ایمان نہ دیں گے۔
وہ سمجھ گئی کہ وہ مظلوم مسلمان ہیں ان کی حالت دیکھ کر اس کا دل بھر آیا۔ اس نے ٹھنڈی آہ بھری اور آگے بڑھی۔ ایک ایسے غار پر سے جائی گئی جس کے اندر شعلے اس طرح بھڑک رہے تھے

جیسے کہ آتش فشاں پہاڑ میں سے نکلا کرتے ہیں ۔ وہاں بھی کئی خوف ناک صورت انسان سرخ لباس پہنے کھڑے تھے ۔ دو آدمی ان کی سخت گرفت میں تھے ایک جلاد نے ان سے کہا "بولو متنبع کو سجدہ کرو گے ؟

ان میں سے ایک آدمی نے بڑے استقلال کے لہجہ میں کہا "ہم اس آگ کے خوف سے اپنا ایمان نہیں دے سکتے ۔ دنیا چند روزہ ہے عقبیٰ ہمیشہ رہنے والی چیز ہے ۔ اس ذرا سے عذاب سے ڈر کر متنبع کو سجدہ کر کے عاقبت کا عذاب سر لیں یہ ہم سے نہ ہوگا ۔

اسی وقت ایک تنومند آدمی نے اس مرد مسلمان کو اٹھا کر بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینک دیا ۔ ایک چیخ کی آواز آئی اور شعلے اور بھی بھڑک اٹھے ۔ عالیہ کا دل یہ ہولناک منظر دیکھ کر لرز گیا ۔ اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا ۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کے پیر کانپنے لگے ۔

اسی وقت لڑکیوں نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا ۔ وہ لڑکھڑاتے پیروں سے ان کے ساتھ چلی ۔ کچھ دور چل کر ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں کئی غار تھے اور ان سب غاروں میں سے شعلے نکل رہے تھے وہاں کئی خوف ناک صورت انسان کھڑے تھے ان کی آنکھوں سے خونخواری ظاہر تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں انسانوں کی عقوبت و اذیت میں دینے میں لطف آتا ہے ظلم ستم کرنا ان کا دل خوش کن مشغلہ ہے ۔

وہاں کئی دھار دار عجیب عجیب قسم کے آرے رکھے تھے ۔ کچھ پتلی اور موٹی سلاخیں بھی تھیں انھیں دیکھ کر ہول گئی ۔ تھوڑی دیر میں ایک مسلمان کو کئی آدمی حراست میں لے کر آئے ۔ اس کے وحشی انسانوں میں سے ایک نے جو شاید ان کا افسر تھا پوچھا "کہو تمہارا دماغ درست ہوا ؟

اس نے کہا "میرا دماغ درست ہے آج طاقت تمہارے ہاتھوں میں ہے تم غریب اور مظلوم انسانوں پر ہولناک مظالم کر رہے ہو ۔ چاہتے ہو کہ ہم بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جائیں ۔ ایک انسان کو پوجنے لگیں ۔ یاد رکھو مسلمان موت سے ڈر کر گمراہ نہیں ہو سکتا ۔ تمہیں بھی سمجھاتے ہیں کہ خدا کے بندوں پر ظلم نہ کرو ۔ بے گناہوں کو نہ ستاؤ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہے ۔ اس کا قہر و غضب ضرور نازل ہوتا ہے"

اس آدمی نے بگڑ کر کہا "بکواس بند کرو ۔"

اور اپنے ساتھیوں کو کچھ اشارہ کیا۔ انھوں نے پتلی سلاخیں آگ میں گرم کیں اور جب وہ سرخ ہو گئیں تو وحشی افسر کو دیں۔ اس نے ان سلاخوں سے اس مسلمانوں کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ عالیہ کانپ گئی۔ اس نے ایسے مظالم کہاں دیکھے تھے آنکھیں بند کر لیں۔

جب اس نے آنکھ کھولی تو مسلمان کو تڑپتے دیکھا۔ اسی وقت چند لوگ نصر کو لے کر پہنچے۔ عالیہ انھیں دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ ان کی طرف بڑھی اور بولی بھائی جان۔

اس سے زیادہ اس سے کچھ نہ کہا گیا۔ نصر نے کہا میری عزیز بہن، ہمت، جرأت اور استقلال سے کام لو۔ تم دختر قریش ہو۔ بنی امیہ کے قبیلہ کی مایہ ناز لڑکی۔ پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے۔"

اس تنبیہہ نے عالیہ کا دل مضبوط کر دیا۔ وحشی افسر نے نصر سے پوچھا۔ "کیا تم مقنع کی خدائی کے قائل ہو گئے؟"

نصیر نے بڑے استقلال سے جواب دیا "نہیں۔"

اس وحشی نے اپنے ہمراہیوں کو پھر اشارہ کیا۔ انھوں نے پتلی سلاخیں گرم کر کے اسے دیں وہ نصر کی طرف انھیں لے کر بڑھا۔ عالیہ گھبرا گئی۔ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا "آہ بھائی جان۔"

نصر: مت گھبراؤ۔

کئی درندوں نے نصر کو پکڑ لیا۔ عالیہ یہ خوفناک منظر نہ دیکھ سکی۔ ضعف جانی سے وہ نڈھال گئی۔ کراہنے کی آواز منہ سے نکلی اور بے ہوش ہو گئی۔

(۵۶)

جب عالیہ کو ہوش آیا اور اس کے حواس درست ہوئے تو اس نے اپنے آپ کو ایک بڑے کمرہ میں پایا۔ اس کمرہ کو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کمرہ کی استرکاری قوس قزح کے رنگوں کی طرح کی تھی۔ دروازوں کے پردے قالین غالیچے صوفے سب اسی رنگ کے تھے۔ نہایت خوشنما رنگ تھا۔ وہ ایک صوفے پر پڑی تھی۔ اس کے گرد چند حسین اور نوخیز لڑکیاں کھڑی تھیں ان کے لباس بھی قوس قزح کے رنگ کے تھے۔ زیورات سونے کے تھے۔ ان کے سروں کے لمبے لمبے ملائم بال سنہری لیس سے بندھے ہوئے ان کی پشتوں پر سپولیوں کی طرح لہرا رہے تھے۔

عالیہ کچھ دیر تک تو وہ خاموش پڑی کمرہ کو اس کے سازو سامان کو اور حسین لڑکیوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا "میں کہاں ہوں؟"

ایک مست شباب نوخیز لڑکی نے جواب دیا "تم خدا کے کمرۂ خاص میں ہو۔"

عالیہ: میرا بھائی کہاں ہے؟

وہی نازنین: خدا نے ان پر بھی مہربانی کی۔ انھیں بھی بچا لیا۔

عالیہ: مگر وہ کہاں ہیں؟

وہی نازنین: خدا کے محل میں۔

عالیہ کو اطمینان ہو گیا۔ اس نازنین نے کہا "تمہارے لئے ماکولات اور مشروبات آئی ہیں۔ اٹھو اور کچھ کھاؤ پیو۔"

عالیہ رات سے بھوکی تھی۔ عقوبت گاہ کے مظالم نے اس کے دل پر بڑا اثر کیا تھا وہ نڈھال ہو رہی تھی۔ اس کا کچھ کھانے کو جی نہ چاہتا تھا مگر اسے یہ بھی خیال کہ نہ معلوم آئندہ کیا واقعات

اور حادثات پیش آئیں ۔ ان کے مقابلہ کے لئے جسم میں طاقت آنا ضروری ہے اگر نہ کھائے گی تو کمزوری بڑھتی چلی جائے گی ۔ اس لئے اس نے کھانا ہی مناسب سمجھا ۔ چنانچہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ۔ ایک کنیز نے ایک بڑا طشت لا رکھا ۔ یہ طشت چاندی کا تھا دوسری کنیز آفتابہ لائی ۔ انھوں نے عالیہ کے ہاتھ منہ دھلائے ۔ ریشمی رومال ہاتھ منہ صاف کرنے کو دیا ۔ اور کئی کنیزوں نے ایک بڑی میز جو ہاتھی دانت کی تھی صوفے کے برابر لگا دی اس پر کھانا چن دیا ۔ عالیہ نے شکم سیر ہو کر کھایا ۔ ہاتھ دھوئے ، کلیاں کیں اور دوسرے رومال سے ہاتھ منہ پونچھ کر اسی صوفہ پر لیٹ گئی ۔ کنیزیں تمام چیزیں اٹھا کر لے گئیں ۔

جب اسے ہوش آیا تھا تو دن چھپ رہا تھا ۔ تھوڑی دیر میں دن چھپ گیا اس نے اٹھ کر وضو کیا ۔ قضا نمازیں ادا کیں اور مغرب کی نماز پڑھی ۔ اس کمرہ میں خاصی روشنی ہو گئی بلکہ خاصی کیا بہت تیز روشنی بھی قوس وقزح کے رنگ کی تھی ۔

ایک نازنین نے اس سے کہا " تم خیال خدا کو سجدہ کرتی ہو ۔ ایک سجدہ مقنع کو کر لو اس کی محبوبہ بن جاؤ گی ۔ زمین اور آسمانوں پر حکومت کرو گی ۔ آج تم مقنع کا وہ معجزہ دیکھو گی جو ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دے گا ۔

عالیہ نے کوئی جواب نہ دیا ۔ نازنین بھی چپ ہو گئی ۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد وہ دلربائیں اور آئیں ۔ وہ سنہرا لباس اور سنہرے زیورات پہنے تھیں ۔ سونے کی رنگت والی مہوشیں معلوم ہو رہی تھیں ان کی صورتیں بڑی دلفریب تھیں ۔ عالیہ انھیں دیکھنے لگی ان کے آتے ہی جو پری چہرہ لڑکیاں پہلے سے موجود تھیں وہ چلی گئیں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا " اے وہ حسینہ جس پر جہاں کو رشک ہے ۔ آج خدا تم سے نہ صرف ہم کلام ہو گا بلکہ تمہارے سامنے آئے گا ۔ تمہیں اپنا معجزہ دکھائے گا تم اس کا ہاتھ پکڑ لینا ۔ وہ بڑا رحیم وکریم ہے تم پر احسان کرے گا ۔

یہ کہہ کر وہ دوسری مہوش کو ساتھ لے کر وہاں سے چلی گئی ۔ عالیہ گہرے غور وفکر میں مبتلا ہو گئی نہ معلوم کتنی دیر تک کچھ سوچتی رہی کہ آواز سنی " ہماری بہترین صنعت ، ملکہ حسن ، ہم تمہارے سامنے موجود ہو گئے ۔

عالیہ نے اپنی نشیلی نظریں اٹھا کر ہوش ربا نگاہوں سے دیکھا ۔ سامنے مقنع کھڑا تھا باریک

ریشمی نقاب منہ پر ڈالے تھا ۔ اس ریشمی نقاب میں سے اس کا سونے کا چہرہ روشنی میں چمک رہا تھا
عالیہ غیر ارادی طور پر اٹھ کر کھڑی ہو گئی ۔ مقنع نے کہا عالیہ ہم نے تمہارے بھائی کو بھی بچا لیا ۔
آج تمہیں ہماری محبوبہ بننا ہوگا ۔ آسمان سنوارے جا چکے ہیں زمین کی جنت آراستہ کی گئی ہے ۔
زمین اور آسمان پر خوشیاں منائی جا رہی ہیں ۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں آج پھر کہتے ہیں ہمیں تم
سے محبت ہے ۔ بہت زیادہ محبت ہے ۔ تم محبت کئے جانے ہی کے قابل ہو وہ پھول جو تمام
پھولوں میں نوشگفتہ اور دیدہ زیب ہے وہ ستارہ ہو جو تمام ستاروں سے زیادہ روشن ہے اور
وہ چاند ہو جس پر چاند کو بھی رشک ہے ۔ وہ معصوم حور ہو جس پر بہشتی حوروں کی معصومیت نثار
ہے ۔ عالیہ خاموش سر جھکائے کھڑی تھی ۔ مقنع نے بڑھ کر اپنے ہاتھ میں اس گلبدن کا مخمل
جیسا ملائم ہاتھ لے لیا ۔ عالیہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی مقنع نے کہا " ہم خدا ہیں ، ہم نے ہی
تمہیں پیدا کیا ہے تم پر فریفتہ ہو گئے ہیں ۔ ہم اپنی خدائی تمہارے قدموں پر نثار کر دیں گے
تم تمام کرۂ ارض کی اور سارے آسمانوں کی مالک ہو گی تمہارا حسن لازوال بنا دیا جائے گا ۔ تمہارا
شباب اور تمہاری زندگی دائمی ہوں گے ۔ تمہیں کوئی غم نہیں ہوگا ۔ خوشی تمہاری کنیز ہوگی ۔ ہم یہ
بھی نہیں چاہتے کہ تم ہمیں سجدہ کرو ۔ جب تم ہمیں سمجھ لوگی خود ہی سجدے کرنے لگو گی ۔ ہم نے
تمہارا ہاتھ پکڑ لیا ہے ۔ تم کہہ دو کہ تم ہماری محبوبہ بن گئی ہو ۔ تمہارے اس کہنے سے شادی ہو جائے
گی کہہ دو کہ تم ہماری محبوبہ ہو ۔

عالیہ نے عجب دلفریب نگاہوں سے مقنع کو دیکھا کہ وہ ان مست نظروں کو دیکھ کر لڑکھڑا
گیا ۔ عالیہ نے کہا " پہلے چند باتوں کا جواب دے کر میرا اطمینان کرا دیجئے ۔

مقنع : پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو ۔ آج دریائے رحمت جوش میں ہے جو دریافت کرو گی
جواب ملے گا ۔

عالیہ : ایوانِ اعلیٰ میں خوشبو کیسے پھوٹتی ہے ؟

مقنع ہنسا ۔ اس نے کہا " یہ تو بہت معمولی بات ہے ایوان اعلیٰ کے ہر کمرہ کے نیچے تہہ
خانہ ہے فرش اور چھت میں باریک سوراخ ہیں ہمارے معتمدان سوراخوں میں عطروں کی پچکاریاں مارتے
ہیں اس سے کمرہ معطر ہو جاتا ہے اور عجیب بھینی بھینی خوشبو پھوٹنے لگتی ہے ۔

عالیہ : ایوان خاص اور بعض دوسرے محلوں میں روشنی کیسے ہو جاتی ہے ۔ جبکہ کوئی چیز وہاں روشن نہیں کی جاتی ہے ۔

مقنع : یہ بھی کوئی طلسم نہیں ہے ۔ جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے ۔ ان محلوں اور ایوانِ اعلیٰ میں کمروں کی چھتوں میں کارنسوں میں موٹے موٹے شیشے لگے ہوئے ہیں ۔ ان شیشوں کے اندر موٹی موٹی موم بتیاں جلائی جاتی ہیں ۔ یہ بتیاں نظر نہیں آتیں ۔ روشنی کا عکس موٹے شیشوں میں سے گزر کر کمروں کو منور کر دیتا ہے ۔"

عالیہ : اب بتائیے ، کیا یہ خدائی کارخانہ ہے ؟

مقنع نے اپنی بڑھی ہوئی محبت سے مغلوب ہو کر اپنی خدائی کے طلسم کھولنے شروع کر دیئے وہ یہ نہ سمجھا کہ ایک حسینہ نے اسے احمق بنا دیا ۔ لیکن جب وہ کچھ راز بتا چکا تب اسے ہوش آیا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا ۔ اس نے کہا " ہماری ہر بات نا سمجھ لوگوں کو متحیر کر دیتی ہے لیکن اس میں کوئی جدت نہیں ہوتی ہم نے ہر چیز صاف اور سادہ پیدا کی ہے ۔ سمجھ دار لوگ اسے سمجھ سکتے ہیں ۔

عالیہ : تم یہ اقرار کیوں نہیں کر لیتے کہ تم ایک انسان ہو ۔

مقنع : تمہارا خیال غلط ہے ۔ ہم خدا ہیں ۔ ہمیں یہ قدرت ہے کہ چاہے جس قدر ۔ سورج اور چاند بنا دیں آؤ ہمارے ساتھ چلو ۔ ہم تمہیں چاند دکھائیں گے تمہارے سامنے وہ آسمان پر بلند ہوگا اور اپنی ٹھنڈی روشنی سے دنیا کو منور کر دے گا "

مقنع عالیہ کا ہاتھ پکڑ کر کمرہ سے باہر لے گیا ۔ چاند کی مہینہ کی آخری تاریخیں تھیں باہر اندھیرا پھیلا ہوا تھا آسمان پر ستارے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے ۔ مقنع نے کہا " عالیہ دیکھو اس وقت اندھیرا پھیلا ہوا ہے ایسا اندھیرا کہ تمہاری چاندسی صورت بھی اجالا نہیں کر سکی سامنے دیکھتی رہو ۔ زمین سے چاند اٹھے گا اور آسمان پر جا کر چاندنی سی پھیلا دے گا "

مقنع نے کچھ اشارے کئے ۔ عالیہ نے دیکھا ایک سنہرا سا طباق کنوئیں میں سے نکل کر اٹھنا شروع ہوا وہ دھندلی آگ کا گولہ سا معلوم ہوتا تھا ۔ عالیہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی ۔ وہ بڑی تیزی سے آسمان پر چڑھ رہا تھا اور جوں جوں چڑھتا جاتا تھا ۔ روشنی بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ بہت کچھ بلند ہوکر معلق ہو گیا ۔ اور اس کی ٹھنڈی روشنی دودھیا چاندنی کی طرح کائنات پر چھا گئی ہر چیز

چاندنی میں نہا گئی۔ نور کی سی باہر کش ہوتے لگی عالیہ سخت متحیر ہوئی ہوئی۔ مقنع نے کہا "یہ ماہ نخشب[1] ہے ہمارا چاند۔ تم حیران ہو رہی ہو۔ جاؤ۔ جو کچھ آج تم نے دیکھا ہے اس پر غور کرو۔ ہم خدا ہیں ہمیں سب کچھ قدرت ہے۔

اسی وقت سنہرے لباس والی زرنام آئیں اور عالیہ کو لے گئیں۔

---

[1] غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ نخشب ترکستان کے ایک شہر کا نام تھا جس میں حکیم ابن عطا تھا جو مقنع کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے ایک کنوے سے سحر و شعبدہ کے ذریعہ سے چاند برآمد کیا تھا جس کی روشنی چار فرسنگ تک پھیل گئی تھی۔

تاریخ اسلام مولفہ مولانا محمد احسان اللہ صاحب میں لکھا ہے کہ

مقنع نے ماوراءالنہر میں خروج کیا۔ وہ بڑا ذی علم شخص تھا۔ اپنی علمی کرامتوں کو دکھا کر لوگوں سے کہتا تھا کہ میں خدا ہوں۔ چاہ نخشب اس نے بنایا تھا جس سے چاند نکل کر دو فرسخ تک روشنی پھیلاتا تھا دراصل کنوئیں میں سے چاند نکلنے کی وجہ سے اس کنوئیں کو چاہ نخشب کہتے تھے۔

صادق صدیقی سردھنوی

(۵۷)

مسلمانوں نے بخارا اور صغد پر قبضہ کرتے ہی آگے بڑھنا شروع کیا اور ماوراء النہر کی طرف سعید بڑھنے لگے مقنعیوں پر مسلمانوں کا رعب و خوف چھا گیا۔ وہ ہر طرف سے بھاگ بھاگ کر قلعہ بسیام میں پہنچنے لگے۔

صفار نے جو مقنع کا معتمد خاص اور وزیر اعظم تھا۔ ہیثم، ہنیک اور دوسرے افسروں کو قلعہ پر چاروں طرف متعین کر دیا۔ انھیں کافی لشکر دے دیا۔ ان کے پاس سامان جنگ کے انبار لگا دیئے اور انھیں ہر وقت مستعد رہنے کی ہدایت کر دی۔

خلیفہ مہدی کو وحشی سفید پوشوں اور سنگ دل مقنع کے مسلمانوں پر ہولناک مظالم کی خبر سن سن کر بڑا جوش اور غصہ تھا۔ ان درندوں نے مسلمانوں کو ستایا تھا۔ خلیفہ مہدی کو مسلمانوں سے بڑی ہمدردی اور محبت تھی وہ ان وحشیوں کی گوشمالی کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے برابر بھیج رہے تھے۔ انھوں نے معاذ بن مسلم کو ابو عون کے پیچھے روانہ کیا اور ان کے پیچھے ہی عقبہ بن مسلم کو بھیجا ان میں سے معاذ سعید کی مدد کے لئے اور عقبہ، یزید کی کمک کے لئے بھیجے گئے۔

اس امدادی لشکروں کے پہنچتے ہی مسلمانوں کی پیش قدمی کی رفتار اور تیز ہو گئی اور وہ مقنعیوں کو مارتے بھگاتے قلعہ بسیام کی طرف بڑھنے لگے۔

لیکن معاذ اور سعید میں کچھ مناقشہ ہو گیا۔ سعید اس لشکر کے سپہ سالار تھے جو ماوراء النہر کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا۔ ان کے ساتھ سلیمان اور عبیدہ بھی تھے۔ معاذ بن مسلم ان کی مدد کے لئے بھیجے گئے تھے لیکن معاذ نے لشکر کی کمان اپنے ہاتھ میں لینی چاہی عبیدہ نے یہ تمام واقعات خلیفہ مہدی کو لکھ بھیجے۔ خلیفہ نے معاذ کو واپس بلا لیا۔ معاذ واپس چلے گئے۔ لیکن موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے انھوں نے اپنے بیٹے کو کچھ لشکر کے ساتھ سعید کی ماتحتی میں چھوڑ دیا۔

خلیفہ مہدی نے سعید کو قلعہ بسیام کی مہم کے پورے اختیارات دے دیئے۔ انھیں تمام لشکر کا سالار اعظم مقرر کر دیا۔ یزید، عون اور عقبہ سب کو ان کا ماتحت بنا دیا۔

سعید بڑے جوش اور ارادہ سے بڑھے وہ جس علاقہ سے گزرے وہاں کے مقنائی یا تو ان کی اطاعت کرتے چلے گئے۔ یا بھاگ بھاگ کر قلعہ بسیام میں جمع ہونے لگے۔

آخر سعید قلعہ بسیام کے سامنے پہنچ گئے۔ اور وہ قلعہ کے ایک طرف فروکش ہو گئے اگرچہ ان کے ساتھ جمعیت بہت کم تھی۔ لیکن مقنائیوں کو قلعہ سے نکل کر ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

دوسرے ہی روز یزید، ابو عون اور عقبہ بھی اپنے لشکر لے کر پہنچ گئے۔ سعید نے ان کا استقبال کیا انھوں نے سعید کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اس طرح سعید شاہی لشکر کے سالار اعظم ہو گئے ان کی ترقی میں عبیدہ کا ہاتھ تھا۔

سعید کے حکم سے تمام لشکر نے قلعہ بسیام کا محاصرہ کر لیا اور چونکہ قلعہ بہت زیادہ بلند اور مضبوط تھا اس پر حملہ کر کے فتح کرنا دشوار تھا۔ اس لئے عبیدہ کے مشورہ سے سعید نے قلعہ شکن چوبی قلعے جنھیں منجنیق کہا جاتا تھا اور قلعہ شکن آلات تیار کرانے شروع کئے۔

مقنائیوں کی اب بھی آنکھیں نہیں کھلیں جب کہ ان کا خدا محصور ہو گیا تھا۔ وہ اب بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ کسی روز ان کا خدا غضب ناک ہو کر مسلمانوں پر اپنا قہر و غضب نازل کرے گا اور ان کو مار ڈالے گا۔ مٹا دے گا یا بھگا دے گا۔

مسلمانوں کے محاصرہ کر لینے کی خبر تمام قلعہ بسیام میں پھیل گئی۔ محلات میں بھی پہنچ گئی مقنع کی حرموں، دوسری بیگموں، کنیزوں، سیدۂ حرم، ایوان اعلیٰ کی مہتمم زینب اور دوسری لڑکیوں کو بھی معلوم ہو گئی وہ تمام لڑکیاں اور عورتیں جو مقنع کو خدا مان چکی تھیں پریشان اور مضطرب رہنے لگیں۔

رفتہ رفتہ عذرا اور عالیہ کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ انھیں بڑی خوشی ہوئی اور دونوں نے خدا سے مسلمانوں کی فتح کی دعائیں مانگیں عالیہ کو اب خوف ہوا کہ کہیں مقنع یہ سمجھ کر اسے ہزیمت نہ ہو جائے اس کی آبرو ریزی کی کوشش نہ کرے اس لئے وہ ہوشیار ہو گئی اور اس نے رباب کے ذریعہ سے ایک دو دھارا خنجر حاصل کر کے ہر وقت اسے اپنے پاس رکھنے لگی۔

ایک روز رباب نے عالیہ کے پاس آ کر کہا میرا بھائی ہیثم کہتا ہے کہ مقنع کی پول کھل گئی وہ جھوٹا

اور مکار شخص ہے۔ وہ مسلمان ہونے کے لئے تیار ہے۔ عالیہ نے کہا تم مسلمان ہو چکی ہو۔ اسے بھی کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لو۔ جب مسلمان قلعہ پر قبضہ کر لیں گے تو اسے کوئی جاگیر دلا دی جائے گی۔

رباب: شاید اسے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں اور تم مجھ پر مہربان ہو۔ اس نے پیغام بھیجا ہے کہ اگر میری خطائیں معاف کرانے کی ذمہ داری تم لے لو تو وہ مسلمانوں کو قلعہ پر چڑھا لائے۔

عالیہ: میں وعدہ کرتی ہوں۔

رباب: یہ معلوم ہوا ہے کہ سعید جو اسلامی لشکر کا سالار اعظم ہے۔ بالکل نوجوان شخص ہے جسے سفید پوش اپنے خیال میں قتل کر کے چھوڑ آئے تھے اور تمہیں اس سے چھین کر اپنے ساتھ لائے تھے۔

یہ سن کر عالیہ کا چہرہ چمکنے لگا۔ اس نے کہا "رباب اگر وہ وہی سعید ہیں تو اپنے بھائی کو خوش خبری پہنچا دے اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور اسے کوئی عہدہ اور جاگیر بھی دلائی جائے گی۔

رباب اس کے چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی اس نے کہا "سعید کا نام سنتے ہی آپ کا چہرہ کیسا گلابی ہو گیا آپ کے چہرہ کی سرخی اور آنکھوں کی چمک نے یہ راز ظاہر کر دیا کہ آپ سعید کو چاہتی ہیں۔

عالیہ نے شرمیلے لہجہ میں کہا "دھت"

رباب۔ معلوم ہوتا ہے سعید کافی خوب صورت نوجوان ہیں اور ان کے دل میں بڑا جوش ہے۔

عالیہ: ہر مسلمان کے دل میں جوش جہاد ہوتا ہے۔

رباب: یہ بات سچ سہی لیکن اس میں محبت کو بھی کچھ دخل ہے۔

عالیہ نے حیا بار نظروں سے اسے دیکھ کر کہا "بڑی شوخ ہو گئی ہو تم ——"

اسی وقت سیدہ حرم آئی۔ آج اس کا چہرہ کچھ اترا ہوا تھا۔ اس نے عالیہ سے کہا تمہیں خدا نے یاد کیا ہے —— ابھی چلنا ہو گا۔"

عالیہ کو پہلے ہی سے یہ کھٹکا تھا۔ اس نے استقلال کے لہجہ میں کہا میں تیار ہوں۔

چنانچہ اس نے لباس بدلا۔ خنجر اپنے لباس میں چھپا لیا اور سیدہ حرم کے ساتھ چلی اسے ایک جگہ میں عذرا ملی۔ اس کا دل چاہا کہ اس سے کچھ باتیں کرے لیکن سیدہ حرم نے اس کی مہلت ہی نہ دی۔ وہ اس کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ طرح طرح کے اندیشے اسے ستا رہے تھے۔

وہ ایوان اعلیٰ میں پہنچ گئی اور اسی کنویں کے پاس تنہا چھوڑ دی گئی۔ جس میں سے ایک راز

اس نے چاند نکلتے دیکھا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں مقنع وہاں آگیا۔ اس نے کہا "اے حور فردوس ہم تمہیں سوچنے اور سمجھنے کی کافی مہلت دے چکے ہیں۔ یقین ہے تم نے ہماری محبوبہ بننے کا فیصلہ کرلیا ہوگا۔ یہ وہ پاک جگہ ہے جہاں ہم نے تمہیں اپنا ایک معجزہ دکھایا تھا۔ اسی مقدس جگہ تمہیں ہماری محبوبہ بننے کا اقرار کرنا ہوگا۔ اقرار کرو"

عالیہ: میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ جو شخص اتنا مجبور ہوگیا ہو کہ مسلمانوں کے خوف سے قلعہ بند ہو کر اپنے قصر میں محصور رہو۔ اس کی کوئی بات نہ مانوں۔

مقنع نے قہقہہ لگا کر کہا "کیا بندے اخدا کا مقابلہ کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہ کرسکیں گے۔ ہم انھیں یہاں لائے ہیں اور اپنا کوئی عذاب ان پر نازل کرکے ان کا خاتمہ کردیں گے۔

عالیہ: ایسا نہ ہوسکے گا۔ تم نے اور تمہارے وحشی معتقدوں نے مسلمانوں کو ستا کر خدا کے قہر کو دعوت دی ہے۔ تمہارا سب کا عبرت ناک انجام قریب ہے۔

مقنع: میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ آج تمہیں میری آرزو پوری کرنا ہوگی۔

یہ کہتے ہی وہ جھپٹا اور اس نے عالیہ کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش شروع کی۔ وہ دفعتہً اس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر عالیہ گھبرائی نہیں۔ وہ اپنی رہائی کی جدوجہد کرنے لگی مقنع نے اس ۔ ۔ ۔ کوشش کی۔ عالیہ نے زور کرکے اپنے دونوں ہاتھ چھڑا لئے اس نے بائیں ہاتھ سے اس کا نقاب نوچ لیا اور جلدی سے سونے کے چہرہ پر ہاتھ ڈال کر اسے بھی کھینچ لیا۔ مقنع بے نقاب ہوگیا۔ وہ بہت کریہہ المنظر خوفناک صورت انسان تھا۔

عالیہ نے کہا "میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تم بہت ہی بدصورت ہو۔

مقنع نے عالیہ کو چھوڑ کر جلدی سے اپنا سونے کا چہرہ اٹھا کر لگایا۔ اس پر نقاب ڈالا اس عرصہ میں عالیہ نے خنجر نکال لیا۔ اسی وقت اللہ اکبر کے نعروں کی آواز آئی۔ مقنع وہاں سے چلا گیا۔ وہ واپس لوٹ آئی۔ وہ اپنی جرأت و ہمت سے اس کے دست ہوس سے بچ گئی۔

مسلمانوں نے منجنیقوں کو اور بھی تیزی سے ٹھیلا اور قلعہ کی فصیل سے ملا دیا۔ ہنیک کے ساتھیوں نے کمندیں اور سیڑھیاں لگا دیں۔ مسلمان اس بات کو تائید غیبی سمجھ کر جلدی جلدی سیڑھیوں اور کمندوں کے ذریعہ سے اوپر چڑھ گئے۔ سب سے پہلے سعید، سلیمان، عبیدہ اور چند بزرگ فصیل پر پہنچے ہنیک نے ان سے کہا۔ "یہ سب لوگ آپ کے ہمدرد اور ہوا خواہ ہیں۔

سعید نے ہنیک کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس سے کہا کہ تم اپنے ان ساتھیوں سے کہہ دو کہ وہ ہتھیار رکھ کر ایک طرف کھڑے ہو جائیں"۔

ہنیک نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کردی کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور ایک طرف کھڑے ہو جائیں اس کے دستہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور سب قطار در قطار کھڑے ہو گئے۔

اس عرصہ میں مسلمان بھاری تعداد میں فصیل پر پہنچ گئے۔ سعید نے پکار دیا کہ جو لوگ ہتھیار ڈال چکے ہیں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ مسلمانوں نے فصیل پر پہنچتے ہی یہ دیکھ لیا کہ کچھ سفید پوش تھیتے لائنوں میں کھڑے ہیں وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ دوسری طرف جو مقامی ہتھیار لئے کھڑے ان پر حملہ کرنے کے لئے مستعد تھے جھپٹ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور تلواروں سے انھیں کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹنے لگے۔ مسلمان اسوقت بڑے جوش میں تھے وہ نہایت پھرتی اور قوت سے حملے کر کے دشمنوں کو قتل کر رہے تھے انھوں نے ایک سرے سے انھیں مارنا کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے جوش و غضب کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بہت تھوڑی دیر میں ان سب کا تیا پانچا کر ڈالیں گے۔

مقامی بھی کافی جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے لیکن ان کی تلواریں جیسے کند ہو گئی تھیں کاٹ ہی نہ کرتی تھیں۔ بات دراصل یہ تھی کہ وہ حملے تو کر رہے تھے لیکن ان میں قوت نہیں تھی۔ اس لئے وار اوچھے پڑ رہے تھے اور ان کے اوچھے واروں کو مسلمان اپنی ڈھالوں پر روک لیتے تھے۔ مسلمان البتہ بڑے جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ بڑی قوت سے حملے کرتے تھے ان کی ڈھالوں اور زرہوں کو پھاڑ ڈالتے تھے۔ شانوں کی زنجیریں توڑ دیتے تھے اور یا تو ان کی گردنیں اڑا دیتے تھے یا پسلیاں توڑ ڈالتے تھے۔ وہ لاشوں پر لاشیں گرا رہے تھے خون پانی کی طرح بہنے لگا تھا تھوڑی ہی دیر میں انھوں نے اس قدر دشمنوں کو مار ڈالا کہ تمام فصیل ان سے

(۵۸)

مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا تھا ۔ سعید نے منجنیقیں تیار کرالی تھیں اور ان چوبی قلعوں میں مسلمان بیٹھ کر قلعہ کی طرف بڑھ رہے تھے ان منجنیقوں کو پیچھے سے سینکڑوں مسلمان ٹھیل رہے تھے مقامیوں نے روغن نفت میں کپڑے تر کر کے تیروں کے ذریعہ سے منجنیقوں پر پھینکنے شروع کئے ہوا سے ان کپڑوں میں آگ لگ جاتی لیکن منجنیقیں سرکہ میں بھگو لی گئی تھیں اسے وہ اس آگ سے جلنے سے محفوظ رہیں ۔

سعید کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں مقنع عالیہ ، نصر اور دوسرے قیدیوں کو مار نہ ڈالے اس لئے انھوں نے جلدی جلد کا تیار کر کے پر زور حملہ کیا ۔

مسلمان چاروں طرف سے قلعہ کی طرف حملہ آور ہوئے ۔ مقنائی فصیل پر کھڑے ہو ئے تیروں اور پتھروں کی بارش کرنے لگے ۔ مسلمان ڈھالوں کی آڑ میں قدم قدم بڑھ رہے تھے مقنائی شور و غل کر رہے تھے اور مسلمان اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے ۔ بعض مسلمان تیروں اور سنگ ریزوں سے زخمی ہو رہے تھے لیکن وہ زخموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے برابر بڑھ رہے تھے ۔

چوبی قلعے بڑی ہوشیاری سے بڑھائے جا رہے تھے جس طرف سے منجنیقوں سے حملہ کیا گیا اس طرف ہنیک تھا ۔ ہنیک نے اپنے دستہ سے کہا " اے لوگو ، جو مقنع کو خدا مانتے رہے ہو ۔ مقنع خدا نہیں ہے اگر وہ خدا ہوتا تو مسلمان اس کے علاقہ پر حملہ کر کے قبضہ نہ کر سکتے اور اس کی جائے رہائش پر یورش نہ کرتے وہ ایک مکار انسان ہے ۔ مسلمانوں سے لڑ کر قتل ہونے سے یہ اچھا ہے کہ ان کا استقبال کرو ۔ انھیں قلعہ پر چڑھا لو ۔ لوگوں کے عقائد پہلے ہی متزلزل ہو گئے تھے ہنیک کی اس گفتگو نے انھیں اور بھی بد عقیدہ کر دیا وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان قضا کی طرح بڑھتے چلے آ رہے ہیں ۔ وہ ہنیک سے متفق ہو گئے ۔ ہنیک نے روغن نفت کی بوچھاڑ بند کر دی ۔ اور اس نے مسلمانوں کو بڑھنے کا اشارہ کیا ۔

بکھر گئے ۔ یہ کیفیت دیکھ کر سفید پوشوں میں بھگدڑ پڑ گئی اور وہ بے تحاشا قلعے کے صحن کی طرف بھاگے ۔ کشادہ زینوں سے اتر کر قلعہ میں پھیل گئے ۔ مسلمان بھی ان کے تعاقب میں وہیں پہنچ اور انھیں وہاں بھی قتل کرنا شروع کر دیا ۔

مسلمانوں کا ایک دستہ دروازہ کی طرف جھپٹا ۔ اس دستہ کو روکنے کی مقنائیوں نے چند کوشش کی ۔ قدم قدم پر ان سے الجھے لیکن وہ انھیں مارتے ہٹاتے دروازہ پر پہنچ گئے ۔ ا دروازہ کھول ہی دیا ۔ دروازہ کھلتے ہی مسلمان قلعہ میں دھنس گئے اور انھوں نے بے تحاشا مق کا قتل عام شروع کر دیا ۔ جگہ جگہ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے ۔ خون کے دریا بہا دیئے تمام قلعہ میں عجب افراتفری مچ گئی مقنائی بھاگ بھاگ کر چھپنے کی کوشش کرنے لگے اور مسلمان انھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قت کرنے لگے ۔

سعید نے ہنیک کو بلا کر مقنع کو دریافت کیا ۔ وہ انھیں ساتھ لے کر ایوانِ اعلیٰ کی طرف چلا عبیدہ اور دو سو سواروں کا دستہ ان کے جلو میں ہو گیا ۔

جس وقت قلعہ بسیام میں حشر خیزی ہو رہی تھی ۔ اس وقت مقنع نے عذرا ، عالیہ اور نسـ اپنے روبرو طلب کیا اور نعمر سے کہا او بے دین ، اگر تو اپنی بہن کو سمجھا کر میری محبوبہ بننے پر رضا کر دے تو تم دونوں کی وہ عزت و عظمت ہو گی جو آج تک کسی کو نہ ہوئی ہو گی ۔ ورنہ تم تینوں کو تلوار گھاٹ اتار دیا جائے گا ۔

نعمر نے کہا " او مکار انسان " تو مسلمانوں کو نہیں جانتا وہ اپنے ناموس اور ایمان کی حف جان سے زیادہ کیا کرتے ہیں ۔

اس وقت مقنع کے گرد دو سو سے زیادہ اس کے پیرو ننگی تلواریں لئے موجود تھے ۔ مقنع وقت آ گیا تھا اور اسے اس بات کا احساس ہو گیا تھا اس لئے اس نے اس بات کی پرواہ نہ کر کہ وہ خدائی کا مدعی ہے عالیہ سے کہا " اے شہ خوباں اگر زندگی اور عزت چاہتی ہے تو میرے خواب گاہ میں چل ۔ تو میری محبوبہ ہے ۔ چاہِ نخشب جیسے مقدس مقام پر میں نے تجھے قبو

عالیہ ! او بد شکل اور بد تو ارہ انسان ، اپنی موت کو دعوت نہ دے ۔ تیرا وقت قریب اسی وقت صفار بھاگا ہوا آیا ۔ وہ سخت پریشان اور مضطرب تھا اس نے گھبرا

لہجہ میں کہا" اسے وہ جو خدائی کا مدعی تھا۔ مسلمانوں نے تیرے لوگوں کو گھاس پھونس کی طرح کاٹ ڈالا اوران کا افسر سعید ایوان اعلیٰ کی طرف آ رہا ہے۔

اگرچہ مقنع نے سونے کا نقاب پہن رکھا تھا اوراسپر نقاب ڈال رکھا تھا اس لیئے اس کے چہرے سے اس کے جذبات کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس کا جسم کانپنے لگا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی خوفزدہ ہو گیا ہے۔ اس نے صفار سے کہا۔ تم آفلیں دروازہ پر رکو میں آ رہا ہوں۔ میں نے فرشتوں کو حکم دے دیا ہے وہ تمہاری مدد کے لیئے آنے والے ہیں۔ صفار چلا گیا۔ مقنع نے بڑھ کر عالیہ کا ہاتھ پکڑا اوراسے گود میں اٹھانا چاہا۔ عالیہ نے رہائی کی جدوجہد شروع کی۔ کشمکش ہونے لگی آخر عالیہ کا ہاتھ پھر اس کے سونے کے چہرہ پر پڑ گیا۔ اس نے نقاب پھاڑ ڈالا اور چہرہ نوچ کر پھینک دیا۔ مقنع نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس کی بری اور بھونڈی صورت دیکھے وہ جلدی سے عالیہ کو چھوڑ کر اپنا چہرہ اٹھانے کے لیئے دوڑا۔ عالیہ جلدی سے خنجر ہاتھ میں لے کر بڑھی اور ڈپٹ کر بولی" خبردار او کتے اور ریچھ سے زیادہ بدشکل انسان۔ سونے کا چہرہ مت اٹھا ورنہ یہ خنجر تیرے سینہ میں پڑا نظر آئے ان احمقوں کو جو تجھے پیکر نور سمجھتے تھے اپنی بندوں سے بھی زیادہ بری شکل دیکھ لینے دے۔

فوراً ہی وہ پیکر جلال مقناعیوں کی طرف مخاطب ہوئی اور بولی او احمقو ! دیکھو اپنے خدا کو دیکھو۔ تم آج تک ایسے بدشکل انسان کی پوجا کرتے رہے ہو"

مقناعی شرمندہ ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ مقنع نے جلدی سے سونے کا چہرہ اٹھایا اور وہاں سے چلا۔ چند ہی قدم گیا تھا کہ اسے سیدۂ حرم ملی وہ کانپ رہی تھی۔ اس نے کہا بے دین مسلمان ایوان اعلیٰ میں داخل ہو گئے ہیں۔

مقنع نے اس سے کہا" تم سب حرم کو لے کر میرے عرش پر آجاؤ، اب میرے اور تمہارے سب کے آسمان پر جانے کا وقت آگیا ہے۔ میرے بندے گستاخ اور بے عقل ہیں مجھے فانی عرش پر رہنا ہی زیب دیتا ہے۔

وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالیہ نے تھر کے بند کاٹے۔ اسی وقت وہاں سعید، سلیمان، عبیدہ اور کئی سپاہی پہنچے۔ عالیہ نے سعید کو دیکھا۔ سعید کی نظریں بھی عالیہ پر پڑیں دونوں کے دل تیر سے پیوست ہو گئے۔ سلیمان نے بڑھ کر عذرا سے کہا میری عزیز بیٹی"

عذرا، اپنے باپ سلیمان کے شانے سے لگ کر رونے لگی۔ سلیمان نے کہا یہ وقت رونے کا نہیں۔ خوش ہونے اور دشمن کو قتل کرنے کا ہے۔

نصر! جھپٹ کر سعید سے مصافحہ کر کے کہا۔ میرے عزیز دوست

سعید نے کہا" خدا نے ہمیں وقت پر پہنچا دیا۔ شاید مقنع تم سب کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

نصر! ہاں اس کا یہی ارادہ تھا۔

سعید! کہاں ہے وہ بدمعاش مکار؟

نصر: وہ اپنے کسی خاص کمرے کی طرف لے گیا ہے۔ غالباً وہ اپنے حرم کو قتل کر کے خود، خودکشی کر لے گا۔

سعید: چلو اسے گرفتار کر کے ان احمقوں کو جو اسے خدا مانتے رہیں ہیں دکھائیں۔

سعید، سلیمان، نصر، عبیدہ، عالیہ اور عذرا سب چلے وہ جلدی جلدی کمروں میں سے گزرتے اس بڑے کمرہ میں پہنچے جس میں کہ آئینہ تھا اور عالیہ نے اسے کشتی نما تخت پر بیٹھے دیکھا تھا۔ تیزاب کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ کئی حسین عورتیں کھڑی تھیں۔ کئی بڑی بڑی ناندوں میں تیزاب بھرا ہوا تھا اور مقنع اپنے اہل وعیال کو ڈال ڈال کر گلا رہا تھا۔ جوں ہی سعید وغیرہ وہاں پہنچے وہ جلدی سے ایک ناند میں کود گیا۔ مگر سعید نے جھپٹ کر اسے پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر بھی وہ مر چکا تھا اور اس کا جسم خراب ہو گیا تھا۔ اس مکار شخص کا یہ انجام ہوا۔

ؔلہ تاریخ اسلام مؤلفہ مولوی احسان اللہ خان میں لکھا ہے کہ

"مقنع نے اپنے ساتھیوں کو تیزاب کی ناند میں ڈال کر گلایا خود بھی ایک ناند میں کود پڑا تاکہ احمق اور جاہل یہ سمجھیں کہ وہ خدا تھا اور اپنے ساتھیوں سمیت آسمان پر پہنچ گیا۔ دیگر تاریخوں میں ہے کہ اس نے اپنے اہل وعیال کو جلا دیا اور خود بھی آگ میں کود گیا۔ صادق صدیقی سردھنوی

(۵۹)

مقنع مرد کا رہنے والا تھا پستہ قد، بدصورت اور نہایت ہی خوف ناک شکل کا انسان تھا وہ عہد طفلی ہی میں بڑا چالاک اور مکار تھا۔ شریر اور بدذات تھا مگر ذہین بھی تھا اس نے مذہبی علم کے سوا سب علم حاصل کئے وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا تھا لیکن اس کی تربیت اچھی نہ ہوئی تھی۔ اس نے منطق پڑھی تھی، سائنس پڑھی تھی اور فرقہ راوندیان کی کتابیں پڑھی تھیں۔ وہ بہک گیا۔ اس نے شعبدہ بازی بھی سیکھی تھی۔ اسلام سے دور جا پڑا۔ تناسخ کا قائل ہو گیا۔ اس کا نام ہاشم تھا۔ شاید کچھ عرصہ حکمت بھی کی تھی۔ اس لئے حکیم کے لقب سے مشہور رہا۔ اس نے اپنی بھدی اور بھونڈی شکل کو چھپانے کے لئے سونے کا چہرہ بنوا کر لگا لیا تھا اور اس پر سنہرا نقاب ڈالے رہتا تھا۔

وہ ماوراء النہر میں ظاہر ہوا۔ اول اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ نقاب پوش پیغمبر کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے نمازیں ختم کر دیں۔ روزوں کی مخالفت کی۔ نکاح بیاہ کی بیخ اڑا دی۔ غرض فسق و فجور پھیلا دئیے ماوراء النہر اور خراسان کے لوگ پختہ عقیدہ کے مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ عجائب اور عجائب پرست تھے وہ اس کے پیرو ہو گئے۔

مقنع نے اپنے معتقدوں کی کثرت کے زعم پر اول ماوراء النہر پر اور اس کے بعد خراسان پر قبضہ کر لیا خود قلعہ سیام میں رہنے لگا۔ جب دولت کی فراوانی ہوئی تو اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ احمقوں اور جاہلوں نے آنکھیں بند کر کے اسے خدا بھی مان لیا۔ لیکن اس خدا کا انجام وہی ہوا جو ایسے مکاروں، دغا بازوں اور جھوٹے لوگوں کا ہوا کرتا ہے۔

سعید نے اس بدذات کا سر کاٹ لیا اور دربار خلافت میں بھیج دیا۔ تقیہ کو نظر بند کر دیا گیا تھا انہیں پھر رہا کیا اور سعید نے بہت سے مسلمان مردوں، عورتوں اور نوعمر لڑکیوں کو رہائی دلائی۔ اس کنوئیں کو بند کر

دیا۔ جس میں سے وہ چاند نکالا کرتا تھا اور جسے چاہِ نخشب کہتے تھے۔ اس کی عقوبت گاہ کو برباد کر دیا۔ اور اس کی جنت کو لوگوں کو جاگیر دے دیا۔

ایوانِ اعلیٰ اور دوسرے محلات بدستور باقی رہنے دیئے گئے۔ اس کے خزانہ میں سے بہت کچھ زر و جواہر برآمد ہوئے۔ بڑا قیمتی سامان نکلا۔ اس مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر دربارِ خلافت کو بھیج دیا گیا۔ باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر سپاہی کو اتنا مل گیا کہ ایک پشت کے لئے اسے کسی بات کی حاجت نہ رہی۔

مقناعیوں کے ان لوگوں کے ذریعہ سے جن کے سامنے عالیہ نے مقنع کو بے نقاب کر دیا تھا یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ ایک ایسے شخص کو سجدہ کرتے رہے ہیں جو بڑا ہی بدشکل، بدقوارہ اور کریہہ المنظر تھا۔ اب ان لوگوں کو عقل آئی وہ اپنی حماقت و جہالت پر بڑے نادم ہوئے۔ اس بات پر پچھتائے کہ ایک بدصورت اور بھونڈی صورت کے انسان کو خدا مان کر اسے سجدہ کرتے رہے وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے صفار نے خودکشی کر لی اور ہشیم لاپتہ ہو گیا۔

سعید نے نصر کو اپنی تمام داستان سنائی۔ انھیں ان کے زخمی ہونے کا حال سن کر افسوس تو ہوا مگر ان کے خلیفہ کے حضور میں جانے اور افسر مقرر ہو کر مقنع کی مہم سر کرنے سے خوشی ہوئی۔ نصر کو عبیدہ سے بڑی محبت ہو گئی وہ انھیں اپنا بزرگ سمجھنے اور ان کا بڑا ادب و احترام کرنے لگے۔ عبیدہ بھی انھیں اپنا عزیز سمجھنے لگے۔

عبیدہ، سلیمان، سعید اور نصر سب ایوانِ اعلیٰ میں مقیم ہو گئے اور ملک کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ تمام وہ لڑکیاں جو کنیزیں اور حرم کی سہیلیاں بنی ہوئی تھیں مسلمان ہو گئیں۔ ان میں جنہوں نے اپنے عزیزوں میں جانا چاہا انھیں ان کے عزیزوں کے پاس بھیج دیا اور جن کے عزیز باقی نہیں رہے تھے۔ سفاک مقنع نے مروا دیئے تھے ان کی شادیاں فوجیوں سے کر دیں۔ جو حسین لڑکیاں حوریں بنائی گئیں تھیں ان میں زیادہ تر کو ان کے گھر رخصت کر دیا۔ جن کے وارث نہیں رہے تھے انھیں دربارِ خلافت میں بھیج دیا۔ بغداد کے معزز لوگوں نے ان سے شادیاں کر لیں۔

ایک روز تقیہ، عالیہ اور نصر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ نصر نے کہا سعید کو سلیمان اور درویش لے بھاگا۔ درویش انھیں لے کر خلیفہ کے حضور میں گئے۔ درویش بھی اموی ہیں۔ خلیفہ نے انھیں معافی

دے دی اور انھیں اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیا اور ان کا نام عبیدہ ہے۔

تقیبہ ایک دم چونک پڑیں۔ انھیں کوئی بھولی بات یاد آگئی۔ انھوں نے کہا "کیا نام لیا تم نے؟

نصر: عبیدہ ۔ کیا آپ انھیں جانتی ہیں امی جان؟

تقیبہ: ایک عبیدہ کو میں جانتی ہوں تمہارے ابو کے چھوٹے بھائی تھے۔ جب خراسان میں بغاوت ہوئی تو ہم سب شاہی لشکر کے خوف سے رات کو بھاگ نکلے وہ ہم سے بچھڑ گئے ہم جنگل میں جا کر روپوش ہو گئے اور وہیں رہنے لگے۔ تمہارے ابو نے اپنے چھوٹے بھائی کو ہر چند تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔"

نصر: کیا آپ عبیدہ کو پہچان لیں گی؟

تقیبہ: انھیں دیکھے عرصہ ہو گیا ہے۔ جب عالیہ پیدا ہی ہوئی تھی۔ اس وقت ہم سے بچھڑ گئے تھے۔ اب خیر سے عالیہ کی عمر سترہ سال کی ہو چکی۔ اٹھارہویں سال میں ہے انھیں بچھڑے ہوئے سترہ سال ہو چکے ہیں مگر ممکن ہے میں دیکھ کر پہچان لوں گی۔

نصر اٹھ کر گئے اور عبیدہ کو بلا لائے۔ تقیبہ نے انھیں غور سے دیکھا اور پہچان لیا وہ پردہ سے نکل آئیں اور بولیں " عبیدہ! میں نے تمہیں پہچان لیا ہے تم میرے نصر کے چچا ہو۔ میرا نام تقیبہ ہے۔

عبیدہ نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ انھوں نے کہا " آہ میری محترمہ ۔۔۔ خدا کا شکر ہے اس نے بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا۔

ان لوگوں کو مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ سعید اپنی والدہ کو بھی صفر سے بسیام ہی میں لے آئے عالیہ اور تقیبہ نے ان کا بڑا احترام کیا۔ عالیہ کو دیکھتے ہی وہ حیران و ششدر رہ گئیں اور ان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ کسی طرح وہ اپنے بیٹے کی دلہن بنا لیں۔

چنانچہ چند ہی روز کے بعد انھوں نے اس کی تحریک شروع کر دی۔ تقیبہ، نصر اور عبیدہ تینوں سعید کے بہت شکر گزار تھے وہ سعید کو پسند کرتے تھے لیکن عالیہ بالغ تھی اس لئے اس کی رضامندی لینی ضروری تھی۔ عذرا سے کہا گیا کہ عالیہ کی منشا معلوم کرے عذرا کو معلوم تھا کہ عالیہ کو سعید سے انسیت ہے۔ اس نے عالیہ سے جا کر کہا " اگر تم میرا احسان مانو تو ایک خوشخبری سناؤں۔

عالیہ نے کہا۔ احسان میں مانوں گی یا تم۔ میں نے سب معاملہ ٹھیک ٹھاک کر لیا ہے بھائی جان

رضامند نہ ہوتے تھے مگر میں نے راضی کر ہی لیا ہے"۔

عذرا نے مسکرا کر کہا "منہ دھو لیا ہے تم نے اور تمہارے بھائی جان نے۔

عالیہ : بس اتراؤ نہیں۔ بڑی مشکل سے انھیں رضامند کیا ہے۔ لیکن پھر انکار کر بیٹھے تو ہزار کرو گی تب بھی نہ مانیں گے۔

عذرا : وہ تو ہاتھ جوڑتے آئیں گے۔

عالیہ نے ہنس کر کہا "حسن ہی ایسا پایا ہے تم نے"۔

عذرا : تمہاری مراد بر آئی میں نے بھائی سعید کو راضی کر لیا ہے۔ بتاؤ کب پیغام دیں وہ؟

عالیہ : جب تم بھابی بن چکو!

عذرا مسکرائی۔ اس نے کہا "تمہاری شوخی سب ٹھیک کر دوں گی۔

عالیہ : بھابی بن کر۔

عذرا جھینپ گئی۔ وہ چلی گئی۔ اس نے بتا دیا کہ عالیہ کو اس رشتے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

چنانچہ چند ہی روز کے بعد عالیہ کی سعید سے اور عذرا کی نصر سے شادی ہو گئی۔ تقیہ نے بتایا کہ مقنع نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر عالیہ سے اس نے یہ نہ کہا کہ مقنع پوجے جانے ہی کے قابل ہے تو اسے اور نصر کو قتل کر دیا جائے گا۔

عبیدہ نے نصر کا تمام حال خلیفہ مہدی کو لکھ بھیجا اور اس کے لئے معافی کی درخواست کی۔ خلیفہ مہدی نے انھیں معافی دے دی۔ عبیدہ کو خراسان اور ماوراالنہر کا گورنر جنرل مقرر کر دیا اور سعید کو خراسان اور نصر کو ماوراالنہر کا گورنر مقرر کیا۔

اس طرح ان مصیبت زدہ لوگوں نے ایک عرصہ کے بعد بے فکری اور شادمانی کے ساتھ زندگیاں بسر کرنی شروع کیں۔ ہنیک کو جاگیر دی گئی اور رباب کی شادی سعید نے ایک افسر سے کر دی وہ عالیہ کے ساتھ رہنے لگی۔

(تمام شد)

احقر صادق صدیقی سردھنوی

مقام سردھنہ۔ ضلع میرٹھ